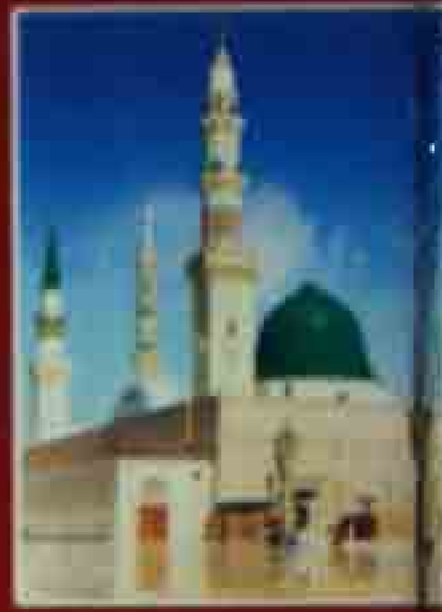


فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اور

مخالفین کا محاسبہ



تالیف

محمد صدیق ضیاء نقشبندی قادری

قادری رضوی کتب خانہ لاہور

فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

اور

مخالفین کا محاسبہ

تالیف

محمد صدیق ضیا نقشبندی قادری

کتب خانہ رضوی قادری لاہور

042-7213575 [illegible]

نام کتاب ---------- فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور مخالفین کا محاسبہ

تالیف ---------- محمد صدیق ضیاء نقشبندی قادری

صفحات ---------- 400

اشاعت اوّل ---------- 2007ء

کمپوزنگ ---------- عزیز کمپوزنگ سنٹر لاہور 042-7236056

ناشر ---------- چوہدری عبدالمجید قادری

تحریک ---------- چوہدری محمد ممتاز احمد قادری

قیمت ---------- 225 روپے

ملنے کا پتہ

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

Hello.042-7213575—0333-4383766

ترتیب عنوانات

نذرِانتساب

بندہ اپنی اس کاوش کو جوانانِ جنت کے سردار، نورِ سید الابرار، امام شریعت وطریقت، حُسنِ سخاوت وشجاعت، قبلۂ اہل صفاء، راکب دوش مصطفیٰ، جگر پارۂ مرتضیٰ، نورِ دیدۂ سیدہ زہرا، حضرت امیر المومنین امام المسلمین سیدنا امام حسن مجتبیٰ ﷺ جنہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے سید اور دو مسلمان گروہوں میں صلح کروانے والا فرمایا، جنہوں نے اس پیشگوئی کو پورا فرمایا اور برضا ورغبت صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ ﷺ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو کر ان کو امیر المومنین تسلیم فرمایا، جن کی حمایت واتباع میں وقت کے تمام صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے سرِ تسلیم خم کیا اور جن کی برکت سے پوری امت اتفاق واتحاد کی دولت سے مالا مال ہو کر حضرت امیر معاویہ ﷺ کی امارت میں ایک پرچم تلے جمع ہو گئی، کی خدمت اقدس واطہر میں، عترتِ رسول ہی کے فرد فرید فخر دودمان سادات، قاسم فیوض وبرکات، اعلیٰ حضرت پیر سید محمد ظفر اقبال شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ زیب آستانہ عالیہ لاثانیہ حسینیہ عابدیہ علی پور سیداں شریف کے وسیلہ سے، بطور نذر غلامانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کے دن اپنی حمایت واتباع میں اپنے متبعین کی ثابت قدمی اور امت کا اتفاق واتحاد دیکھ کر بھی آپ کو خوشی ہوئی تھی۔ پختہ امید ہے کہ اس کمترین کی یہ کاوش بھی سندِ قبولیت سے سرفراز ہو گی۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

نیاز کیش

محمد صدیق ضیاء نقشبندی قادری

تہدیہ

حضور نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرابت دار' برادر نسبتی' کاتب وحی' امین اسرار الٰہی' فقیہہ و مجتہد' عظیم صحابی اور بشارت یافتہ حکمران امیرالمومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جن کے فضائل پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے کی خدمت اقدس میں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نیاز کیش
محمد صدیق ضیاء نقشبندی قادری

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

ابتدائیہ

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے مری بات

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بڑا احسان ہوا کہ اس نے اپنے سب سے ممتاز ومکرم اور محبوب ومعظم رسول جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو ہمارا ہادی ورہبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ کو تمام انبیاء ورسل علیہم السلام سے افضل کیا سب کا سرور اور سردار بنایا اور آپ کی نسبت سے آپ کی امت کو سابقہ تمام امتوں پر فضیلت و برتری عطا فرمادی۔ فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ (آل عمران۔۱۱۰)

ترجمہ: تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

(کنز الایمان)

اس آیہ مقدسہ کے مطابق حضور ﷺ کی ساری امت خیر الامم قرار پائی جبکہ آیہ کریمہ کے اولین اور براہِ راست مخاطب اور مصداق جنہیں اللہ تعالیٰ سب سے بہتر اور معزز فرما رہا ہے، حضور نبی اکرم ﷺ کا دیدار باکمال پانے والے آپ کے صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم ہیں۔ انہیں حضور ﷺ کی مصاحبت و رفاقت کا اعزاز حاصل ہوا۔ حضور کے فیضانِ صحبت اور نگاہِ نبوت سے فیضیاب ہوئے۔ درس گاہِ نبوت سے براہِ راست تعلیم و تربیت پائی اور مقام و مرتبہ میں ساری امت پر سبقت لے گئے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا:

اَكْرِمُوْا اَصْحَابِيْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ (مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

ترجمہ: میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تمہارے بہترین ہیں۔

اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑی کرامت اور بزرگی عطا فرمائی کہ انہیں ساری امت سے افضل اور برتر ٹھہرایا۔ ملت اسلامیہ کی عظمت اور اسلام کی شوکت انہیں سے بلند ہوئی۔ صحابہ وہ نفوس قدسیہ ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے محبوب مکرم حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت و معیت کیلئے پسند فرمایا اور ان کا معاون و مددگار بنایا۔ عظیم محدث امام احمد ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے خطیب سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث نقل کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَنَّ اللّٰهَ اخْتَارَنِيْ وَاخْتَارَلِيْ اَصْحَابًا وَّاخْتَارَلِيْ مِنْهُمْ اَصْهَارًا وَّاَنْصَارًا۔ (الصواعق المحرقۃ صفحہ)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے میرے اصحاب پسند فرمائے پھر ان میں سے میرے سسرال اور مددگار بنائے۔

حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو شرف صحابیت سے کیا نوازا، انہیں اپنی پاکیزہ اور بابرکت صحبت میں رکھ کر ان کا ظاہری و باطنی تزکیہ فرمایا اور علم و عرفان سے آراستہ کر کے تبلیغ دین اور امت کی ہدایت و راہنمائی پر مامور فرما دیا۔ صحابہ کرام کو حضور ﷺ کی صحبت و معیت کیلئے منتخب فرمانا کہ وہ ہادی برحق ﷺ سے براہِ راست تعلیم و تربیت اور فیض نبوت حاصل کریں یقیناً اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (ال عمران۔۱۶۴)

ترجمہ: بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (کنزالایمان)

اب خوش قسمت اور بلند بخت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے اپنے رسول مکرم نبی اکرم ﷺ کی مصاحبت و نصرت اور دین کی حفاظت و اشاعت کیلئے پسند فرمایا' جنہوں نے جمالِ جہاں آرا کو اپنی آنکھوں سے بار بار دیکھا اور حسن عالمتاب اور چمکا دینے والا آفتاب جن کے دلوں کو براہِ راست منور کرتا اور ایمانوں کو تازگی بخشتا رہا' امام الانبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء نے جنہیں براہِ راست تعلیم و تربیت سے کندن بنایا اور فیض نبوت و رسالت سے فیضیاب فرما کر اپنا علمی و عملی وارث اور خلوص و وفا کے پیکر بنایا، کی پاکبازی، وفا شعاری اور جانثاری ملاحظہ ہو کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا جوئی میں ہجرتیں کیں گھربار چھوڑے اور شب و روز اپنے آقا و مولیٰ جنابِ رسول اللہ ﷺ کی معیت و معاونت میں گزارے۔ غزوات میں حصہ لیا۔ خون جگر سے گلشن اسلام کی آبیاری کی۔ طرح طرح کی مصائب و مشکلات میں حفاظت دین کا فریضہ انجام دے کر چار دانگ عالم میں اسلام کا نور پھیلا دیا۔ حق و ہدایت کی قندیلیں روشن ہوئیں اور دنیا کا گوشہ گوشہ اسلام کے نور سے منور ہو گیا۔ آج کوئی خطہ ایسا نہیں' جہاں اسلام نہ پہنچا ہو اور امت مسلمہ کا کوئی فرد وہاں موجود نہ ہو۔ امت مسلمہ کا ہر فرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان کی دینی خدمات پر ممنونِ احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو دین عطا فرمایا' حضور اکرم ﷺ سے بذریعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عطا فرمایا۔ اس لئے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا

ممنونِ احسان اور شکر گزار ہونا بہت ضروری ہے۔ بلکہ رب تعالیٰ کی شکر گزاری کا یہ احسن طریقہ بھی ہے۔(مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسِ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہِ۔ یعنی جو لوگوں کا شکر گزار نہیں وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں)

حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین اسلام کے پہلے راوی اور مبلغ ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ اور امت کے درمیان واسطہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعزاز واکرام میں متعدد قرآنی آیات نازل فرمائیں حتیٰ کہ انہیں اپنی رضا وخوشنودی کا بے مثل و بے مثال پروانہ عطا فرمایا (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ توبہ۔۱۰۰) اور جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کے بیشمار فضائل بیان فرمائے خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمانِ ذوالنورین رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہم کے فضائل کے ذکر کی تو انتہا کر دی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف کثرت وشدت کے ساتھ اپنے پیارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب اور اوصاف وکمالات کو بیان فرمایا بلکہ اپنے امتیوں کو ان کی تعظیم و تکریم کرنے کا حکم بھی دیا۔ فرمایا:

اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ خِیَارُکُمْ۔ (مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

ترجمہ: میرے صحابہ کی تکریم کرو کیونکہ وہ تمہارے بہترین ہیں۔

اب جس نے حضور کا کلمہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پڑھا ہے۔ جو مسلمان ہے اور جس کے دل میں ایمان ہے وہ تو ضرور اللہ کے رسول ﷺ کا حکم مانے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت وکرامت اور عقیدت ومحبت کو دل میں جگہ دے گا اور ان کی تعظیم وتکریم بجالائے گا۔ لیکن وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کا حکم سننے کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتکریم کا انکار کرے تو کیسا اس کا کلمہ اور کیسا اس کا ایمان اور اس کے باوجود وہ کلمہ گو اور مسلمان ہونے پر اصرار بھی کرتا ہو تو حیف ہے اس کی جہالت وسفاہت پر کہ اسے قرآن وحدیث کی مخالفت اور اپنے ایمان کی

بربادی کی بھی پروانہیں۔ وہ صحابہ کرام کی تعظیم وتکریم کرنے سے اس قدر گریزاں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جن کا وہ اُمتی کہلاتا ہے، کی نافرمانی سے بھی نہیں ڈرتا۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتکریم کے منکر کی اس روش سے اس کی نافرمانی اور بے ایمانی ہی ظاہر ہوتی ہے' خود صحابہ کرام کی عزت وعظمت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ کیونکہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ صحابہ کرام کی خدمات کی توثیق اور ان کی تعریف فرما رہے ہیں تو کوئی اور نہ بھی کرے تو انہیں کیا فرق پڑتا ہے؟

پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتکریم نہ کرنے والا بھی اللہ و رسول ﷺ کا نافرمان ہی ٹھہرتا ہے اور اس کا انجام بھی اچھا نہیں۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ (النسآء۔۱۴)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کیلئے خواری کا عذاب ہے۔ (کنزالایمان)

لیکن اگر کوئی منکر تعظیم وتکریم کسی صحابی کی شان اقدس میں سب وشتم بھی روا رکھتا ہے اور زبانِ طعن بھی دراز کرتا ہے' تو اس کی شقاوت اور بدبختی میں کیسے شک ہوسکتا ہے۔ اس نے تو اللہ و رسول ﷺ کی کھلی مخالفت کی اور اپنی عاقبت برباد کرلی۔ یہ تو پہلے والے نافرمان سے بھی زیادہ بُرے انجام سے دوچار ہوگا۔ ایسا شخص یقیناً اللہ کی رحمت سے دور اور لعنت کا مستحق ہے۔ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِىْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ۔ (مشکوۃ باب مناقب الصحابہ)

ترجمہ: جب تم انہیں دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت۔

مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل مکتوب نمبر ۲۵۱ بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ایمان کی بنیاد محبت رسول (ﷺ) ہے اور جسے یہ محبت حاصل ہوگئی وہ پکا مومن ہے۔ لیکن یہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک بندہ ہر اس چیز یا ہر اس شخص سے محبت نہ رکھے، جس سے حضور ﷺ نے محبت فرمائی یا جسے آپ ﷺ سے کوئی نسبت اور تعلق حاصل ہو۔ وہ اہلبیت اطہار ہوں یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سب سے محبت ہونا ضروری ہے۔ جناب امام الانبیاء حبیب کبریا ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ اللّٰہَ اَحَبَّ الْقُرْاٰنَ وَمَنْ اَحَبَّ الْقُرْاٰنَ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ اَحَبَّ اَصْحَابِیْ۔ (شواھد الحق صفحہ ۴۸)

ترجمہ: جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ قرآن سے محبت کرتا ہوگا اور جو قرآن سے محبت کرتا ہوگا وہ مجھ سے محبت کرتا ہوگا اور جو مجھ سے محبت کرتا ہوگا وہ میرے صحابہ سے محبت کرتا ہوگا۔

گویا جس شخص کو صحابہ کرام سے محبت نہیں اس کے دل میں جناب رسول اللہ ﷺ کی بھی محبت نہیں اور جس کے دل میں محبت رسول (ﷺ) نہ ہو وہ ایمان ہی سے محروم ہوتا ہے۔ مشہور حدیث پاک ملاحظہ ہو۔ فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (بخاری کتاب الایمان)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والدین اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

اب جو شخص شرف صحابیت کا احترام نہ کرے اور کسی صحابی سے محبت نہ رکھے وہ بھی محبتِ رسول (ﷺ) سے محروم ہو کر نورِ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے' تو جو شخص اللہ کے رسول ﷺ کے کسی صحابی سے محبت رکھنے کی بجائے اس سے دشمنی اور عداوت رکھے اور بغض و حسد کا مظاہرہ کرے۔ اس کا ایمان اور اسلام کون ثابت کرے گا؟ کیونکہ قرآن کریم تو ایسے بدنصیب لوگوں کو کافر کہتا ہے۔ فرمایا:

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ (فتح۔۲۹)

ترجمہ: تا کہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ (کنزالایمان)

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھ دیکھ کر صرف کافر لوگ ہی جلتے ہیں اور صرف وہی بغض و حسد کا اظہار کرتے ہیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ سے ناراض رہنے والوں کو کفار کہا ہے"۔ (مکتوبات دفتر دوم اُردو حصہ اول مکتوب نمبر ۳۶)

اب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو حضور ﷺ کے عظیم صحابی اور کاتب وحی تھے' کے بغض میں مبتلا شخص دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنے کا دعویٰ کرے اور کہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت مسلمان پر لازم نہیں۔ بعض کی محبت سب صحابہ کی محبت کے مترادف ہے۔ لہٰذا صرف امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی مخالفت سے سب صحابہ کی مخالفت لازم نہیں آتی۔ اس لئے مذکورہ بالا آیہ کریمہ میں جو خاصۂ کفار بیان ہوا ہے صرف بغض معاویہ میں مبتلا شخص اس کی زد میں نہیں آتا تو یہ خودفریبی کے سوا کچھ نہیں اور اس شخص کے پاس اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں کوئی دلیل نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک صحابی کی دشمنی سب کی دشمنی، ایک سے بغض سب سے بغض اور ایک کا انکار سب کا انکار ہے۔ گویا ایسا شخص قرآنی فتویٰ کفر سے ہرگز نہیں بچ سکتا۔ لہٰذا اس کے دل میں اگر خدا کا خوف کچھ بھی باقی ہے اور وہ روز قیامت پر

ایمان بھی رکھتا ہے تو اس کیلئے بغضِ معاویہ سے تائب ہو جانا بہت ضروری ہے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی ﷫ پہلے ایسے لوگوں کا نقطۂ نظر بیان کرتے ہیں اور پھر خود اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر صحابہ کرام پر نکتہ چینی کرنے والے لوگ یہ کہیں کہ ہم بھی صحابہ کرام کی متابعت (پیروی) کرتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ تمام کی متابعت و پیروی کریں بلکہ سب کی متابعت ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ بہت سے مسائل میں صحابہ کرام کی آپس میں آراء مختلف اور متناقض ہیں اور الگ مشرب رکھتے ہیں۔

اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ بعض کی متابعت اس وقت سود مند ہو سکتی ہے جبکہ اس کے ساتھ بعض دوسرے صحابہ کرام کا انکار نہ ہو۔ بعض کے انکار کی صورت میں بعض دوسروں کی متابعت کا وجود متصور نہیں ہو سکتا...... اصول میں تمام صحابہ کرام کی متابعت ضروری ہے اور ان کا آپس میں اصول کے اندر کوئی اختلاف نہ تھا۔ ان کا آپس کا اختلاف صرف فروع سے تعلق رکھتا تھا اور وہ شخص جو بعض صحابہ میں عیب نکالتا ہے سب کی متابعت سے محروم ہے"۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۸۰)

"نیز قرآن و حدیث کے احکام شرعیہ جو ہم تک پہنچے ہیں صحابہ کرام کی نقل و روایت اور واسطہ سے پہنچے ہیں جب صحابہ کرام مطعون ہوں گے تو ان کی نقل و روایت بھی مطعون تصور ہوگی اور احکام شرعیہ کی نقل و روایت چند صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام صحابہ عدالت، صدق اور تبلیغِ دین میں برابر ہیں پس کسی ایک صحابی میں طعن و عیب دین میں طعن و عیب تسلیم کرنے کو مستلزم ہے"۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۸۰)

"اور ضابطے کی جو بات ذہن میں ہونی چاہیے یہ ہے کہ بعض

صحابہ کا انکار کل کا انکار ہے جناب خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی فضیلت میں سب حضرات مشترک ہیں اور صحبت کی فضیلت دیگر سب فضائل وکمالات سے فائق اور بلند ہے۔ اسی بنا پر حضرت اویس قرنی ﷺ جو خیر التابعین ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی کے ادنیٰ مرتبے تک بھی نہیں پہنچ سکے۔ لہٰذا صحبت کی فضیلت کا کوئی شے بھی مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ ان کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہو چکا ہے اور ایمان کا یہ رتبہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے بعد کسی کو بھی نصیب نہیں اور اعمال ایمان پر متفرع ہوتے ہیں اعمال کا کمال ایمان کے کمال کے مطابق ہے"۔ (مکتوبات دفتر اوّل مکتوب نمبر ۵۹)

مفسر قرآن جناب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم سے "كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِيْنَ' كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ اور ان کے ساتھ چند دیگر آیات مقدسہ نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"جیسے قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم نوح نے صرف اپنے اپنے ایک رسول کی تکذیب کی اور رب تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے سارے رسولوں کا انکار کیا ہے اسی طرح ایک صحابی کا انکار یا اہلبیت اطہار میں سے ایک بزرگ سے سرتابی تمام صحابہ کرام اور سارے اہلبیت کا انکار ہے"۔ (امیر معاویہ ﷺ پر ایک نظر صفحہ ۴،۳)

لہٰذا حضور اکرم ﷺ کے ہر صحابی سے محبت وعقیدت رکھنا اور اس کی تعظیم و تکریم بجالانا لازم ہے ورنہ ایمان کی خیر نہیں۔ کسی ایک صحابی سے بدعقیدگی رکھنا، بغض وحسد کا مظاہرہ کرنا اور خود ساختہ نظریات کی بنا پر شکوک وشبہات پھیلا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنا اسلام کے کسی خیر خواہ کا نہیں بلکہ بدخواہ دشمن کا کام ہے۔ دشمنانِ دین نے ان گمراہانہ نظریات کا اصل سبب حکم خداوندی:

"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا"[1]
(آل عمران۔۱۰۳)

اور ارشادِ نبوی:

"اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ"۔[2]
(مشکوٰۃ باب الاعتصام۔ابن ماجہ)

سے بے پروائی اور سوادِ اعظم اہلسنت سے روگردانی ہے۔

افسوس بدعقیدگی کا یہ مرض آج کل پھر بڑھنے لگا ہے اور منکرین تعظیم صحابہ ہیں کہ قرآن وحدیث کے احکام کو دل سے نہیں مانتے۔ بس غلط سلط روایات اور من گھڑت نظریات ان کا کل اثاثہ ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ کے رسول ﷺ سے تعلق و نسبت کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور شرف صحابیت کی کچھ فضیلت نہیں۔ ہاں بغض صحابہ کے بیج بونے کیلئے حُبِّ اہلبیت کو آڑ بنا لیتے ہیں اور اپنی طرح دوسرے لوگوں کو بھی جناب رسول اللہ ﷺ کے مقبول صحابہ کرام سے دور کر دینا چاہتے ہیں۔

ایسے حالات میں اہلِ حق پر یہ امر واجب ہو جاتا ہے کہ مقاماتِ صحابہ کے تحفظ کیلئے میدانِ عمل میں نکلیں۔ منکرین شان صحابہ خصوصاً منکرین فضائل امیر معاویہ ؓ جن میں سے کئی ایک سنیت کے بھیس میں بھی دھوکا دیتے اور اہل حق کو ورغلاتے ہیں، کے فریبوں کو ظاہر کریں اور لوگوں کو صراط مستقیم سے روشناس کرائیں اور یہ بات ہم اپنی طرف سے نہیں کرتے بلکہ اللہ کے پیارے محبوب دانائے کل غیوب ہم سب کے آقا و مولیٰ جناب رسول اللہ ﷺ نے اہل علم کو خود حکم فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو حدیث پاک:

اِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ اَوْ قَالَ الْبِدَعُ وَسُبَّتْ اَصْحَابِيْ فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ

---

[1] ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا (کنزالایمان)

[2] ترجمہ: بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو (اس سے) الگ ہوا وہ الگ ہی دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

عِلْمَهٗ فَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذَالِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ عَدْلًا وَّلَا فَرْضًا۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱۔ صواعق محرقہ اردو صفحہ ۴۴)

ترجمہ: جب فتنے اور بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور میرے اصحاب کو گالیاں دی جائیں تو عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے پس جس نے ایسا نہ کیا اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہ فرمائے گا"۔

اس حدیث پاک کے مطابق اہل علم کا یہ دینی اور اخلاقی فریضہ ہے کہ مقامات صحابہ کے تحفظ کیلئے اپنے علم کو ظاہر کریں۔ دشمنانِ صحابہ کی مذمت کریں اور سب وشتم کرنے والوں کا ناطقہ بند کردیں۔ بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے ایک قرابت دار برادر نسبتی، کاتب وحی، امین اسرار الٰہی، فقیہہ و مجتہد' عظیم صحابی' امام عالیمقام امام حسن علیہ السلام کے معتمد اور بشمول ان کے تمام صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے متفقہ امیر یعنی امیر المومنین ہوئے اور احادیث پاک میں جن کے بے شمار فضائل بھی بیان ہوئے' کے مقامات و درجات کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کرتے ہوئے ان کے مخالفین کے اعتراضات کا ازالہ کریں کہ یہ بات باعث رضائے مصطفیٰ ﷺ اور باعث رضائے خدا ہے۔

میرے ولی نعمت' مخدوم ملت' فخر دودمانِ سادات' قاسم فیوض و برکات' پیر طریقت، رہبرِ شریعت' نور نگاہ نقشہ نقش لاثانی حضور قبلہ عالم پیر سید محمد ظفر اقبال شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ (زیب سجادہ لاثانی و سرپرست اعلیٰ بزم لاثانی) نے کچھ اسی جذبہ سے حکم فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد احادیث مبارکہ لکھ کردو۔ بندہ نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے چند احادیث مبارکہ جمع کیں اور انہیں آیات قرآنیہ سے مزین کر کے ایک مضمون آپ کی خدمت میں پیش کردیا' آپ نے شرف

قبولیت سے مشرف فرمایا۔ اب مذکورہ حدیث پاک کے پیش نظر اسی کو قدرے تفصیل سے شائع کیا جارہا ہے۔

قابل غور یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی نزاع کے فیصلہ کیلئے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا' قرآن وحدیث سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے فرمایا:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ (النسآء۔۵۹)

ترجمہ: پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔ (کنزالایمان)

گویا یہ بات نہایت ہی اہم ہے کہ کوئی بھی متنازع نظریہ یا عقیدہ ہو اسے قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھا جائے گا اور ہم نے اسی کا التزام کیا ہے اور قرآن و حدیث ہی کو محور بنایا ہے۔ پہلے قرآن وحدیث سے مقامات صحابہ اور پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہم جو صحابہ کرام میں نہایت ہی مظلوم شخصیت ہیں' کا مقام ومرتبہ اور فضائل ومناقب نقل کئے گئے ہیں۔ بعدازاں اہلسنّت کے معتقدات اور اکابر امت کے نظریات بیان کئے گئے ہیں اور سب سے آخر میں اپنے ایک عظیم محسن کے حکم کے مطابق بعض نام نہاد مصلحین ملّت اور مخالفین وحدت امت کے اعتراضات خصوصاً مولانا مودودی صاحب کی طرف سے "خلافت وملوکیت" میں وارد کئے جانے والے مطاعن کے قرآن وحدیث کی روشنی میں جوابات دیئے گئے ہیں۔ انشاءاللہ شاتمان صحابہ اور دشمنانِ امیر معاویہ کے فریب آشکارا ہوں گے صراط مستقیم واضح ہوگا اور اتحاد امت کے بہی خواہوں کے سینے ٹھنڈے ہوں گے۔ اس میں شک نہیں کہ صراط مستقیم کی ہدایت اور توبہ کی توفیق اللہ ہی دینے والا ہے لہٰذا اسے منظور ہوا تو ہدایت ضرور مل جائے گی۔

وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (الانعام۔۳۹)

ترجمہ: اور جسے چاہے سیدھے راستہ ڈال دے۔ (کنزالایمان)

نہ ہو نومید، نومیدی زوال علم و عرفاں ہے
امیدِ مرد مومن ہے خدا کے راز دانوں میں

دعا ہے اللہ رب العزت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حضور اس سپاس عقیدت اور ان کے مقامات و درجات کے بیان میں اس ادنیٰ کوشش کو اپنی بارگاہ اقدس میں قبول و منظور فرمائے اور حضور نبی کریم درِیتیم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنی شفاعت سے سرفراز فرمادیں۔

یا شفیع المذنبین یہ مارڈالے گا حساب مجھ سے مجرم کو تو عفو و درگزر درکار ہے

سگ بارگاہِ نقشِ لاثانی و نقشہ نقشِ لاثانی
محمد صدیق ضیاؔ نقشبندی قادری

باب نمبرا

قرآن و حدیث اور مقامات صحابہ رضی اللہ عنہم

قرآن وحدیث اور مقاماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

فیصلہ قرآن وحدیث سے کیوں تاریخ سے کیوں نہیں؟

انسانوں میں ذہنی اور فکری اختلاف کا ہونا ایک حقیقت ہے ورنہ کفر واسلام اور نفاق وایمان کے جھگڑے نہ اٹھتے اور مختلف مذاہب اور فرقے نہ بنتے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی فکری وحدت اور ہدایت وراہنمائی کیلئے اپنے رسول مکرم ﷺ کو بھی مبعوث فرمایا اور قرآن کریم بھی نازل کیا۔ جو ایمان لایا اور پھر پیروی کی اس نے ہدایت پائی اور کامیاب وکامران ہوا اور جس نے انکار کیا یا نافرمانی کی وہ ہدایت سے دور اور ناکام ونامراد ہی رہا۔

یہ تاریخ مرتب کرنے والے مورخین بھی انسان ہی ہیں۔ ان کا بھی ذہنی و فکری کمزوریوں سے محفوظ ہونا ضروری نہیں۔ پھر ان کا موقع بموقع موجود نہ ہونے کی صورت میں حقیقت حال سے بے خبر رہنا اور غیر مصدقہ معلومات کی بنا پر واقعات مرتب کر دینا یا ذاتی جذبات سے مغلوب ہو کر حقائق سے چشم پوشی کر جانا اور کسی شخصیت کے بارے میں "خلاف حقیقت ذاتی نظریات" کو تاریخ کا حصہ بنا دینا بھی بعید از قیاس نہیں۔ بانیٔ جماعت اسلامی "مولانا مودودی صاحب" جنہوں نے محض تاریخی روایات کا سہارا لے کر اپنی کتاب "خلافت وملوکیت" لکھی وہ بھی کہتے ہیں۔

"تاریخ کے معاملہ میں اگر کوئی شخص روایات کے ثبوت کیلئے
وہ شرائط لگائے جو احکام شرعی کے معاملہ میں محدثین نے لگائی ہیں، تو
اسلامی تاریخ کا ۹۰ فیصدی، بلکہ اس سے بھی زائد حصہ دریا برد کرنا

ہوگا"۔(خلافت وملوکیت صفحہ ۱۰۷ حاشیہ)

لہٰذا مورخین کی ذاتی آراء اور ردیا رُد کیے جانے کے لائق ایسے غیر حقیقی بیانات بدگمانی اور نزاع کا سبب تو ہیں کسی اسلامی عقیدے کی بنیاد نہیں، کیونکہ تخمین و ظن کے علاوہ ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔ پس ان کی تقلید و پیروی سراسر گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ۔ (انعام۔۱۱۶)

ترجمہ: اور (اے سننے والے) اگر تو اطاعت کرے اکثر لوگوں کی جو زمین میں ہیں تو وہ تجھے بہکا دیں گے اللہ کی راہ سے وہ نہیں پیروی کرتے سوائے گمان کے اور نہیں وہ مگر تخمینے لگاتے ہیں۔ (ضیاء القرآن)

ہم مسلمان ہیں اور مسلمان اللہ و رسول ﷺ کو مانتا ہے لہٰذا قرآن و حدیث پر ایمان رکھتا ہے نہ کہ کسی مورخ اور اس کی لکھی ہوئی تاریخ پر کہ تعلیمات ربانی کا منبع اور ایمان کی بنیاد قرآن و حدیث ہیں کسی انسان کی مرتب کردہ کوئی تاریخ نہیں۔ لہٰذا جب ایمان کی بنیاد اور تعلیمات اسلام کا منبع اور ماخذ قرآن و حدیث ہیں تو پھر کوئی بھی معاملہ ہو یا کوئی بھی اختلافی مسئلہ ہو فیصلہ کن حیثیت قرآن و حدیث ہی کو حاصل رہے گی، شخصی نظریات پر مبنی کسی تاریخ کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شخصی نظریات کی پیروی سے روک کر قرآن و حدیث ہی کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ۔ (اعراف۔۳)

ترجمہ: پیروی کرو اس کی جو نازل کیا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اور نہ پیروی کرو اللہ کو چھوڑ کر دوسرے دوستوں کی۔

گویا قرآن و حدیث کو چھوڑ کر انسانی خیالات و نظریات اگرچہ "تاریخ"

کے نام سے ہوں' کی پیروی جائز نہیں اور قرآن وحدیث کے خلاف کسی تاریخ کا کوئی فیصلہ قبول کرنا درست نہیں۔ بلکہ کوئی بھی تنازع یا کوئی بھی دینی اختلاف ہو اللہ تعالیٰ نے قرآن وحدیث ہی سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے حتیٰ کہ اس رجوع کو ایمان کی شرط اور دلیل بھی ٹھہرایا ہے۔ سنیئے فرمایا:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ، ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۔

(النسآء۔۵۹)

ترجمہ: پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ و رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔ (کنزالایمان)

لہٰذا کوئی بھی تنازع ہو یا کسی بھی مسئلے میں اختلاف اور جھگڑا ہو تو مسلمان کیلئے اسے قرآن وحدیث پر پیش کرنا لازم ہے تاکہ اس کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ ہو سکے۔ اگر قرآن وحدیث اس کی تصدیق کریں تو اسے درست تسلیم کرلیا جائے اور اگر تردید کریں تو اسے رد کردیا جائے۔ قرآن کریم نے نہ صرف اس طرز عمل کی تحسین فرمائی ہے بلکہ حسن خاتمہ کا مژدہ بھی سنایا ہے۔ (ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا یعنی یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا) اب اگر کوئی شخص حکم خداوندی کے مطابق اپنے نظریات، جو اس نے محض تاریخی روایات سے اخذ کر رکھے ہیں، کی اصلاح کیلئے قرآن وحدیث کی طرف خود رجوع نہیں کرتا' وہ بھی خدا و رسول ﷺ کا اطاعت گزار اور سچا مسلمان نہیں تو جس شخص کو خاص اس حکم خداوندی کی طرف متوجہ کیا جائے اگر وہ بھی رجوع نہ کرے یا قرآن وحدیث کے بجائے غلط سلط تاریخی روایات اور اپنی ذہنی اختراعات کو درست تسلیم کرانے پر اصرار کرے' تو کون اسے مسلمان کہے گا؟ قرآن کریم تو ایسے لوگوں کو منافق کہتا ہے فرمایا:

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ

الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۔ (النسآء۔۶۱)

ترجمہ: اور جب کہا جائے انہیں کہ آؤ اس کتاب کی طرف جو اتاری ہے اللہ نے اور رسول کی طرف تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ لیتے ہیں روگردانی کرتے ہوئے۔

نیز ہم نے جن تاریخی روایات کو غلط سلط کہا ہے مودودی صاحب نے انہیں کو غیر محقق اور غیر معیاری قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ تاریخ کے معاملے میں چھان بین، اسناد اور تحقیق کا وہ اہتمام نہیں ہوا ہے جو احادیث کے معاملے میں پایا جاتا ہے''۔ (خلافت و ملوکیت صفحہ ۳۰۲)

مودودی صاحب دوسرے مقام پر کسی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

''اگر آپ اس تاریخ کو باور کرتے ہیں' تو پھر آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ مبلغ قرآن، داعی اسلام' مزکی نفوس کی شخصیت پر اور ان کی تعلیم و تربیت کے تمام اثرات پر خط نسخ کھینچ دینا پڑے گا اور یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اس پاکیزہ ترین انسان کی ۲۳ سالہ تبلیغِ ہدایت سے جو جماعت تیار ہوئی تھی' اور اس کی قیادت میں جس جماعت نے بدر و احد اور احزاب و حنین کے معرکے سر کرکے اسلام کا جھنڈا دنیا میں بلند کیا تھا' اس کے اخلاق، اس کے خیالات' اس کے مقاصد' اس کے ارادے، اس کی خواہشات اور اس کے طور طریقے دنیا پرستوں سے ذرہ بھی مختلف نہ تھے''۔ (رسائل و مسائل حصہ اول صفحہ ۷۰)

لیکن مقام حیرت ہے کہ تاریخ پر اتنی تنقید کے باوجود مودودی صاحب حکم خداوندی: فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ (النسآء۔۵۹) کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور کسی تاریخی واقعے کو قرآن و حدیث پر پیش کرکے اسے پرکھنا ضروری نہیں سمجھتے جبکہ خود ان کے مطابق پہلے کوئی چھان بین اور تحقیق ہی نہیں ہوئی۔ افسوس! مولانا نے مطلب

براری کیلئے صرف حوالے دینا ضروری سمجھا حالانکہ جب تاریخ خو ان کے نزدیک تحقق اور معیاری نہیں تو حوالے ہوں یا نہ ہوں کیا فرق پڑے گا۔ آخر ان کا مواد تو غیر محقق ہی رہے گا یعنی جب تاریخی واقعات و روایات کی صحت کا یقین ہی نہیں تو کوئی ان سے پوچھے کہ پھر ان حوالوں کو نقل کرنے سے مقصد کیا ہے؟ کہتے ہیں

> ''جو تاریخی مواد اس بحث میں پیش کیا گیا ہے وہ تاریخ اسلام کی مستند ترین کتابوں سے ماخوذ ہے۔ جتنے واقعات میں نے نقل کئے ہیں ان کے پورے پورے حوالے درج کر دیئے ہیں اور کوئی ایک بات بھی بلا حوالہ بیان نہیں کی ہے۔ اصحابِ علم خود اصل کتابوں سے مقابلہ کر کے دیکھ سکتے ہیں''۔ (خلافت وملوکیت صفحہ ۲۹۹)

انشاء اللہ ہم یہ بھی جائزہ لیں گے کہ انہوں نے تاریخی حوالوں میں کس قدر حذف و اضافہ سے کام لیا ہے اور کتنی دیانتداری برتی ہے یہاں تو افسوس اس بات کا ہے کہ جس تاریخ کو خود غیر محقق بتاتے ہیں اور جس تاریخ کا ۹۰ فیصد سے زائد حصہ دریا برد کر دینے کے لائق سمجھتے ہیں اسی کو من وعن نقل کر دیتے ہیں۔ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر اسی غیر محقق تاریخ کو اپنی تحقیق کا محور بنائے ہوئے ہیں اور قرآن وحدیث کی بجائے بندگانِ تخمین وظن کی پیروی میں مصروف ہیں۔ (استغفر اللہ)

اب فرمایئے ان کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' جس کا بیشتر مواد ہی غیر محقق اور ناقابلِ اعتماد ہے' کی کیا حیثیت رہ گئی۔ انہوں نے دریا برد کئے جانے کے لائق تاریخ میں سے جو کچھ رطب ویابس ہاتھ لگا اپنے ذوق کی تسکین کیلئے حضور نبی اکرم ﷺ کے قدسی صفات صحابہ کرام بالخصوص سیدنا عثمان ذوالنورین اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما پر طعن وتشنیع کیلئے بطور ہتھیار استعمال کیا۔ امت میں پھوٹ ڈالنے والے تفرقہ بازوں میں نام کمایا اور مسلمانوں سے الگ راستہ اختیار کر کے نئے فرقہ ''جماعتِ اسلامی'' کے بانی ٹھہرے۔

صحابہ کرام وہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے "رضی اللّٰہ عنہم ورضوا عنہ" کا پروانہ خوشنودی عطا فرمایا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے جن کی تعظیم و تکریم کا حکم فرمایا۔ جنہوں نے سارے کا سارا دین اللہ کے رسول ﷺ سے حاصل کر کے امت تک پہنچایا۔ جن کی ثقاہت وعدالت کو کسی محدث تک نے چیلنج نہیں کیا بلکہ ہمیشہ جرح وتنقید سے بالاتر جانا ہے۔ امام احمد ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"صحابہ کرام کیلئے یہی فخر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں گواہی دی ہے کہ وہ بہترین لوگ ہیں' فرماتا ہے، كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، تم بہترین لوگ ہو جو لوگوں کے فائدہ کیلئے پیدا کئے گئے ہو۔ اس خطاب کی ذیل میں آنے والے سب سے پہلے یہی لوگ ہیں' اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی متفق علیہ حدیث میں ان کے بارے میں گواہی دی ہے کہ میری صدی بہترین صدی ہے اور اس مقام سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی صحبت کی وجہ سے ان سے راضی ہوگیا۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "محمد رسول الله والذين معه اشدآء على الكفار رحمآء بينهم" محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کفار پر سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں پھر فرمایا: "السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ"۔ مہاجرین وانصار میں سے سابقون الاولون اور وہ لوگ جنہوں نے احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں"۔ آپ ان آیات پر غور کریں تو آپ ان تمام قبیح باتوں سے نجات حاصل کریں گے جو رافضیوں نے گھڑ کر ان کے سر تھوپی ہیں حالانکہ وہ ان تمام باتوں سے بری ہیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اپنے اعتقاد میں ادنیٰ نقص کا شائبہ رکھنے سے بھی اجتناب کریں اور اللہ سے پناہ چاہیں۔ جو باتیں ان لوگوں نے صحابہ کی طرف منسوب کی ہیں وہ خانہ ساز جھوٹ ہیں۔ ان باتوں کی کوئی ایسی سند موجود نہیں جس کے رجال معروف و مشہور ہوں وہ تو صرف ان لوگوں کا جھوٹ، حمق، جہل اور خدا تعالیٰ پر کِذب و افتراء ہے پس ہواوٴ ہوس اور عصبیت کے باعث صحیح بات کو چھوڑ کر غلط بات کو اختیار کرنے سے بچو"۔ (الصواعق المحرقہ اردو صفحہ ۵۴-۵۵)

امام یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الشفاء سے نقل کرتے ہیں:

"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت و توقیر اور ان کے ساتھ حسن سلوک دراصل نبی اکرم ﷺ کی عزت و توقیر اور آپ کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حق شناسی، ان کی اقتدا و اتباع، ان کی مدح و توصیف، ان کیلئے دعائے مغفرت' ان کے باہمی اختلافات سے صرف نظر اور ان کے دشمنوں سے بغض و عداوت حقیقت میں حضور ﷺ کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اہل تاریخ کی بے سروپا حکایات اور جاہل راویوں کی روایات سے اجتناب کیا جائے اور گمراہ رافضیوں اور گستاخ بدعتیوں سے کلیتاً قطع تعلق اختیار کی جائے اور صحابہ کرام کی طرف منسوب واقعات و فتن کی عمدہ تاویلات اور مثبت پہلو تلاش کئے جائیں۔ کیونکہ شانِ صحابہ کا یہی تقاضا ہے"۔

(کمالات اصحاب رسول ﷺ اردو ترجمہ الاسالیب البدیعۃ فی فضل صحابہ و اقناع الشیعہ صفحہ ۲۷)

حیرت ہے کہ مودودی صاحب "تفہیم القرآن" کے نام سے تفسیر قرآن لکھنے کے باوجود قرآنی تصریحات اور خداوندی احکامات پر ایمان نہیں رکھتے اور صحابہ

رام پر اعتراضات کرتے جاتے ہیں حالانکہ جو شخص اللہ و رسول ﷺ کا فیصلہ نہ مانے وہ تو مومن ہی نہیں رہتا۔ ایمان والوں کا رہبر اور راہنما کیسے بن سکتا ہے۔ مومن ہونے کیلئے ضروری ہے کہ قرآن و حدیث کے ہر فیصلے کو دل سے تسلیم کرے۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

۱) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔ (الاحزاب۔۳۶)

ترجمہ: نہ کسی مومن مرد کو یہ حق پہنچتا ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب فیصلہ فرما دے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انہیں کوئی اختیار ہو اپنے اس معاملہ میں اور جو نافرمانی کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔ (ضیاء القرآن)

۲) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

(النساء۔۶۵)

ترجمہ: تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

(کنزالایمان)

۳) اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

(النور۔۵۱)

ترجمہ: مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے

جائیں کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا
اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔ (کنز الایمان)

اب اگر اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ماننا اور احکام خداوندی کو تسلیم کرنا مولانا مودودی صاحب کے مقدر میں نہیں تھا تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام کے بے شمار فضائل بیان کئے ہیں۔ ان پر تنقید کرنے اور انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے سے روکا ہے۔ تفصیل آئندہ صفحات میں دی گئی ہے۔ یہاں صرف چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ طبرانی۔ ابونعیم اور ابن عساکر یہ حدیث پاک نقل فرمائی۔ ملاحظہ ہو۔

۱)اِحْفِظُوْنِیْ فِیْ اَصْحَابِیْ وَاَصْهَارِیْ وَاَنْصَارِیْ فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْهِمْ حَفِظَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ لَّمْ یَحْفِظْنِیْ فِیْهِمْ تَخَلَّی اللّٰهُ مِنْهُ وَمَنْ تَخَلَّی اللّٰهُ مِنْهُ یُوْشِكُ اِنْ یَّاْخُذَهٗ۔

(الصواعق المحرقہ صفحہ ۳)

ترجمہ: میرے صحابہ، سسرال اور معاونین کے بارے میں مجھے حفاظت میں رکھو۔ سو جس نے ان کے بارے میں مجھے حفاظت میں رکھا اسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں حفاظت میں رکھے گا اور جس نے میری ان کے بارے میں حفاظت نہ کی وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا اور جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوا قریب ہے اللہ تعالیٰ اس سے مواخذہ کرے۔

مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ ترمذی یہ روایت موجود ہے۔ فرمایا:

۲)اَللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا۔

(مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

ترجمہ: میرے اصحاب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو انہیں اپنے تیر کا

نشانہ نہ بناؤ۔

مشکوٰۃ شریف اور ترمذی شریف میں ایک روایت یوں ہے۔ فرمایا:

۳)اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ۔ (مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ، ترمذی ابواب المناقب)

ترجمہ: جب تم انہیں دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ﷺ نے مکتوبات شریف میں بحوالہ طبرانی اور ابن عدی دو احادیث یوں نقل فرمائیں۔

۴)اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِکُوْا۔

ترجمہ: جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو زبان کو روکو۔

۵)اِنَّ اَشْرَارَ اُمَّتِیْ اَجْرَءُ ھُمْ عَلٰی اَصْحَابِیْ۔

(مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱)

ترجمہ: میری امت میں سے بدترین وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں۔

دیکھئے جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے وفا شعار اور جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اپنی زبانوں کو روکنے کا حکم فرمایا اور صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے والوں اور ان پر طعن و تشنیع کے تیر برسانے والوں کو بدترین امت اور لعنتی فرمایا۔ اس کے باوجود مولانا مودودی جو قرآن و حدیث کا بہت بڑا عالم اور مفکر اسلام کہلاتے رہے' کی ہمت و جرأت دیکھئے۔ کہتے ہیں:

"مجھے اس بات کی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ جن کو میں بزرگ مانتا ہوں۔ ان کی کھلی کھلی غلطیوں کا انکار کروں۔ لیپ پوت کر کے ان کو چھپاؤں۔ یا غیر معقول تاویلیں کر کے ان کو صحیح ثابت

کروں''۔ (خلافت وملوکیت صفحہ ۳۰۷)

''بعض حضرات اس معاملہ میں یہ نرالا قاعدۂ کلیہ پیش کرتے ہیں کہ ہم صحابہ کرام ﷺ کے بارے میں صرف وہی روایات قبول کریں گے جو ان کی شان کے مطابق ہوں اور ہر اس بات کو رد کر دیں گے جس سے ان پر حرف آتا ہو' خواہ وہ کسی صحیح حدیث ہی میں وارد ہوئی ہو۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ محدثین ومفسرین اور فقہاٗ میں سے کس نے یہ قاعدۂ کلیہ بیان کیا ہے اور کونسا محدث یا مفسر یا فقیہ ہے جس نے کبھی اس کی پیروی کی ہے''۔ (خلافت وملوکیت صفحہ ۳۰۵)

یہاں سب سے پہلے تو ہم یہ پوچھیں گے کہ ایسی روایتیں جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت وشان پر حرف آتا ہو' ان سے جناب مودودی صاحب کو کیوں دلچسپی ہے؟ ان کے ذکر سے ان کے کس عقیدہ کی وضاحت اور کس ذوق کی تسکین ہوتی ہے؟ دیگر ایسی باتوں کا ذکر کر کے صحابہ کرام پر اعتراض قائم کرنے میں اہلسنّت و جماعت اور مولانا مودودی میں شدید اختلاف ہے اور جس بات میں اختلاف ہو جائے' اسے قرآن وحدیث پر پیش کر کے صحیح اور غلط کا فیصلہ کیا جانا ضروری ہے۔ ہم ایسے الزامات دینے اور طعن کرنے کی ممانعت قرآن وحدیث سے پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ لیکن یہ جو مودودی صاحب نے کہا ہے کہ صحیح روایات میں موجود ایسی قابل اعتراض بات کو رد کرنا درست نہیں اور کسی محدث یا مفسر یا فقیہ نے یہ قاعدۂ کلیہ پیش نہیں کیا۔ تو یہ مودودی صاحب نے غلط کہا۔ اس کی وجہ یا تو ان کی جہالت اور بے علمی ہے۔ کہتے ہیں ''میں نہیں جانتا'' یا انہوں نے کتمان حق کی خاطر جانتے بوجھتے جھوٹ بولا۔ آیئے ہم یہ قاعدۂ کلیہ محدثین میں سے عظیم محدث شارح مسلم حضرت امام یحیٰی بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں کہ کسی صحیح روایت میں اگر کوئی قابل اعتراض بات وارد ہو جائے، جس سے مقام صحابہ پر حرف آتا

اسے کیسے دور کریں گے۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال العلماء الاحادیث الواردة التی فی ظاهرها دخل علی صحابی یجب تاویلها قالوا ولا یقع فی روایات الثقات الاما یمکن تاویله۔(شرح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل علی ﷺ جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)

ترجمہ: علماء کہتے ہیں کہ جن احادیث میں بظاہر کسی صحابی پر حرف آتا ہو اس کی تاویل واجب ہے اور علماء کہتے ہیں کہ صحیح روایات میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی تاویل نہ ہوسکے۔

مودودی صاحب قرآن وحدیث کا عالم اور اسلام کا مفکر کہلانے کے باوجود کسی ایک محدث، مفسر یا فقیہہ کے نام سے بے علمی ظاہر کررہے تھے اور تاویل سے انکار کررہے تھے جبکہ امام المحدثین حضرت امام نووی نے ''قال العلماء'' کہہ کر بتادیا کہ ایک نہیں ایسے کئی علماء ہیں جو تاویل کو واجب کہہ رہے ہیں۔

اب بطور وضاحت دیکھئے صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب حکم الفئی میں یہ حدیث موجود ہے کہ حضرت عباس ﷺ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق ﷺ سے حضرت علی المرتضیٰ ﷺ کے متعلق کہا:

''اَقْضِ بَیْنِیْ وَبَیْنَ هٰذَا الْکَاذِبِ الْاٰثِمِ الْغَادِرِ الْخَآئِنِ''۔

(صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۰)

ترجمہ: میرے اور اس جھوٹے، مجرم، دھوکے باز، خائن کے درمیان فیصلہ کردیجئے۔

محدث جلیل حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں

ترجمہ: قاضی عیاض نے کہا مارزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حدیث کہ یہ الفاظ کہنے ظاہری طور پر حضرت عباس ﷺ کے شایان شان نہیں اور حضرت علی ﷺ اس سے بہت بلند مرتبہ ہیں کہ ان میں ان

اوصاف میں سے بعض ہوں چہ جائیکہ یہ سب (اوصاف ان میں ہوں) اگر چہ ہم صرف نبی اکرم ﷺ وغیرہم انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے قائل ہیں لیکن حضرات صحابہ کرام ؓ کے ساتھ حسن ظن رکھنے اور ان سے تمام اوصاف رذیلہ کی نفی کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا اور جب اس حدیث کی تاویل کے سارے راستے بند ہو جائیں گے تو ہم اس کے راویوں کو جھوٹا قرار دے دیں گے نیز فرمایا کہ اسی سبب سے بعض محدثین نے اپنے نسخہ سے یہ الفاظ نکال بھی دیئے۔

(صحیح مسلم مع شرح نووی جلد ۲ صفحہ ۹۰ کتاب الجہاد والسیر باب حکم الفئ)

سبحان اللہ! کیا شان ہے صحابہ کرام کی اور کیا مقام ہے صحابہ کرام کا کہ کوئی صحیح روایت بھی ان کی عظمت کو مجروح نہیں کر سکتی۔ ان کی عظمت قرآن بیان کرتا ہے۔ حدیث پاک بیان کرتی ہے۔ لہٰذا کوئی ایسی حدیث جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت وشان کے خلاف ہو اس کی تاویل کی جائے گی یا اسے رد کر دیا جائے گا۔ امام نووی اور حضرت قاضی عیاض کے علاوہ دیگر علماء کی تصریحات اس کی وضاحت کیلئے کافی ہیں۔

اور امام نووی کی شرح مسلم کے حوالہ سے مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ کے حاشیہ ۳ پر یوں مرقوم ہے۔ یہاں صرف ترجمہ پیش کیا جارہا ہے اصل عبارت معتقدات اہلسنت کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔ دیکھئے۔

"شرح مسلم میں (امام نووی نے) فرمایا خوب جان لو کہ صحابہ کرام کو برا بھلا کہنا حرام ہے اور بہت بڑی بے حیائی ہے اور ہمارا مذہب اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ (جو صحابہ کو برا بھلا کہے) اس کو کوڑے مارے جائیں اور بعض مالکیہ تو کہتے ہیں اسے قتل کیا جائے گا"۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۳

باب مناقب الصحابۃ حاشیہ ۳، نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۰ باب تحریم سب الصحابۃ رضی اللہ عنہم)

اور دیکھئے امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "عقائد کے بیان میں" فرماتے ہیں۔ یہاں بھی صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ اصل عبارت معتقدات اہلسنت ہی میں دیکھیں۔ ملاحظہ ہو۔

"اور ہم صحابہ کرام کا جب بھی ذکر کریں خیر ہی کے ساتھ ہونا چاہیے وہ سب ہمارے دینی پیشوا اور مقتدا ہیں ان میں کسی کے ساتھ بدعقیدگی رکھنا اور ان کی کسی بات پر طعن کرنا یا انہیں برا بھلا کہنا سب حرام ہے۔ ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کی تعظیم و تکریم بجالاتے رہیں"۔ (العقیدۃ الحسنۃ)

مفسر قرآن مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں۔

"شرح فقہ اکبر" میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ہر صحابی کا تذکرہ نہایت ادب و احترام سے کیا جائے خواہ انہیں ان حضرات کا کوئی کام پسند نہ بھی ہو۔ کیونکہ ان کے اختلافات اجتہادی تھے..........

کسی نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرات صحابہ کے جنگ و جدال کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ یہ امت تھی جو پہلے گزر چکی۔ ان کے کام ان کیلئے تھے ہمیں ان کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا......

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ اصحاب رسول تمام کے تمام عادل اور منصف تھے۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہوئی بھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا تھا۔ وہ خاطی اور عاصی نہ رہے تھے۔ وہ تائب اور مغفور تھے۔ نصوص قرآنی اور متواتر احادیث ان کی عظمت کے گواہ ہیں"۔ (الناہیۃ الحامیہ لمن ذم المعاویہ صفحہ ۸۵، ۸۶، ۹۳)

معلوم ہوتا ہے مولانا مودودی نے محدثین و مفسرین اور فقہا کا نام تو محض

تفنن طبع کے طور پر لیا ہے ورنہ خود انہوں نے سب سے الگ راستہ اختیار کیا ہے اور اگر انہیں واقعی علماء و محدثین کا احترام ہوتا تو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ نہ بناتے۔ ہم نے کئی محدثین کی آراء پیش کردی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و شان کے خلاف کوئی اعتراض کسی صحیح حدیث میں بھی وارد ہو تو محدثین کرام تاویل کر کے اسے دور کرنا واجب جانتے ہیں' اور ان سب سے الگ راستہ نکالنے والے مودودی صاحب ایسی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے پھر دیکھئے وہ فرماتے ہیں:

"مجھے اس بات کی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ جن کو میں بزرگ جانتا ہوں ان کی کھلی کھلی غلطیوں کا انکار کروں۔ لیپ پوت کر کے ان کو چھپاؤں یا غیر معقول تاویلیں کر کے ان کو صحیح ثابت کروں"۔

(خلافت وملوکیت صفحہ ۳۰۷)

افسوس مودودی صاحب کو قرآن و حدیث کا کوئی احترام نہیں کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم و تکریم بجالائیں وہ تو بزعم خود جو کچھ سمجھتے ہیں الزامات عائد کرتے چلے جاتے ہیں۔ تیسرے خلیفۂ راشد سیدنا عثمان ذوالنورین ﷛ کے بارے میں نہایت بے ادبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"حضرت عثمان ﷛ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا' اور غلط کام بہر حال غلط ہے' خواہ وہ کسی نے کیا ہو۔ اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف کا تقاضا ہے اور نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے"۔ (خلافت وملوکیت صفحہ ۱۱۶)

مودودی صاحب کی جسارت دیکھئے کہ تیسرے خلیفۂ راشد سیدنا عثمان ذوالنورین ﷛ جن کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ فتنوں میں بھی ہدایت پر ہوں گے بلکہ یہ بھی فرمایا۔ "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ"۔ یعنی تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی

سنت کی پابندی ضروری ہے، کے متعلق زبان درازی کر رہے ہیں۔ وہ جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہادی ومہدی فرمایا' اُنہی پر طعن کر رہے ہیں اور حیرت تو اس بات پر ہے کہ مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کا علم ہونے کے باوجود کہہ رہے ہیں یہ دین کا مطالبہ ہی نہیں کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے۔ معلوم نہیں مولانا مودودی دین کس کو کہتے ہیں؟ ارے نام نہاد مفکران اسلام! اللہ ورسول ﷺ کے ارشادات مبارکہ یعنی قرآن وحدیث ہی کا نام تو دین ہے مذکورہ احادیث مبارکہ پھر دیکھئے شاید تمہیں احساس ہوجائے کہ دین تمہیں اس جرأت اور دریدہ دہنی سے روکتا ہے یا نہیں۔ ہاں اگر آپ ارشاد خداوندی "صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (البقرہ۔۱۸) یعنی بہرے گونگے اندھے تو پھر وہ آنے والے نہیں"۔ کے مصداق ہو چکے ہیں تو آپ سے رجوع اور توبہ کی توقع نہیں۔ دین اسلام نے تو آپ کو اس بدزبانی سے روکا ہے۔ آپ نہ رکیں اور آخرت کا خوف نہ کھائیں تو آپ کی مرضی۔

اور جہاں تک معترضین کے اعتراضات کی بات ہے' اس کی حقیقت جاننے کیلئے دیکھیے حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی مختلف اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> "ان اعتراضوں میں سے (جو حضرت عثمان غنی ؓ پر کیے جاتے ہیں) ایک یہ ہے کہ آپ نے صحابہ کو حکومت سے معزول کر کے بنی اُمیّہ کے نوجوانوں کو جن کو سبقت اسلام کا شرف حاصل نہ تھا' مامور کیا مثلاً آپؓ نے بصرہ سے ابوموسیٰ کو معزول کر کے عبداللہ بن ابی عامر کو مقرر کیا اور مصر سے عمرو بن عاص کو معزول کر کے عبداللہ بن ابی سرح کو عامل مقرر کیا۔
>
> اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ عزل ونصب کو خدا نے خلیفہ کی رائے پر چھوڑ دیا ہے۔ خلیفہ کو چاہیے کہ مسلمانوں کی اصلاح اور اسلام کی

نصرت کی فکر کرے اور اسی غور و خوض سے جو رائے پیدا ہو اس پر عمل کرے اگر اس کی رائے درست ہوئی تو اس کو دُگنا ثابت ہوگا اور اگر اس کی رائے نے خطا کی تو اس کو ایک ثواب ہوگا۔ یہ مضمون رسول خدا ﷺ سے حد تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ مصلحت کی وجہ سے کبھی ایک کو معزول کر کے دوسرے کو مقرر کر دیتے جیسا کہ فتح مکہ میں انصار کے نشان کو سعد بن عبادہ سے ایک بات پر جو ان کی زبان سے نکل گئی تھی، لے کر ان کے بیٹے قیس بن سعد کو دے دیا۔ اور کبھی کسی مصلحت کی وجہ سے مفضول کو مقرر کرتے جیسا کہ اسامہ کو سردار لشکر کیا اور کبار مہاجرین کو ان کا ماتحت۔ یہ تقرر آپ نے آخر عمر میں کیا تھا۔ اسی طرح شیخین نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں کیا اور حضرت عثمان کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور دیگر خلفاء بھی ہمیشہ اس دستور پر عمل کرتے رہے۔ لہٰذا حضرت ذوالنورین سے بھی اس معاملہ میں باز پرس نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ نے مصلحت اندیشی سے کسی نوجوان کو مامور اور سن رسیدہ صحابی کو معزول کر دیا ہو۔ خاص کر ان مثالوں میں جن کو معترضین پیش کرتے ہیں تو تامل (غور وفکر) کے بعد آپ کی اصابت رائے روزِ روشن کی طرح نمایاں ہو جاتی ہے کیونکہ ہر ایک عزل و نصب سے یا تو کسی لشکر کا اختلاف رفع کرنا منظور تھا یا کسی نئے اقلیم کا فتح کرنا۔ لیکن ہوائے نفسانی نے معترضین کی نگاہوں کو اندھا کر دیا ہے"۔ (ازالۃ الخفاء اردو دوم صفحہ ۴۷۹)

"وہ رکیک قصص و حکایات جن کو اہل تاریخ بلا تحقیق نقل کرتے ہیں' مثلاً بیت المال میں اسراف کرنا یا بحر کو ملک بنانا وغیرہ۔ چونکہ ان میں سے بعض بالکل دروغ (جھوٹ) اور بعض دروغ سے ملے ہوئے ہیں اس لئے ان کو نقل کر کے ہم اپنے اوقات عزیز ضائع کرنا نہیں چاہتے"۔

(ازالۃ الخفا اردو دوم صفحہ ۴۸۱)

سیدنا عثمان ذوالنورین ﷺ سے بحیثیت انسان کوئی خطاً (اجتہادی یا غیر اجتہادی) سرزد ہو بھی گئی تو اللہ تعالیٰ اسے بخش چکا ہے۔ وہ خلیفۂ راشد ہیں۔ امت کیلئے ان کی سنّت پر عمل کرنا لازم ہے۔ اور اس میں ہدایت کی خوشخبری بھی ہے اور وہ تو فتنوں کے درمیان بھی ہدایت پر ہی تھے۔ چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں۔

''حضرت عثمان غنی ﷺ نے یوم الدار (محاصرہ کے دن) میں بیان کیا کہ رسول خدا ﷺ نے لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا کون شخص ان لوگوں (جیش العسرۃ) کو سامان دیتا ہے' خدا اس کو بخش دے۔ میں نے سب کو سامان دیا یہاں تک کہ کسی کو رسی و مہار کی کمی نہ رہی لوگوں نے کہا ہاں۔ یہ حدیث احنف بن قیس اور ابو عبدالرحمٰن اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن وغیرھم سے مروی ہے۔ بعض طریق اس کے بخاری و ترمذی میں اور بعض نسائی وغیرہ میں مذکور ہیں۔ عبدالرحمٰن ابن خباب سے اس قصہ میں مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول خدا ﷺ کو دیکھا۔ آپ منبر سے اتر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ عثمان جو کچھ اس کے بعد کریں ان پر کوئی حرج نہیں اور عبدالرحمٰن بن سمرہ سے اسی قصہ میں مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا کہ عثمان آج کے بعد جو کچھ کریں ان کو کچھ نقصان نہ پہنچائے گا۔ ترمذی نے اس کو نقل کیا''۔ (ازالۃ الخفا اردو دوم صفحہ ۴۴۷)

''جابر بن عطیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول خدا ﷺ نے حضرت عثمان سے فرمایا اے عثمان!'' خدا نے تمہیں بخش دیا جو کچھ تم نے پہلے کیا اور جو بعد میں کرو گے اور جو تم نے چھپا کر کیا اور جو تم نے ظاہر میں کیا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے'' اس کو بغوی نے اپنے معجم

میں بیان کیا ہے اور ابن غرفہ عبدی نے بھی اس کی تخریج کی ہے اور انہوں نے اتنا اور زیادہ نقل کیا ہے کہ وَمَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو آئندہ ہونے والا ہے"۔ (ازالۃ الخفا اردو دوم صفحہ ۴۳۹۔۴۴۰)

"مرّہ بن کعب نے خطبہ میں بیان کیا کہ اگر رسول خدا ﷺ سے میں نے نہ سنا ہوتا تو کھڑے ہو کر نہ بیان کرتا۔ آپ ﷺ نے فتنوں کا ذکر کیا اور بیان کیا کہ وہ بہت ہی نزدیک آنے والے ہیں۔ اتنے میں ایک آدمی چادر سے منہ لپیٹے ہوئے نکلا آپ ﷺ نے فرمایا "اس وقت یہ ہدایت پر ہوگا" میں اٹھ کر اس کے پاس گیا۔ وہ عثمان بن عفان تھے۔ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا یہی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کرکے کہا ھذا حدیث حسن صحیح"۔

(ازالۃ الخفا اردو دوم صفحہ ۴۶۱۔ ترمذی ابواب المناقب)

"عبدالرحمٰن بن محمد نے اپنے والد سے طویل قصہ میں نقل کیا ہے کہ محمد بن حاطب نے کہا۔ میں کھڑا ہوا۔ کہا یا امیر المؤمنین (حضرت علی ﷺ) میں مدینہ جانے والا ہوں۔ لوگ مجھ سے عثمان ﷺ کی بابت دریافت کریں گے' میں ان کے حق میں کیا کہوں۔ محمد بن حاطب کہتے ہیں کہ عمار بن یاسر اور محمد بن ابی بکر ناخوش ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دونوں سے کہا۔ اے عمار! اے محمد! تم عثمان کے حق میں کہتے ہو کہ انہوں نے اپنوں کی پاسداری کی اور بری طرح حکومت کی اور تم نے ان سے بدلہ لیا ہے اور عنقریب حاکم عادل کے پاس جاؤ گے وہ تمہارا فیصلہ کرے گا۔ پھر کہا۔ اے محمد بن حاطب جب تم مدینہ جاؤ اور لوگ عثمان کی بابت تم سے دریافت کریں تو کہنا کہ خدا کی قسم وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کی یہ صفت ہے کہ "الذین آمنوا ثم اتقوا و آمنوا ثم

اتقوا واحسنوا واللّٰہ یحب المحسنین ٥ وعلی اللّٰہ فلیتو کل المؤمنون"۔ یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے پھر پرہیزگاری کی پھر ایمان لائے پھر پرہیزگاری کی اور احسان کیا اور خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور مومنوں کو خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے"۔

(ازالۃ الخفا اردو دوم ص ۴۶۴)

لیکن نہ معلوم مودودی صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پڑھا ہے یا نہیں۔ اور ان کی ان تصریحات کو بھی دیکھا ہے یا نہیں' یا پھر ان کے دل میں بھی بغض صحابہ کی بیماری سرایت کر چکی تھی' کہ نہ تو انہیں قرآن و حدیث کی صریح ہدایات قبول ہوئیں اور نہ ہی علمائے دین کی تصریحات پسند آئیں' اور شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے بقول خود دریا برد کیے جانے کے لائق غلط سلط تاریخی روایات کو قرآن و حدیث پر ترجیح دی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی کوئی پروانہ کی۔ حالانکہ مومن قرآن و حدیث کے برحق ہونے پر ایمان رکھتا ہے نہ کہ قرآن و حدیث کی مخالف کسی تاریخ پر۔ مومن ہر فیصلہ قرآن و حدیث سے حاصل کرتا ہے بلکہ خدا و رسول ﷺ پر ایمان لانے کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اللہ و رسول ﷺ کے فیصلوں کو جس نے بھی ٹھکرایا وہ بے ایمان ہی مرے گا۔

پس کوئی بھی اختلاف ہو اور کوئی بھی نزاع ہو' اس کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ قرآن و حدیث سے ہوگا' اور ہر وہ روایت اور نظریہ جو قرآن و حدیث کے خلاف ثابت ہو جائے اسے رد کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اگر قرآن و حدیث کے خلاف کسی تاریخی بیان پر اعتماد کر لیا گیا تو اس سے قرآن و حدیث کی تکذیب لازم آئے گی اور ایمان کا خاتمہ ہو جائے گا۔ گویا مومن کیلئے قرآن و حدیث کے فیصلوں کو تاریخی روایات پر ترجیح دینا لازم ہے۔ البتہ اگر تاریخ قرآن و حدیث کی تائید کرے تو پھر کوئی نزاع اور اختلاف ہی نہیں لہٰذا یہ قبول ہے اور قرآن و حدیث سے رجوع کرانے سے مقصود بھی

یہی ہے۔

مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اصول عقیدہ بھی یہی ہے کہ سب سے مقدم قرآن کریم ماننا چاہیے۔اس کے خلاف جس قدر باتیں ہوں ان کی طرف التفات یا عمل جائز نہیں۔ پھر حدیث نبوی پر عمل ضروری ہے' اگر اس کے خلاف کوئی تاریخ و سیر ہو تو متروک العمل قرار پاتی ہے۔اس کے بعد جو تاریخ اور قصائص ایسے ہیں جن کو قرآن و حدیث کے مقابلہ میں ماننے سے نقض اخبار قرآنی اور فرمان حبیب رحمانی لازم نہ آئے تو ان کو مانا جاتا ہے"۔

(اوراق غم ص ۲۹۲)

صحابی کی تعریف

امام المحدثین حضرت امام بخاری ﷫ رقم طراز ہیں:

"مَنْ صَحِبَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْرَاٰہُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَھُوَ مِنْ اَصْحَابِہٖ"۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۵۱۵ باب فضائل اصحاب النبی ﷺ)

ترجمہ: جس مسلمان نے حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت اختیار کی یا آپ کو دیکھا تو وہ آپ کا صحابی ہے۔

اور حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ھُوَ مَنْ لَقِیَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِہٖ وَمَاتَ عَلَی الْاِسْلَامِ الخ" (شرح نخبۃ الفکر مترجم ص ۱۷۰)

ترجمہ: (صحابی) وہ ہوتا ہے کہ جس نے حضور نبی اکرم ﷺ سے حالت ایمان میں ملاقات کی ہو اور اسلام پر ہی اس کی وفات ہوئی ہو۔

اور مفسر قرآن جناب مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''صحابی وہ خوش نصیب مومن ہیں جنہوں نے ایمان و ہوش کی حالت میں حضور سید عالم ﷺ کو ایک نظر دیکھا یا انہیں حضور کی صحبت نصیب ہوئی پھر ان کو ایمان پر خاتمہ بھی نصیب ہوا''۔ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک نظر ص ۱۰)

اسی طرح مفسر قرآن مولانا محمد نبی بخش حلوائی کہتے ہیں:

''صحابی وہ عظیم شخصیت ہے جس نے دولت ایمان حاصل کی اور حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل کیا پھر آخر تک اس ایمان وایقان پر قائم رہا''۔ (النار الحامیہ لمن ذم المعاویہ ص ۲۷)

الحمدللہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ''صحابی کی تعریف'' ہر لحاظ سے صادق آتی ہے اور یقیناً آپ جناب رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں' لہٰذا قرآن وحدیث نے صحابیت کے جس قدر فضائل بیان فرمائے ہیں' وہ سب کے سب آپ کو حاصل ہیں۔ قرآن وحدیث میں وارد ہونے والے کل فضائل کا مکمل احاطہ تو ممکن نہیں لہٰذا ہم ان میں سے بعض فضائل پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں' ذوق وشوق سے ملاحظہ فرمایئے' انشاء اللہ ایمان تازہ ہو جائے گا۔

صفات صحابہ اللہ کا قرآن بیان کرتا ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفات بیان فرماتا ہے۔ دیکھئے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ج وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ج كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ

فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَاللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔(الفتح۔۲۹)

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اوران کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اورآپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل ورضا چاہتے۔ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اوران کی صفت انجیل میں جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں ایمان اوراچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔(کنزالایمان)

محدث جلیل امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ آیت جن عظیم مطالب پر مشتمل ہے ذرا ان پر غور کیجئے۔ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" یہ جملہ مشہود بہ کو واضح کرنے والا ہے جسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں بیان کیا گیا ہے۔هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا" اس قول میں رسول کریم ﷺ کی بہت تعریف کی گئی ہے پھر آپ کے اصحاب کی تعریف اس قول الٰہی میں ہے کہ:"وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ" جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ اذلة عَلَى المؤمنين اعزه على الكافرين يجاهدون فى سبيل الله ولا يخافون لومة لائم ذالك فضل الله يوتيه من يشآء والله واسع عليم"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی شدت اور سختی کفار کیلئے ہے اور ان کی نرمی، نیکی، مہربانی اور عاجزی مومنین کیلئے ہے' پھر ان کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت اور اس کی رضامندی کے حصول کیلئے اخلاص اور بڑی امید کے ساتھ بکثرت اعمال بجالاتے ہیں اور ان کے اعمال صالحہ کے اخلاص کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہیں یہاں تک کہ جس شخص نے ان کی طرف دیکھا ان کے حسن کی علامات ہدایت نے اسے حیران کر دیا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب عیسائیوں نے شام کے فتح کرنے والے صحابہ کو دیکھا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم! حواریوں کے متعلق جو باتیں ہمیں پہنچی ہیں یہ ان سے بہتر ہیں' اور ان کی یہ بات بالکل سچ ہے کیونکہ اس امت محمدیہ اور خصوصاً صحابہ کرام کا ذکر کتب میں بڑی عظمت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا:

"ذالك مثلهم في التورا ة ومثلهم في الانجيل" یعنی ان کے اوصاف کا ذکر تورات میں ہے اور انجیل میں' ان کا ذکر اس طرح ہے کہ جیسے کھیتی اپنا گابھا نکالتی ہے پھر اسے مضبوط بناتی ہے پھر وہ موٹا ہو کر جوان ہو جاتا ہے اور بونے والے کو اپنی شدت و قوت اور حسن منظر سے تعجب میں ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ کے اصحاب ہیں انہوں نے رسول کریم ﷺ کو تقویت دی۔ تائید کی اور ان کی مدد کی اور جس طرح گابھا کھیتی کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح صحابہ کرام آپ کے ساتھ رہے تاکہ کفار ان کو دیکھ دیکھ کر غیظ و غضب میں آئیں۔

اس آیت سے امام مالک نے روافض کے کفر کا مفہوم اخذ کیا ہے جو آپ کی ایک روایت میں بیان ہوا ہے کیونکہ یہ لوگ صحابہ سے بغض

رکھتے ہیں (حضرت امام مالک) فرماتے ہیں کیونکہ صحابہ ان لوگوں کو غصہ دلاتے ہیں اور جسے صحابہ غصہ دلائیں وہ کافر ہے۔ یہ ایک اچھا ماخذ ہے جس کی شہادت آیت کے ظاہری الفاظ سے ملتی ہے۔ حضرت امام شافعی نے بھی روافض کے کفر میں آپ سے اتفاق کیا ہے۔ اسی طرح ائمہ کی ایک جماعت بھی اس معاملہ میں آپ سے متفق ہے"۔

(الصواعق المحرقہ اردو ص ۶۹۵۔۶۹۶)

امام یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمۃ اللہ علیہ دیگر نو (۹) آیات مقدسہ کے ساتھ اس آیہ کریمہ کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"واضح رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی المرتضیٰ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم یقیناً ان آیات مقدسہ کے مصادیق میں شامل ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ان آیات کے عموم میں داخل ہیں کیونکہ یہ صرف مرد صحابہ کرام ہی سے مختص نہیں۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہما بھی بلاشبہ ان اکثر آیات کے مفہوم و مصداق میں شامل ہیں جو سابقین اولین کے ساتھ خاص نہیں۔ لیکن حیرانی ہے کہ جب بادشاہ اپنی رعیت کے سامنے کسی گروہ کی مدح بیان کرے اور کمالات ظاہر کرے تو وہ رعیت قبول کرنے کی بجائے اس گروہ سے بغض و عداوت رکھے اور ان کی مذمت میں زبان کھولے کیا' ایسے طعنہ جو لوگ اس طرز عمل سے بادشاہ کی خوشنودی کے سزاوار ہوں گے یا ناراضی کے؟ بلاشبہ یہ لوگ بادشاہ کے قہر و غضب اور ناراضی کے حق دار ہوں گے اور یہ ایسی بات ہے جس میں کسی عقلمند کو قطعاً شک نہیں ہو سکتا..........................

پھر قیاس کیجئے ان لوگوں کی حماقت کا جو شہنشاہِ مطلق (اللہ

تعالیٰ) کی اس بات میں مخالفت کرتے ہیں کہ وہ اپنے پاکباز بندوں کی تعریف فرماتا ہے انہیں پروانۂ رضا عطا کرتا ہے کیا ممکن ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہونے اوران کی تعریف کرنے میں غلطی پر ہو؟ (ہرگز نہیں) پھر فیصلہ کیجئے کہ ان سے محبت رکھنی چاہیے یا نفرت و عداوت' جبکہ مالک ارض وسماان سے راضی ہونے اوران کوسزاوارلطف و کرم ٹھہرانے کا صریح اعلان فرما چکا ہےاور کیا ان اہلِ بغض وعداوت کو حق حاصل ہے کہ ان پاکانِ امت کی قرآنی تعریف سننے کے بعد بھی ان کی شان میں زبان درازی سے کام لیں؟.........................

اللہ تعالیٰ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہونا اوران کی مدح وثناء کرنا ابدالآباد کیلئے کلام قدیم یعنی قرآن حکیم میں ثابت ہو چکا ہےاور اللہ کے کلام کوکوئی کلام منسوخ نہیں کرسکتا۔اس اعلان رضا کے وقت اللہ تعالیٰ سے یہ بات مخفی نہ تھی کہ صحابہ کرام سے مستقبل میں کن اعمال وافعال کا صدور ہونے والا تھا۔اس کے باوجود اس کا ان سے راضی ہونا اوران کے حق میں توصیفی کلمات فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ بارگاہ الٰہی میں ان کا بڑا مقام ہے۔اس لئے ہم پرلازم ہے کہ اس کی رضا اور مدح وثنا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور اعتقاد رکھیں کہ بالفرض ان سے کوئی عملی کوتاہی صادر ہوئی ہوتو وہ اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت ومغفرت میں آچکی ہے وہ اس پر گرفت نہیں فرمائے گا۔یا ایسی کوتاہی کی تاویل کر کے اس ظاہر سے پھیر کراس کا کوئی عمدہ محمل تلاش کرنا چاہیے۔یہی علمائے اہلسنت[1] کا ہمیشہ سے وتیرہ رہا ہےاوراس کی تائید نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے بھی ہوتی ہے۔آپ ﷺ نے اہلِ

---

[1] جیسا کہ ہم پچھلے صفحات میں امام نووی اوردیگر علماء سے نقل کر چکے ہیں۔

بدر کے حق میں فرمایا:

وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ اللّٰهُ وَاطَّلَعَ عَلٰی اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ لَهُمُ افْعَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔

ترجمہ: تمہیں کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر خصوصی نگاہ کرم فرمائی اور ان سے ارشاد فرمایا اے اہلِ بدر! تم جو چاہو کرو میں تمہیں بخش چکا ہوں۔

یہ بات ثابت و محقق ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بدری صحابہ ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جن سے اہل رفض کو عداوت ہے۔

ایسے ہی فضائل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (آپ بھی اہلِ بدر میں شامل ہیں) کے ہیں' مثلاً انہوں نے غزوۂ تبوک کے موقع پر جیشِ عسرت کی تیاری میں سات سو (۷۰۰) اونٹ مع سامان و پالان دیئے اور ایک ہزار دینار بارگاہِ رسالت میں پیش کیے تو نبی اکرم ﷺ نے خوشی سے ان دیناروں کو اچھال کر فرمایا:

"غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا عُثْمَانُ"۔

ترجمہ: عثمان! اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما چکا ہے۔

پھر فرمایا:

آج کے بعد عثمان سے جو عمل بھی صادر ہوگا اس سے انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچے گا، یعنی اللہ تعالیٰ اس پر گرفت نہیں فرمائے گا۔............

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور انعام و احسان کی بے کرانیوں کا تصور کیجئے جس کی حقیقت کا اظہار زبان و قلم سے ممکن نہیں۔ اس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے راضی ہونے کا ذکر بڑی صراحت سے فرمایا ہے اور ان کے حسنِ عمل کو سراہا ہے کہ انہوں نے دین

حق کی حمایت و خدمت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و نصرت میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور جانثاری اور سرفروشی کا حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے اوصاف جمیلہ کا ذکر جن کی وجہ سے وہ لائق تحسین ہیں' ان الفاظ سے شروع فرمایا۔

"اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ"

یعنی وہ کافروں پر سخت اور آپس میں بڑے رحیم ہیں۔

(کمالات اصحاب رسول ﷺ ص ۱۰۵ تا ۱۰۹ اُردو ترجمہ الاسالیب البدیعہ فی فضل صحابہ و اقناع الشیعہ)

ایمانِ صحابہ ایمان کی کسوٹی ہے

اللہ رب العزت قرآن کریم میں ایمانِ صحابہ کو ایمان و ہدایت کی کسوٹی قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ اگر دیگر لوگ انہیں کی طرح ایمان لائیں تو وہ بھی ہدایت پا جائیں۔ فرمایا:

۱) فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا۔ (البقرہ۔۱۳۷)

ترجمہ: پھر اگر وہ بھی یوں ہی ایمان لاتے جیسا (اے صحابہ!) تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے۔

اس آیہ مقدسہ کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ مومن وہ ہے جس کا ایمان صحابہ کرام (کے ایمان) کی طرح ہو جو ان کے خلاف ہو وہ کافر ہے وہ حضرات ایمان کی کسوٹی ہیں"۔ (نورالعرفان)

۲) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔ (البقرہ۔۱۳)

ترجمہ: اور جب ان (منافقوں) سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ (یعنی صحابہ) ایمان لائے ہیں تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے

آئیں۔سنتا ہے وہ احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔(کنزالایمان)

مفسر قرآن مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہٗ اس آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

"معلوم ہوا کہ ایمان وہی (مقبول) ہے جو صحابہ کی طرح ہو۔

صحابہ ایمان کی کسوٹی ہیں جس کا ایمان ان (کے ایمان) کی طرح نہیں وہ

بے ایمان ہے"۔(نورالعرفان)

صحابہ ﷺ ہدایت کے تارے ہیں

جناب رسول خدا حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدایت کے تارے فرمایا۔حدیث پاک ملاحظہ ہو:

عَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَأَلْتُ رَبِّيْ عَنْ اِخْتِلَافِ اَصْحَابِيْ مِنْ بَعْدِيْ فَاَوْحٰى اِلَيَّ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِيْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَآءِ بَعْضُهَا اَقْوٰى مِنْ بَعْضٍ وَّلِكُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَيْءٍ مِّمَّاهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِيْ عَلٰى هُدًى قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ۔(مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

ترجمہ: روایت ہے حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے متعلق سوال کیا جو میرے بعد ہوگا۔تو مجھے وحی فرمائی کہ اے محمد (ﷺ) تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی طرح ہیں کہ ان کے بعض، بعض سے قوی ہیں اور سب میں نور ہے تو جس نے ان کے اختلاف میں سے کچھ حصہ لیا جس پر وہ ہیں تو وہ میرے نزدیک

ہدایت پر ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے“۔

صحابہ رضی اللہ عنہم متقی اور عادل ہیں

تمام عبادات کا حاصل تقویٰ اور عدالت ہے۔ اسی سے بندہ کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت و کرامت اور ولایت حاصل ہوتی ہے اور تقویٰ کسی دعوے اور مظاہرے کا مرہون منت نہیں بلکہ تقویٰ شعار وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ متقی فرمائے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے صحابہ کو متقی فرما رہا ہے۔

۱) وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ (الفتح۔۲۶)

ترجمہ: اور پرہیزگاری کا کلمہ ان (صحابہ) پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (کنزالایمان)

مفسر قرآن جناب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں۔

”یہ کلمہ تقویٰ یعنی ایمان و اخلاص ان (صحابہ) سے جدا ہو سکتا ہی نہیں۔ اس (آیت) میں ان سب کے حسن خاتمہ کی یقینی خبر ہے کہ ان صحابہ کرام سے دنیا میں، وفات کے وقت، قبر میں اور حشر میں تقویٰ جدا نہ ہو سکے گا۔ ”اَحَقَّ“ اسم تفضیل ہے..... یعنی یہ صحابہ تمام نبیوں کے صحابہ سے یا تمام مسلمانوں سے یا تمام فرشتوں سے بڑھ کر کلمہ تقویٰ کے حقدار ہیں (اور اَهْلَهَا کے تحت فرماتے ہیں) کیونکہ رب تعالیٰ نے ان بزرگوں کو اپنے محبوب کی صحبت، قرآن کریم کی خدمت اور دین کی حفاظت کیلئے چنا ہے اگر ان میں کچھ بھی نقصان ہوتا تو اس پاکوں کے سردار محبوب (ﷺ) کی ہمراہی

کیلئے ان کا چناؤ نہ ہوتا۔ موتی ہر ڈبیہ میں نہیں رکھا جاتا۔ اس کیلئے خاص قیمتی ڈبہ ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں کلمہ تقویٰ سے مراد یا کلمہ طیبہ ہے یا وفاداری یا ہر قسم کی ظاہری و باطنی پرہیزگاری "وھو الظاھر" رب تعالیٰ جسکے ساتھ پرہیزگاری لازم کردے اسے جدا کرنے والا کون"۔ (نورالعرفان)

"کوئی صحابی فاسق یا فاجر نہیں سارے صحابہ متقی پرہیزگار ہیں یعنی اولاً تو ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتے اور اگر سرزد ہو جائیں تو رب تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے اور وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ! مجھے پاک فرمادیں۔ صحابیت اور فسق جمع نہیں ہو سکتے۔ جیسے اندھیرا اور اجالا جمع نہیں ہو سکتے۔ جس طرح سارے نبی گناہ سے معصوم ہیں ایسے ہی سارے صحابہ فسق سے مامون و محفوظ ہیں کیونکہ قرآن کریم نے ان سب کے عادل متقی پرہیزگار ہونے کی گواہی دی اور ان سے وعدہ فرمایا مغفرت و جنت کا"۔

آگے یہی آیت اور چند دیگر آیات نقل کرنے کے بعد فرمایا

"یہ صفات فاسقوں کے نہیں ہو سکتے۔ بہر حال سارے نبی علیہم السلام معصوم اور سارے صحابہ فسق سے محفوظ ہیں۔

تاریخی واقعات ۹۵ فیصد[1] غلط اور بکواس ہیں۔ تاریخ اپنے مصنف کی آئینہ دار ہوتی ہے ان میں روافض اور خوارج کی آمیزشیں بہت زیادہ ہیں۔ جو تاریخی واقعہ کسی صحابی کا فسق ثابت کرے وہ مردود ہے کیونکہ قرآن انہیں عادل متقی فرما رہا ہے۔ قرآن سچا ہے اور تاریخ جھوٹی۔ مورخ یا محدث یا راوی کی غلطی مان لینا آسان ہے مگر صحابی کا

---

[1] اسی طرح مودودی صاحب اسلامی تاریخ کا ۹۰ فیصد بلکہ اس سے بھی زیادہ حصہ دریابرد کردینے کے لائق قرار دیتے ہیں۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۰۷ حاشیہ)

فسق ماننا مشکل ہے کیونکہ اُسے فاسق ماننے سے قرآن کی تکذیب لازم آئے گی"۔(امیر معاویہ ﷺ پر ایک نظر صفحہ ۱۳تا۱۵)

صاحب تفسیر ضیاء القرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت اپنی عالمانہ تحقیق کے بعد فرماتے ہیں۔

"صحابہ کرام پر یہ نوازشات کسی ایسی ہستی نے نہیں فرمائیں' جو ظاہر کو تو جانتی ہو باطن سے بے خبر ہو، زبان پر آنے والے کلمات کو تو سن لے لیکن نہاں خانہ دل میں جذبات واحساسات کی زبان سے نا آشنا ہو۔ حال میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات اور رونما ہونے والے حادثات کو تو وہ جانتا ہو لیکن مستقبل میں کیا ہوگا۔کوئی کل کیا کرے گا اس کا اُسے پتہ نہ ہو۔یوں اپنی آگاہی کی خامی اور علم کی ناتمامی کے باعث اس نے صحابہ کرام کی وقتی قربانیوں اور ظاہری وفاداریوں اور زبانی دعوؤں سے متاثر ہو کر انہیں شاندار القابات اور ان بشارات سے نواز دیا ہو اور اس کے بعد ان لوگوں نے ایسی حرکتیں کی ہوں اور ایسے جرائم کا ارتکاب کیا ہو کہ ان القابات و بشارات کے مستحق نہ رہے ہوں اور انہیں ان سعادتوں سے بعد میں محروم کر دیا گیا ہو۔اس قسم کی ابلیسی تلبیسات اور شیطانی وساوس کا بھی اس آخری جملہ (وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا) سے خاتمہ کر دیا۔فرمایا اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔کسی شخص کا باطن، کسی سے آئندہ زمانے میں کیسے افعال سرزد ہوں گے اور مرنے سے پہلے کیا کیا حرکتیں کرے گا مخفی نہیں اور سب کچھ جاننے والے نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کے وفا شعار صحابہ کو ان انعامات، احسانات اور نوازشات سے سرفراز فرمایا ہے"۔(ضیاء القرآن جلد ۴ص ۵۶۳۔۵۶۴)

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔

"حق تعالیٰ شانہ کا بہت ہی بڑا فضل و احسان امت محمدیہ کے حال پر ہے کہ ہمارے سلف پر صحابہ کی فضیلت کو پوری طرح منکشف کر دیا کہ سب نے اس پر اجماع و اتفاق کر لیا کہ "الصحابة کلهم عدول وافضل الخلق بعد الانبیاء اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم" یعنی صحابہ سب کے سب معتبر اور ثقہ ہیں اور ان میں کوئی شخص بھی غیر معتبر نہیں اور تمام مخلوق میں بعد انبیاء علیہم السلام کے سب سے زیادہ افضل صحابہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس مسئلہ کا انکشاف ہمارے حق میں بہت ہی بڑی رحمت ہے۔

اور وہ رحمت یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی حق تعالیٰ شانہ کو اس دین کی حفاظت ہی منظور ہے۔ اگر حضرات صحابہ کے متعلق ہمارا یہ اعتقاد نہ ہوتا بلکہ خدانخواستہ ان کے غیر معتبر ہونے کا یا ان کی نسبت خیانت کرنے کا کچھ بھی شبہ ہوتا تو شریعت کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ قرآن و حدیث کی بابت طرح طرح کے خیالات و شبہات پیدا ہوتے اور کسی طرح دل کو اطمینان نصیب نہ ہوتا اور صحابہ کی نسبت حضرات سلف صالحین کا یہ اجماع محض حسن اعتقاد ہی کی بنا پر نہیں بلکہ خود ان کے احوال و اعمال سے ان کی دیانت اور راست بازی و پرہیزگاری ایسی کھلی ہوئی نظر آتی ہے کہ موافق تو موافق مخالف تک اس کا اقرار کئے ہوئے ہیں جس پر تاریخ شاہد ہے۔ جس کے بعد اس قول میں کچھ بھی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ "الصحابة کلهم عدول"

(مفاسد گناہ۔ مواعظ اشرفیہ ج ۱۸ ص ۲۲۹)

اور سنیئے اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

۲) اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (الحجرات ۳)

ترجمہ: بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کیلئے پرکھ لیا ہے ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (کنزالایمان)

''معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے دل رب نے تقویٰ کیلئے پرکھ لئے ہیں جو انہیں فاسق مانے وہ اس آیت کا منکر ہے''۔ (نورالعرفان)

گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متقی ہیں انہیں فسق سے بری جاننا اور ان کی عدالت کا اعتقاد رکھنا یعنی تمام صحابہ کو عدول ماننا ضروری ہے۔ حضور نبی اکرم رسول معظم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ قدسی صفات لوگ ہیں جن کے ایمان واخلاص' صدق وصفا، دیانت وامانت اور تقویٰ وطہارت کی گواہی' قرآن وحدیث دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جن کی شان میں ''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ اور هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا'' ایسی آیات قرآنی نازل فرما کر ان کی سچائی اور خوبیاں بیان کرتا ہے۔ ان کی عدالت میں کون شک کرسکتا ہے۔ پس ''اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ'' کا اعتقاد قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے اور الحمد للہ اہلسنّت کا اس پر اتفاق ہے۔ حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ مجددی مظہری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر مظہری سے منقول ہے۔

''اصحاب رسول تمام کے تمام عادل اور منصف تھے اگر کسی سے کوئی غلطی ہوئی بھی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کردیا تھا وہ خاطی اور عاصی نہ رہے تھے وہ تائب اور مغفور تھے۔ نصوص قرآنی اور متواتر احادیث ان کی عظمت کے گواہ ہیں''۔ (الناہیہ الحامیہ لمن ذم المعاویہ ؓ ص ۹۳)

حضرت امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علامہ سعد الدین تفتازانی سے نقل فرماتے ہیں۔

"اہل حق کا اتفاق ہے کہ ان تمام امور میں حضرت علی ﷺ حق پر تھے اور تحقیق یہ ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اور تمام جنگیں اور اختلافات تاویل پر مبنی ہیں ان کے سبب کوئی عدالت سے خارج نہیں کیونکہ وہ مجتہد ہیں"۔

(برکات آل رسول ﷺ اردو ترجمہ الشرف المؤبد ص ۲۸۱۔۲۸۲)

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے فرمایا:

"حضور ﷺ کے تمام صحابہ کرام کے متعلق ان کی گستاخی سے اپنی زبان ہمیشہ بند رکھنی چاہیے اس وجہ سے جو کہ ان کے درمیان کچھ اختلاف واقع ہوا ہے اور اس بات پر ایمان رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اجتہادی خطاؤں پر بھی انہیں ضرور ثواب عطا فرمائے گا۔ اس بات پر اہلسنت کا مکمل اتفاق ہے چاہے ان میں سے کوئی صحابی تنازعات میں شامل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو کیونکہ وہ سب ہی عادل وثقہ تھے"۔ (کُلُّهُمْ عُدُوْلٌ)

(مناقب سیدنا امیر معاویہ ﷺ ص ۷۲ بحوالہ شواہد الحق ص ۴۷۸)

محقق ابن ہمام حنفی اور علامہ ابو شریف شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی "مسایرہ" اور اس کی شرح "مسامرہ" سے منقول ہے فرمایا:

"اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ تمام صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے وجوب تزکیہ کا ہے کہ سب کی عدالت مان لی جائے اور ان میں طعن کرنے سے روکا جائے اور ان کی ایسی ثنا وصفت کی جائے جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جتنی امتیں لوگوں کیلئے بنائی گئی ہیں ان میں تم سب سے بہتر ہو"۔ اور فرماتا ہے: "ہم نے تم کو متوسط بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو"۔ (فضائل حضرت امیر معاویہ ﷺ ص ۲۳)

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی جناب شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قرآن وحدیث کے احکام شرعیہ جو ہم تک پہنچے ہیں صحابہ کرام کی نقل وروایت اور واسطہ سے پہنچے ہیں۔ جب صحابہ کرام مطعون ہوں گے تو ان کی نقل وروایت بھی مطعون متصور ہوگی اور احکام شرعیہ کی نقل وروایت چند صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام صحابہ کرام عدالت، صدق اور تبلیغ دین میں برابر ہیں۔ پس کسی ایک صحابی میں طعن و عیب دین میں طعن وعیب تسلیم کرنے کو مستلزم ہے۔ والعیاذ باللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ ...... اصول میں تمام صحابہ کرام کی متابعت ضروری ہے اور ان کا آپس میں اصول کے اندر کوئی اختلاف نہ تھا۔ ان کا آپس کا اختلاف صرف فروع سے تعلق رکھتا تھا اور وہ شخص جو بعض صحابہ میں عیب نکالتا ہے سب کی متابعت سے محروم ہے بلاشبہ تمام صحابہ کرام اصول میں باہم بالکل متفق تھے ...... شریعت حقہ کے مبلغ تمام صحابہ کرام ہیں جیسا کہ مذکور ہوا۔ کیونکہ تمام صحابہ عدول ہیں۔ (اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ) ہر ایک کی نقل وروایت کے ذریعے شریعت کا کچھ نہ کچھ حصہ ہم تک پہنچا ہے"۔ (مکتوبات دفتر اوّل حصہ دوم مکتوب نمبر ۸۰)

شارح صحیح مسلم شیخ الاسلام امام یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضرت علی کی خلافت بالاجماع صحیح ہے اور اپنے وقت میں وہی خلیفہ تھے ان کے علاوہ کسی کی خلافت نہیں تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عادل فضلاء صحابہ نجباً میں سے ہیں۔ ان میں جو جنگیں ہوئیں ان میں ہر فریق کو کوئی شبہ لاحق تھا اور ہر فریق کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ صحت اور ثواب پر ہے اور تمام صحابہ نیک اور عادل ہیں (كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ") جنگ اور دوسرے نزاعی معاملات میں ہر فریق کی ایک تاویل تھی اور اس میں اختلاف کی وجہ سے کوئی صحابی عدالت اور نیکی سے خارج نہیں ہوتا"۔

(نووی شرح مسلم ج ۲، ص ۲۷۲ باب فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم)

محدث جلیل امام احمد ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اہلسنت و جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ سب صحابہ کرام کو عادل قرار دے کر انہیں پاک قرار دیں اور ان پر طعنہ زنی نہ کریں اور ان کی ثناء کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب کی آیات میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔ جن میں سے ایک آیت یہ ہے: کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" پس اللہ تعالیٰ نے دیگر امتوں پر ان کی بھلائی کو ثابت فرمایا ہے۔؛ اور کوئی چیز اس الٰہی شہادت کی ہم پلہ نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حقیقت اور ان کی خوبیوں کو سب سے بہتر جاننے والا ہے۔ بلکہ ان امور کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہوسکتا پس جب خدا تعالیٰ نے گواہی دے دی کہ وہ خیر الامم ہیں تو ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ یہی ایمان و اعتقاد رکھے۔ اگر کوئی شخص یہ ایمان و اعتقاد نہیں رکھتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خبروں کی تکذیب کرتا ہے۔ بلاشبہ وہ شخص جو اس چیز کی حقیقت میں جس کے بارے میں اللہ خبر دے چکا ہے شک کرتا ہے وہ مسلمانوں کے اجماع سے کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک اور آیت میں فرماتا ہے:

كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔

ترجمہ: اس طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔

حقیقتاً اس سے پہلی آیت اور اس میں صحابہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے بالمشافہ خطاب کیا گیا ہے۔ قدرت الٰہی پر غور کرو اللہ تعالیٰ نے ان کو عادل اور نیک بنایا ہے تا کہ یہ قیامت کے روز بقیہ امتوں پر گواہ ہوں...... قرآن کریم پر ایمان لانے سے یہ بات لازم آتی

ہے کہ جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے اس پر ایمان لایا جائے اور آپ کو یہ علم ہو چکا ہے کہ قرآن کریم میں صحابہ کو خیر الامم، عادل اور نیک قرار دیا گیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو رسوا نہیں کرے گا اور وہ ان سے راضی ہے۔ اب جو شخص ان کے متعلق ان باتوں کی تصدیق نہ کرے وہ قرآن کریم کے بیان کا مکذب (جھٹلانے والا) ہے اور جو قرآن پاک کے بیان کی ایسی تکذیب کرے جس کی کوئی تاویل نہ کر سکے وہ کافر، منکر، ملحد اور دین سے خارج ہے"۔.......................

ابو زرعہ الرازی جو اپنے زمانے کے امام اور مسلم کے اجل شیوخ میں سے ہیں کہتے ہیں کہ جب تو کسی شخص کو اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی کی تنقیص کرتے دیکھے تو سمجھ لے کہ وہ شخص زندیق ہے۔ اس لئے کہ حدیث رسول کریم ﷺ قرآن پاک اور جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے سب برحق ہے اور یہ سب صحابہ کرام ہی کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ پس جو شخص صحابہ پر جرح کرتا ہے وہ کتاب وسنت کو باطل قرار دیتا ہے اور ایسے شخص پر جرح کرنا اور اس پر ضلالت، زندقیت اور کذب وفساد کا حکم لگانا زیادہ مناسب اور درست ہے"۔ (الصواعق المحرقہ اردو ص ۶۹۱، ۶۹۳، ۶۹۸)

یاد رہے کہ صحابہ کرام کا فسق وفجور سے بری اور عدالت سے موصوف ہونا عقائد کا مسئلہ ہے جو فروعی نہیں بلکہ اصولی ہے اور محدثین کا دستور ہے کہ وہ فاسق وفاجر کی روایت کو صحیح نہیں مانتے۔ اگر معاذ اللہ کسی صحابی مثلاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق قرار دیا جائے تو نہ صرف یہ کہ "اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ" کا عقیدہ سلامت نہیں رہے گا بلکہ ان کی روایت کردہ ۱۱۶۳ احادیث بھی مجروح ہو جائیں گی۔ اور صحیح یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صفت عدالت سے متصف تھے۔ اُن پر اہلسنّت کے کسی فرد نے آج تک فسق کا الزام نہیں لگایا۔

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ”بروایت متعدد ہ یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاویہ ؓ کو اپنا منشی اور کاتب وحی بنایا تھا اور آپ اسی کو کاتب بناتے تھے جو ذی عدالت اور امانت دار ہو“۔ (ازالۃ الخفاء اردو اوّل ص ۳۴۴۔۳۴۵)

بلکہ آپ ہی پر کیا موقوف محدثین نے تمام صحابہ کو جرح سے بلند سمجھا ہے اور کسی بھی صحابی پر کبھی کوئی تنقید نہیں کی۔ اور جس صحابی سے جو روایت ملی اسے حق جان کر قبول کر لیا اور یہ گویا ان کی عدالت کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے اور قرآن وحدیث کی تصریحات عدالت صحابہ پر ایسے گواہ ہیں کہ منکر کا اپنا ایمان ہی برباد ہو جاتا ہے۔

اب وہ لوگ جو قرآن وحدیث پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اور خدا اور روز جزا کو دل سے مانتے ہیں ذرا انصاف سے فرمائیں کہ جن خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تقویٰ کی گواہی خود خدا تعالیٰ قرآن کریم میں اسم تفضیل ”اَحَقّ“ کے ساتھ دے ان کے اعلیٰ درجہ کے تقویٰ اور عدالت کا کوئی کیونکر انکار کر سکتا ہے؟ کوئی مسلمان تو ایسی جرأت ہرگز نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی صحابہ کرام کے تقویٰ اور ان کی عدالت کا انکار کرے انہیں حجت شرعی کا مخالف گردانتے ہوئے غیر آئینی طرز عمل کا مرتکب قرار دے تو کیا یہ قرآن وحدیث کی مخالفت اور انکار نہیں؟ ایسے شخص کے اسلام وایمان کا کیا بنے گا۔ جیسا کہ بانی جماعت اسلامی مولانا مودودی نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت امیر معاویہ ؓ کو غیر آئینی (غیر شرعی) طرز عمل کا مرتکب قرار دیا ہے استغفر اللہ دیکھئے مودودی صاحب کہتے ہیں:

> ”حضرت عثمان کے خون کا مطالبہ، جسے لے کر دو طرف سے دو فریق اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک طرف حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ وزبیر (ؓ) اور دوسری طرف معاویہ (ؓ) ان دونوں فریقوں کے مرتبہ و مقام اور جلالت قدر کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے بھی یہ کہے بغیر چارہ نہیں

کہ دونوں کی پوزیشن آئینی حیثیت سے کسی طرح درست نہیں مانی جاسکتی"۔ (خلافت وملوکیت ص ۱۴۴)

"اس سے بدرجہا زیادہ غیر آئینی طرز عمل دوسرے فریق یعنی حضرت امیر معاویہ ﷺ کا تھا جو معاویہ بن ابی سفیان کی حیثیت سے نہیں بلکہ شام کے گورنر کی حیثیت سے خون عثمان کا بدلہ لینے کیلئے اٹھے"۔

(خلافت وملوکیت ص ۱۲۵)

اب فرمایئے مولانا مودودی نے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غیر آئینی یعنی غیر شرعی طرز عمل کا مرتکب قرار دے کر کیا معاذ اللہ فاسق اور حد شریعت کو توڑنے والا نافرمان نہیں کہا؟ کیا وہ خود منکر قرآن یا مخالف قرآن نہیں ہو گئے؟ افسوس! ان کی ناروا جسارت نے انہیں کہاں پہنچا دیا ہے۔ مولانا مودودی نے اپنے لئے جو راستہ اختیار کیا وہ تو اس کا انجام بھگتنے کیلئے اگلے جہان سدھار گئے ہیں۔ لیکن جو لوگ آنکھیں موند کر موددودی نظریے کا پرچار کر رہے ہیں امید ہے وہ اپنی عاقبت کو ضرور مدنظر رکھیں گے اور تائب ہو کر قرآن کریم کی تصریحات کے مطابق جملہ صحابہ کرام کو بالعموم اور مذکورہ بالا اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بالخصوص نہایت عادل، بڑے متقی اور پابند آئینِ شریعت مان لیں گے۔

امام یوسف بن اسماعیل نبھانی فرماتے ہیں۔

"تحقیق یہ ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اور تمام جنگیں اور اختلافات تاویل پر مبنی ہیں ان کے سبب کوئی عدالت سے خارج نہیں۔ کیونکہ وہ مجتہد ہیں"۔ (برکات آل رسول ﷺ اردو ترجمہ الشرف المؤبد ص ۲۸۱، ۲۸۲)

اور حدیث بخاری کے مطابق بھی حضرت امیر معاویہ ﷺ فقیہہ و مجتہد ہیں ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: "حضرت ابن عباس ﷺ سے پوچھا گیا آپ کی امیر

المؤمنین معاویہ کے بارے میں کیا رائے ہے جبکہ وہ وتر کی ایک ہی رکعت پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا بے شک وہ فقیہ ہیں (اِنَّهٗ فَقِيهٌ'')

(صحیح بخاری ج ا ص ۵۳۱ کتاب المناقب باب ذکر معاویہ ﷺ)

اور مجتہد کے اجتہاد کا ہمیشہ حق کے مطابق ہونا ضروری نہیں۔ اس میں خطا بھی ہوسکتی ہے ہاں حدیث پاک کے مطابق مجتہد کی اجتہادی خطا پر بھی ثواب ہی مرتب ہوتا ہے۔ اور جب خطائے اجتہادی پر مجتہد کو ثواب ملتا ہے تو پھر یہ عدالت کے منافی نہیں ہوسکتی بلکہ عدالت اور اجتہاد دونوں صفات ایک ذات میں جمع ہوسکتی ہیں مثلاً سیدنا فاروق اعظم حضرت عمر ﷺ اور سیدنا حیدر کرار حضرت علی ﷺ عادل بھی تھے اور مجتہد بھی اسی طرح جناب حضرت امیر معاویہ ﷺ عادل ہونے کے ساتھ ساتھ مجتہد بھی تھے۔ لہٰذا ان کی کسی اجتہادی خطا کو جو باعث ثواب ہی ہے، غیر آئینی اور غیر شرعی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پس یہ کہنا کہ ان کی پوزیشن آئینی حیثیت سے یعنی شرعی طور پر درست نہیں یا انہوں نے غیر آئینی اور غیر شرعی یعنی غلط اور گناہ کا کام کیا' ایک ناروا جسارت ہے۔ مولانا مودودی صاحب نے ایسا کہہ کر خدا و رسول ﷺ کی مخالفت کی ہے۔ حدیث پاک جس خطا کو باعث ثواب بتاتی ہے۔ مولانا مودودی صاحب اسی کو فسق و گناہ بتاتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ جہنم میں جھونک دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔

(النسآء۔۱۱۵)

ترجمہ مودودی صاحب: جو شخص رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے درآں حالیکہ اس پر راہ ہدایت واضح ہوچکی تو ہم اس کو اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں

جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔ (تفہیم القرآن ازمولانا مودودی)

پس قرآن و حدیث کے مطابق صحابہ کرام کو عادل اور متقی مان لینا ضروری ہے ورنہ یہاں دنیا میں دین وایمان اور وہاں آخرت میں جسم و جان کی خیر نہیں۔ لیکن ہدایت کی توفیق تو اللہ ہی دینے والا ہے۔

کفر اور فسق کا شائبہ تک نہیں

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے دلوں میں ایمان کی محبت اور برائی سے نفرت ڈال دی ہے۔ لہٰذا وہاں کفر و فسق کا شائبہ تک نہیں ہوسکتا۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ (الحجرات ۷، ۸)

ترجمہ: لیکن (اے صحابہ) اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔ اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان)

قرآن کریم کے اعلان کو غور سے دیکھئے اور ارشاد خداوندی پر یقین کر لیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفر، فسق اور گناہ سے قطعی طور پر محفوظ ہیں۔ فسق اور گناہ سے محفوظ ہونے سے مراد یہ ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ کمال کرم سے ان کی خود حفاظت فرماتا ہے اور ان سے گناہ ہونے نہیں دیتا۔ یا اگر ان سے گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر قائم نہیں رہنے دیتا اور وہ فوراً تائب ہو جاتے ہیں اور جب وہ تائب ہو جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔ گویا انہوں نے گناہ نہیں بلکہ نیکیاں ہی کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ (الفرقان۔۷۰)

ترجمہ: جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ (کنز الایمان)

اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔

(ابن ماجہ باب ذکر التوبہ، مشکوٰۃ باب الاستغفار)

ترجمہ: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کر کے دو نہایت دلچسپ حکایات بیان فرمائی ہیں۔ ان کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں ملاحظہ فرمائیں نور یقین حاصل ہوگا اور ایمان تازہ ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں:

۱) ایک آدمی جب بھی گناہ کرتا تو ایک رجسٹر میں اس کا ایک گناہ لکھ دیا جاتا۔ ایک دن اس نے گناہ کیا تو رجسٹر کھولا گیا تاکہ اس میں یہ گناہ لکھیں مگر وہاں یہ عبارت تحریر تھی۔

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ۔ (پس یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے گناہوں کو بدل کر نیکیاں بنا دیا گیا)

یعنی توبہ کی برکت سے شرک کی جگہ ایمان آ گیا، زنا کی جگہ معافی اور نافرمانی کی جگہ گناہ سے حفاظت اور اطاعت مل گئی۔

۲) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک بار مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک نوجوان سامنے آ گیا۔ اس نے کپڑوں کے نیچے ایک بوتل چھپا رکھی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے نوجوان! یہ کپڑوں کے

نیچے کیا اٹھا رکھا ہے؟ اس بوتل میں شراب تھی نوجوان نے اسے شراب کہنے میں شرمندگی محسوس کی۔ اس نے دل میں دعا کی یا اللہ! مجھے حضرت عمر ﷜ کے سامنے شرمندہ اور رسوا نہ کرنا[1] ان کے ہاں میری پردہ پوشی فرمانا' میں آئندہ کبھی بھی شراب نہیں پیوں گا۔ اس کے بعد نوجوان نے عرض کیا۔

"اے امیر المؤمنین! میں سرکہ (کی بوتل) اٹھائے ہوئے ہوں۔ آپ نے فرمایا: مجھے دکھاؤ! جب دکھائی اور ان کے سامنے کیا اور حضرت عمر ﷜ نے اسے دیکھا تو وہ سرکہ ہی تھا"۔

اب دیکھئے مخلوق کے ڈر سے توبہ کی تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے شراب کو سرکہ بنا دیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ میں اخلاص دیکھا پس اگر ایک گنہگار آدمی جو برے اعمال کی وجہ سے ویران ہو چکا ہو خالص توبہ کرے اور اپنے کئے پر نادم ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی شراب کو نیکی کے سرکہ میں بدل دے گا"۔ (مکاشفۃ القلوب اردو ص ۷۴، ۷۵)

یعنی ادھر گناہ سے توبہ کی ادھر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی' اپنا محبوب ولی بنایا اور اس کے ہاتھ پر کرامت بھی ظاہر فرمادی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ۔ (القرآن) یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو سارے ہی توبہ کرنے والے اور اللہ سے ڈرنے

---

[1] مخدوم الاولیاء سرتاج الاصفیاء حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری ﷫ نقل فرماتے ہیں: "حضور ﷺ نے فرمایا: "اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ۔ گناہ پر نادم ہونا توبہ ہے"۔ اور یہ ایسی جامع تعریف ہے کہ اس میں توبہ کی تمام شرطیں آجاتی ہیں اس لئے کہ توبہ کی پہلی شرط یہ ہے کہ مخالف حکم، عمل پر افسوس کرے، دوسرے ترک کرتے ہوئے منفعل ہو۔ تیسرے عہد کرے کہ پھر ایسا نہ کرے گا اور یہ تینوں شرائط ندامت میں آجاتی ہیں"۔ (کشف المحجوب اردو ص ۴۸۵)

والے تھے۔ پس اللہ بھی انہیں محبوب رکھتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

"اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ"۔(التوبہ۔۱۱۲)

ترجمہ: توبہ کرنے والے (اللہ کی) عبادت کرنے والے، حمد وثناء کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور نگہبانی کرنے والے اللہ کی (مقررہ) حدود کی (اے میرے رسول!) خوشخبری سنادیجئے ان (کامل) مومنوں کو۔ (ضیاء القرآن)

دیگر مجتہد سے اجتہاد میں اگر خطا بھی ہو جائے تو حدیث پاک کے مطابق اسے ثواب ملتا ہے اور ثواب نیکی پر ملتا ہے گناہ پر نہیں اور یہاں مجتہد کی نیکی اس کا اجتہاد ہے چونکہ حق کو ضرور پالینا اس کے بس میں نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ اس کے اجتہاد کو قبول فرما کر اسے نیکی عطا فرماتا ہے، پس اس صورت میں بھی مجتہد صحابہ کرام کا گناہ اور فسق سے محفوظ ہونا ظاہر و باہر ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:" وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا (النسآء ۹۵) جب سب سے بھلائی کا وعدہ ہو چکا تو سب صحابہ عادل ہوئے ان میں فاسق کوئی نہیں کیونکہ فاسق سے جنت کا وعدہ نہیں ہوتا۔ (نور العرفان یہی آیت)

پھر ہماری پیش کردہ آیہ کریمہ میں تو کسی تاویل اور توجیہہ کی ضرورت ہی نہیں جب اللہ تعالیٰ واضح طور پر فرما رہا ہے کہ اس نے صحابہ کرام کے دلوں میں ایمان بھر دیا ہے اور فسق و گناہ سے نفرت ڈال دی ہے تو پھر فرمانِ خداوندی سے انکار کیوں؟ اور صحابہ کرام پر اعتراض کیوں؟ مودودی صاحب آخر ان آیتوں پر کیوں نہیں ایمان رکھتے اور اللہ کے قرآن پاک پر کیوں نہیں اعتبار کرتے؟ وہ قرآن کریم کے برعکس

صحابہ کرام کے طرزِ عمل کو غیر آئینی اور غیر شرعی کیوں کہتے ہیں اور قرآن و حدیث کی تصریحات اور ان کی تشریحات کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے کیوں تعبیر کرتے ہیں؟ مودودی صاحب کی ہرزہ سرائی ملاحظہ ہو' کہتے ہیں:

"حضرت عثمان ﷺ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا' اور غلط کام بہر حال غلط ہے خواہ وہ کسی نے کیا ہو۔ اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف کا تقاضا ہے اور نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے"۔

(خلافت و ملوکیت ص ١١٦)

اب ذرا غور فرمایئے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صحابہ کرام کو کفر، فسق اور نافرمانی سے نفرت ہے اور وہ ایسی غلطیوں سے محفوظ ہیں۔ جبکہ سیدنا عثمان غنی ﷺ، سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بعد صحابہ کرام میں افضل ترین ہستی ہیں گویا وہ بھی یقینی طور پر کفر، فسق اور نافرمانی سے متنفر و محفوظ ہیں اور ان کا فتنوں میں بھی ہدایت پر ہونا تو ہم حدیث سے ثابت بھی کر چکے ہیں۔ حضور سرورِ عالم نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "اس وقت یہ ہدایت پر ہوگا (ترمذی ابواب المناقب) اب قرآن و حدیث تو خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنی ﷺ کو کفر و فسق وغیرہ سے محفوظ اور ہدایت پر قائم فرماتے ہیں۔ جبکہ مودودی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ﷺ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا۔ کہتے ہیں نہ عقل و انصاف کا تقاضا ہے اور نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے۔ استغفر اللہ۔

معلوم نہیں عقل و انصاف سے مودودی صاحب کیا مراد لیتے ہیں، اگر وہ قرآن و حدیث اور اہل فہم کی بجائے صرف اپنی سوچ فکر کو "عقل و انصاف" قرار دیتے ہیں تو اسے ہمارا سو دفعہ سلام ہے کیونکہ ہم قرآن و حدیث کی مخالفت کو عقل و

انصاف مانتے ہی نہیں [1] اور یہ جو انہوں نے کہا کہ: "نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے"۔ تو پھر ہم پوچھیں گے کہ کیا انہوں نے مذکورہ آیاتِ مقدسہ نہیں دیکھیں' اور اگر نہیں دیکھیں تو پھر اپنی "تفہیم القرآن" کس سے لکھوائی ہے۔ اور اگر یہ آیات مقدسہ دیکھی ہیں تو پھر فرمائیں کیا یہ آیات مقدسہ ایسی جسارت سے روکتی ہیں یا نہیں اور اس رائے کو غلط قرار دیتی ہیں یا نہیں؟ یا پھر کوئی یہی فرمادے کہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر مودودی صاحب نے کس چیز کا نام "دین" رکھا ہے؟

ارے "عقل وانصاف" کا ڈھنڈورا پیٹنے والو! اللہ سچا ہے اور اللہ کا قرآن بھی سچا ہے۔ لہٰذا ایسا تاریخی واقعہ جس سے کسی صحابی، مجتہد وفقیہہ صحابی یا خلیفۂ راشد کا فسق ظاہر ہو وہ تاریخی واقعہ قابل مذمت اور مردود ہے۔ کیونکہ کسی صحابی میں فسق ماننے سے قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے' اور جو شخص قرآن کریم کی تکذیب کو جائز سمجھے وہ مومن نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے آغاز ہی میں "ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ"۔ (البقرہ) کہہ کر اس کے شک وشبہ سے بالا ہونے پر مہر لگائی ہے۔ پس مومن کیلئے قرآن کریم کو "لَا رَيْبَ اور سچا ماننا" ضروری ہے جبکہ قرآن کریم کو سچا ماننے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فسق وگناہ سے محفوظ اور مومنین کاملین ماننا ضروری ہے۔

علاوہ ازیں نبی اکرم ﷺ "مزکی" بن کر تشریف لائے ہیں اور اپنے امتیوں کا تزکیۂ نفس فرمانا آپ کے فرائض نبوت میں شامل ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

---

1 قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔ صُمٌّ" بُكْمٌ" عُمْيٌ" فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (البقرۃ ۱۸) یعنی بہرے گونگے اندھے تو پھر وہ آنے والے نہیں (کنز الایمان) اس آیت کے تحت مفتی احمد یار خاں فرماتے ہیں "معلوم ہوا کہ جس آنکھ سے اللہ کی آیات نہ دیکھی جائیں وہ اندھی ہے۔ جن کانوں سے رب کا کلام نہ سنا جائے وہ بہرے ہیں۔ جس زبان سے حمدِ الٰہی' نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ادا نہ ہو وہ گونگی ہے کیونکہ ان اعضاء نے اپنا حق پیدائش ادا نہ کیا اسی لئے رب نے زندہ کافروں کو مردہ اور مقتول شہداء کو زندہ فرمایا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے دشمنوں کا ہدایت پر آنا بہت مشکل ہے رب نے خبر دے دی کہ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ" (تفسیر نور العرفان)

وَيُزَكِّيهِمْ۔ (البقرہ۔۱۲۹،ال عمران۔۱۶۴،جمعہ۲)

ترجمہ: اور وہ انہیں (صحابہ کو) خوب پاک کرتا ہے۔

اور ہمارا اس بات پر پختہ ایمان ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے فرائض نبوت کو کما حقہ پورا فرما دیا ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت مقدسہ کے مطابق آپ اپنے امتیوں کا تزکیہ فرماتے ہیں اور سب سے پہلے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ظاہری و باطنی تزکیہ فرمایا۔ پس تسلیم کرنا ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت پاکباز اور کامل ترین مومن تھے اور کسی میں کفر، فسق اور نافرمانی کا شائبہ تک نہ تھا۔ اور جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان برائیوں سے ملوث سمجھے۔ وہ عالم دین، پیر، محقق اور مفسر تو کجا صحیح مومن کہلانے کا بھی حقدار نہیں وہ تو مخالف قرآن اور بے ایمان ہے اور اس کی ہمنوائی میں بھی نقصان ہے۔

صحابی کو آگ نہیں چھو سکتی

اللہ تعالیٰ نے سب صحابہ کرام کے ساتھ بھلائی کا وعدہ فرمالیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱) لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ (النساء۔۹۵)

ترجمہ: برابر نہیں وہ مسلمان کہ بے عذر جہاد سے بیٹھ رہیں اور وہ کہ راہ خدا میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کا درجہ بیٹھنے والوں سے بڑا کیا اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ (کنز الایمان)

۲)اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی اُولٰٓئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ۔

(الانبیاء۔۱۰۱)

ترجمہ: بیشک وہ جن کیلئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔(کنزالایمان)

اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا میرے کسی صحابی بلکہ اس کی زیارت سے مشرف ہونے والے تابعی کو بھی آگ نہیں چھو سکتی ملاحظہ ہو، حدیث پاک۔

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَّاٰنِیْ اَوْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ۔

(ترمذی ابواب المناقب مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

ترجمہ: اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

پس قرآن و حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ کسی صحابی کو آگ نہیں چھو سکتی۔ان کو یقینی طور پر جہنم سے دور رکھا جائے گا۔البتہ اگر کوئی جاہل یا دشمن صحابہ یا منکر قرآن و حدیث اس کے خلاف عقیدہ رکھے تو اسے کون روک سکتا ہے؟ قرآن و حدیث کی مخالفت اور انکار کا وبال بہرحال اس پر ضرور پڑے گا۔

درجات میں فرق کے باوجود سب صحابہ جنتی ہیں

جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا وہ درجات و مقامات کے لحاظ سے ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے یقیناً افضل ہیں جو جہاد میں شامل نہ ہو سکے لیکن اللہ تعالیٰ نے بھلائی اور جنت کا وعدہ تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمالیا دو آیات مقدسہ ابھی آپ نے دیکھیں۔مزید ملاحظہ کیجئے۔ارشاد ہوتا ہے:

۱)فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجٰھِدِیْنَ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَۃً وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی۔(النساء۔۹۵)

ترجمہ: اللہ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنیوالوں کا درجہ بیٹھنے

والوں سے بڑا کیا اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ (کنزالایمان)

۲) لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ (الحدید۔۱۰)

ترجمہ: تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (کنزالایمان)

۳) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○

(توبہ۔۲۰،۲۱،۲۲)

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے۔ اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے ان کا رب انہیں خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا اور ان باغوں کی جن میں انہیں دائمی نعمت ہے ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ بیشک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔ (کنزالایمان)

۴) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (توبہ۔۱۰۰)

ترجمہ: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر و انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کیلئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔ (کنزالایمان)

مذکورہ بالا آیات مقدسہ سے خوب ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ رب العزت نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔ اور اس میں کسی کو شک نہیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے کبھی بدلتا نہیں۔ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ (ال عمران۔۹)

ترجمہ: بے شک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا۔ (کنزالایمان)

لہٰذا جو شخص مسلمان ہے اور اس کا اللہ اور اللہ کے قرآن پر ایمان ہے بالخصوص وہ جو تفسیر قرآن پر طبع آزمائی بھی کرتا رہتا ہے۔ اسے اس بات پر بھی ایمان لانا پڑے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس سچے وعدے کے مطابق سب کے سب صحابہ کرام جنتی ہیں۔ اگر کسی نامراد اور نام نہاد مسلمان کو صحابی کے جنتی ہونے میں شک ہو تو پھر اسے قرآن کریم کی آیت "وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" میں شک ہے اور جس کو وعدہ خداوندی میں شک ہے اس کے اپنے ایمان میں شک ہے۔

حیرت تو قرآنی علوم کے اس "ماہر" اور اسلام کے اس "سکالر" پر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے پیروؤں سے راضی ہو چکا تو یہ کیوں نہیں راضی ہوتا؟ اور جب اللہ تعالیٰ تمام صحابہ کرام سے جنت کا وعدہ فرما چکا تو یہ کیوں نہیں مانتا؟ معلوم نہیں یہ "علم و فضل" کے کس زعم میں اور "جبہ و دستار" کے کس غرور میں مبتلا ہے؟

امت میں سب سے بہتر اور معزز تر ہیں

اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے محبوب، طالب و مطلوب دانائے کل غیوب

حضور مخبر صادق نبی برحق جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ خِیَارُکُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

ترجمہ: میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تمہارے بہترین ہیں پھر وہ جو ان سے قریب ہیں پھر وہ جو ان سے قریب ہیں۔

خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ۔

(بخاری باب فضائل اصحاب النبی ﷺ ترمذی ابواب المناقب)

ترجمہ: میرے زمانے کے لوگ سب سے بہتر ہیں پھر جو ان سے قریب ہیں پھر جو ان سے قریب ہیں۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ امت میں صحابیت سب سے بڑا درجہ ہے اور اسے تمام طبقات امت پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اکرم ﷺ کو دیگر تمام رسولوں پر بے حد و بے حساب رفعت عطا فرمائی اور "رَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ یعنی کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا"۔ (البقرہ۔۲۵۳) کے مطابق تمام انبیاء و رسل علیہم السلام میں بے مثل و بے مثال بنایا اور آپ کی بے مثل نسبت و صحبت کے باعث صحابہ کرام کو باقی تمام امت میں بے مثل و بے مثال بنادیا۔

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ضابطے کی جو بات ذہن میں ہونی چاہیے یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام (کی فضیلت) کا انکار کل کا انکار ہے کیونکہ جناب خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی فضیلت میں یہ سب حضرات مشترک ہیں اور صحبت کی فضیلت سب فضائل و کمالات سے فائق اور بلند ہے۔ اسی بنا پر حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خیر التابعین ہیں۔ حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے صحابی کے ادنیٰ مرتبہ تک بھی نہیں پہنچ سکے۔لہٰذا صحبت کی فضیلت کا کوئی شے بھی مقابلہ نہیں کرسکتی۔ کیونکہ ان صحابہ کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہو چکا ہے اور ایمان کا یہ رتبہ صحابہ کرام کے بعد کسی کو بھی نصیب نہیں اور اعمال ایمان پر متفرع ہوتے ہیں۔ اعمال کا کمال ایمان کے کمال کے مطابق ہے"۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۵۹)

شیخ المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"آپ ﷺ کے صحابہ ساری امت سے افضل اور بہتر ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ کی صحبت اور نصرت کیلئے پسند کیا اور امت محمد یہ اور دینِ اسلام کی عظمت ان صحابہ سے بلند ہوئی۔

صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کی صحبت و نصرت اور ان پاکیزہ خدمات کے اہل تھے جو ان کے سپرد کی گئی تھیں۔صحابہ کرام کی شان اور برتری میں اس قدر احادیث آئی ہیں کہ ان کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا رتبہ ساری امت سے بلندتر اور ثواب سب سے زیادہ ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خرچ کرے تو صحابہ کے نصف پیمانہ دینے کے ثواب تک نہیں پہنچ سکتا۔حدیث "خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ" بھی اس مطلب کی وضاحت کرتی ہے اس کے علاوہ بہت احادیث ہیں جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برتری ظاہر ہوتی ہے۔اس سے بڑھ کر اور کون سی دلیل کی ضرورت ہے کہ ان لوگوں نے حضور ﷺ کے جمال جہاں تاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔آپ کی پاکیزہ صحبت سے فیض یاب ہوئے۔قرآن اور دین کو آپ کی زبان سے براہِ راست سُنا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی سے

واقف ہوتے رہے۔اپنی جان و مال راہ مصطفیٰ (ﷺ) میں نثار کرتے رہے۔صحابہ ایسے مومن تھے کہ انہوں نے حضور کو ایمان کی حالت میں دیکھا اور ایمانی حالت میں دنیا کو خیر باد کہا۔حضور کو ایمان سے ایک نگاہ دیکھنا صحابی بنادیتا ہے۔(تکمیل الایمان اردو ص۱۵۰۔۱۵۱)

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کہتے ہیں:

''صحابہ کا کمال یہ نہیں تھا کہ وہ امام ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) کی طرح اصول وفروع کی تحقیق کرتے ان کا تو کمال ہی دوسرا تھا اس کے سامنے یہ سارے علوم وفنون ہیچ ہیں۔ان کا کمال یہ تھا کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے حضور ﷺ (روحی فداہ) کے جمال جہاں آرا کی زیارت کی تھی۔یہ وہ کمال ہے کہ اس میں ان کی کوئی برابری نہیں کرسکتا نہ عمر بن عبدالعزیز جو کہ اپنے زمانے کے مجدد اور قطب وقت تھے اور بوجہ عدل کامل واتباع سنت کے خامس الخلفاء الراشدین شمار کئے جاتے ہیں اور نہ اویس قرنی جو افضل التابعین ہیں جن کے بارے میں علماء امت کا خیال یہ ہے کہ گو وہ صحابی نہیں مگر ثواب میں صحابہ کے قریب قریب ہیں۔مگر پھر بھی ان (یعنی صحابہ) جیسے نہیں کیونکہ حضرت اویس قرنی کے پاس وہ دو آنکھیں کہاں تھیں جنہوں نے حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کی زیارت کی ہو اگرچہ ان کے فضائل بے شمار ہیں''۔(مفاسد گناہ۔سلسلہ مواعظ اشرفیہ ج۱۸ ص۲۳۸)

محدث لاہوری شارح بخاری صاحب فیوض الباری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ کے صحابہ ساری امت سے افضل و بہتر ہیں۔ملت اسلامیہ کی عظمت اور اسلام کی عظمت صحابہ ہی سے بلند ہوئی ہے۔یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے حضور ﷺ کے جمال کو

دیکھا۔آپ کی پاکیزہ صحبت سے فیضیاب ہوئے۔قرآن اور دین کو حضور ﷺ کی زبان سے سنا اور اپنی جان و مال کو حضور پر نثار کر دیا۔صحابی کے رتبہ کو اب کوئی نہیں پا سکتا۔دنیا بھر کے اولیاء، اقطاب، ابدال، غوث و قطب صحابی رسول کے درجہ و مقام کو حاصل نہیں کر سکتے"۔

(شان صحابہ رضی اللہ عنہم ص ۲۵)

پھر جو بھی مومن ہے اور جو بھی اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اسے حضور کی حدیث پاک پر ایمان لائے بغیر چارہ نہیں۔جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے "خِیَارُکُم اور خَیْرُ النَّاسِ" فرما کر اپنے صحابہ کرام ﷺ کو باقی تمام امت سے بہتر اور معزز تر قرار دے دیا ہے۔لہٰذا اہل ایمان کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام ﷺ تمام امت سے افضل اور بہتر ہیں۔

غیر صحابی، صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا

احادیث مبارکہ کی روشنی میں ہم ابھی ابھی بیان کر چکے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امت میں سب سے بہتر اور معزز تر ہیں۔اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ صحابہ کرام کے بعد آنے والے دیگر طبقات امت میں سے کوئی طبقہ اور دیگر افراد امت میں سے کوئی فرد ان کے ہم پلہ اور برابر نہیں ہو سکتا۔لیکن یہاں ہم ایک اور زاویہ سے اس پر روشنی ڈال رہے ہیں۔حضور سرور عالم جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا اَدْرَکَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ"۔

(مسلم جلد ۲ ص ۳۱۰ باب تحریم سب الصحابہ رضی اللہ عنہم ترمذی ابواب المناقب ابن ماجہ فضل اہل بدر رضی اللہ عنہم)

ترجمہ: میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی ایک احد کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں

خرچ کرے تو وہ کسی صحابی کے ایک مُد یا نصف مُد کے برابر نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں سونا خرچ کرنا ایک عمل ہے۔ اور کسی عمل کی قدر و قیمت کا انحصار عمل کرنے والے کے ایمان اور بارگاہ خداوندی میں اس کی مقبولیت پر ہے۔ اور حدیث پاک کے مطابق صحابی اور غیر صحابی اس میں برابر نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ صحابی اور غیر صحابی ایمان (یعنی ایمان کے کمال) میں برابر نہیں اور اعمال کی قدر میں یہ فرق ایمان کے کمال میں فرق کے باعث ہے۔ حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں:

"اعمال ایمان پر متفرع ہوتے ہیں (یعنی ایمان کی شاخیں بن کر نکلتے ہیں) اور اعمال کا کمال ایمان کے کمال کے مطابق ہے"۔

(مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۵۹)

تو جب حدیث پاک کے مطابق اعمال کی قدر و قیمت برابر نہیں یعنی انہیں بارگاہ خداوندی میں برابر درجۂ مقبولیت حاصل نہیں تو صحابی اور غیر صحابی ایمان کے کمال میں کیسے برابر ہوسکتے ہیں؟ صحابہ کرام کو جو اعمال کے لحاظ سے دیگر امت پر فضیلت و برتری حاصل ہے تو اس کی اہم وجہ یہی ہے کہ ان کو ایمان میں فضیلت و برتری حاصل ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"صحابہ کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہو چکا ہے اور ایمان کا یہ رتبہ صحابہ کرام کے بعد کسی کو بھی نصیب نہیں"۔

(مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۵۹)

پس یہ تسلیم کرنا ہوگا کوئی بھی غیر صحابی کسی صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا۔

ذاتی بغض وحسد سے پاک اور ایک دوسرے پر مہربان ہیں

بعض لوگ شیعوں اور رافضیوں سے متاثر ہوکر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو متہم

کرتے ہیں کہ انہیں معاذ اللہ حضرت مولیٰ علی ﷺ سے بغض و کینہ تھا۔ بعض مفکران اسلام اور سُنی نما علماً بھی اسی رَو میں بہہ نکلے ہیں اور سادہ لوح سُنیوں کو بہکا کر اپنا ہمنوا بنا لینا چاہتے ہیں لیکن اگر وہ غور کریں اور قرآن کریم جس کے علوم کے ماہر اور سکالر ہونے کا انہیں دعویٰ بھی ہے، کی طرف خلوصِ نیت سے توجہ فرمائیں اور رحمت خداوندی بھی ان کے شامل حال ہو جائے تو انہیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینے نہ صرف آپس کے ذاتی کینے اور بغض و حسد سے پاک تھے بلکہ وہ ایک دوسرے پر بڑے مہربان اور رحم دل بھی تھے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح۔۲۹)

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے (صحابہ) کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ (کنزالایمان)

قرآن کریم وہ بلند رتبہ کتاب ہے جس میں کوئی شک کی جگہ نہیں (ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ) پس جس نے بھی اس کے کسی مضمون اور بیان میں شک کیا وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ تو جب قرآن کریم دوٹوک اعلان فرما رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام "رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ یعنی ایک دوسرے پر مہربان اور رحم دل ہیں" تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی طرف سے کوئی نفسانی مخاصمت و مخالفت اور ذاتی بغض و حسد ان کے دلوں میں داخل ہو جائے اور وہ ایک دوسرے کے ذاتی دشمن بن جائیں۔ وہ یقیناً آپس میں رحم دل اور بغض و حسد سے پاک تھے۔

اور یہ کہنا کہ ان کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ دلی کدورت اور بغض و حسد کے بغیر کیونکر واقع ہو گئیں؟ اس کا تفصیلی جواب تو ہم آئندہ صفحات میں دیں گے یہاں صرف اتنی گذارش کرتے ہیں کہ ان کی جنگیں نفس کی خاطر یا دلی کدورت اور

بغض وحسد کے باعث نہیں تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں واقع ہوگئی تھیں۔اس بات کی شہادت قرآن کریم خود دیتا ہے۔فرمایا:

یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا۔(الفتح۔۲۹)

ترجمہ: طلب گار ہیں اللہ کے فضل اوراس کی رضا کے۔

جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی رضا کا طلبگار بتاتا ہے وہ یقیناً اس کی رضا کے طلبگار ہی تھے۔جبکہ نفسانی خواہش اور ذاتی بغض وحسد میں اللہ کی رضا نہیں ہوتی لہٰذا ان کی جنگیں ایسے بغض وحسد کی وجہ سے ہرگز نہیں تھیں بلکہ رضائے الٰہی کی طلب میں محض اجتہادی خطاؤں اور بعض غلط فہمیوں کی بناپر ہوگئیں اور یہ شرعاً گناہ نہیں بلکہ اجتہادی خطا پر تو ایک درجہ ثواب ہی ملتا ہے اور یہی اہلسنت کا مذہب ہے۔ورنہ قرآن کریم کی مخالفت لازم آتی ہے اور ایمان برباد ہوجاتا ہے۔دوسرے یہ وسوسہ "رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ" پر عدم ایمان کی دلیل ہے۔اور قرآن کریم کے سامنے ایسے وسوسوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔

حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اے مخاطب تجھ پر لازم ہے کہ اپنے دل میں کسی صحابی کی طرف سے بغض نہ رکھ۔صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفائی اور انصاف کی حالت میں غور کرو اور دیکھو کہ وہ باہم ایک دوسرے کی کیسی تعظیم کرتے تھے۔ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ رنجش ہوگئی۔کسی شخص نے چاہا کہ حضرت خالد ﷺ کی کچھ برائی حضرت سعد ﷺ کے سامنے بیان کرے۔حضرت سعد ﷺ نے کہا چپ رہ۔جو شکر رنجی ہمارے آپس میں ہے اس کا اثر ہمارے دل تک نہیں پہنچا"۔(سیدنا امیر معاویہ ﷺ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۹۹)

حضرت عمر ﷺ کی اس شہادت کو (کہ یہ عرب کا نوشیرواں ہے) جو نہایت

رضامندی اور خوشی کے ساتھ انہوں نے دی، غور سے دیکھو اور نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شہادت کو، باوجود یکہ وہ حضرت علی ﷺ کے گروہ سے تھے۔ اور ان کے ساتھ ہو کر معاویہ ﷺ سے لڑے تھے۔ پھر بھی حضرت ابن عباس ﷺ نے ان کی برائی نہ کی بلکہ ان کی بہت تعریف کی اور کہا کہ وہ فقیہہ ہیں مجتہد ہیں۔ اس سے تم کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم گو باہم لڑے اور جھگڑے مگر پھر بھی ان میں باہم محبت تھی"۔ (سیدنا امیر معاویہ ﷺ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۵۵)

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان جو جھگڑے اور جنگیں ہوئیں ہیں مثلاً جنگ جمل و جنگ صفین تو ان کو اچھے معانی پر محمول کرنا چاہیے اور خواہشات اور تعصب سے دور رہنا چاہیے کہ ان بزرگواروں کے نفوس خیر البشر علیہ الصلوات والتسلیمات کی صحبت میں خواہشات اور تعصب سے پاک ہو چکے تھے۔ اور حرص اور کینہ سے بالکل صاف تھے وہ اگر صلح کرتے تھے تو حق کیلئے اور اگر جھگڑا کرتے تھے تو وہ بھی حق کیلئے۔ ہر گروہ اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرتا تھا اور خواہشات اور تعصب کے شائبہ سے پاک ہو کر مخالف کی مدافعت کرتا تھا"۔

(مکتوبات امام ربانی حصہ ہفتم دفتر دوم مکتوب نمبر ۳۶)

اختلافات صحابہ ہدایت سے خالی نہ تھے

اس میں شک نہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلافات واقع ہوئے حتی کہ جنگیں بھی ہو گئیں لیکن ان کے اختلافات اصولی نہ تھے فروعی تھے۔ اصول میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متفق تھے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

جناب شیخ احمد فاروقی سرہندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"اصول میں تمام صحابہ کرام کی متابعت ضروری ہے اور ان کے آپس میں اصول کے اندر کوئی اختلاف نہ تھا۔ ان کا آپس کا اختلاف صرف فروع سے تعلق رکھتا تھا اور وہ شخص جو بعض صحابہ میں عیب نکالتا ہے سب کی متابعت سے محروم ہے بلاشبہ تمام صحابہ کرام اصول میں باہم بالکل متفق تھے"۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ دوم مکتوب نمبر ۸۰)

اور فروعی اختلاف فقہی بصیرت کے باعث ہوتا ہے لہٰذا ہدایت سے خالی نہیں ہوتا بلکہ اسے حدیث پاک میں "رحمت" سے تعبیر فرمایا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا: "اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ"۔ یعنی میری امت کا باہم اختلاف رحمت ہے۔ (شواہد الحق اردو ص ۱۶ بحوالہ جامع صغیر بروایت بیہقی)

اور دوسری حدیث پاک جو پہلے بھی پیش کی جا چکی ہے۔ اختلافات صحابہ کے ہدایت سے خالی نہ ہونے پر دال ہے۔ اس کا ترجمہ دوبارہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں اختلاف کو "نور" فرمایا گیا اور متبعین کو ہدایت کا مژدہ سنایا گیا۔ ملاحظہ ہو:

"روایت ہے جناب عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میں نے اپنے رب سے اپنے صحابہ کے اختلاف کے متعلق سوال کیا جو میرے بعد ہوگا تو مجھے وحی فرمائی کہ اے محمد! تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی طرح ہیں کہ ان کے بعض بعض سے قوی ہیں اور سب میں نور ہے تو جس نے ان کے اختلاف میں سے کچھ حصہ لیا جس پر وہ ہیں تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں تو تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے (فَبِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ)" (مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلافات جو فروعی تھے اصولی نہ تھے' سے ان کی اجتہادی بصیرت اور فقہی قابلیت جو انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی' ظاہر ہوتی ہے اور مجتہدین اور فقہاء کے فیصلوں میں اختلاف واقع ہو جانا غیر معمولی بات نہیں اور ناپسندیدہ بھی نہیں۔ مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) کے اختلافات ایسی ہی نوعیت کے ہیں۔ان کے اختلافات فروعی ہیں۔یہ اصول میں متفق ہیں اور سب اہلسنت ہیں۔

دیگر جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اختلافات کے باوجود صحابہ کرام کو نشانِ ہدایت فرما رہے ہیں، اگرچہ ان کے بعض بعض سے اپنے اجتہادات میں قوی ہیں لیکن سب میں نور (نور ہدایت) ہے۔اور ان صحابہ میں سے کسی ایک کی پیروی کرنے والوں کو "فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ" یعنی ہدایت یافتہ ہونے کی خوشخبری سنائی جارہی ہے تو پھر ہر باشعور مسلمان کو بدل وجان یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلافات محض فروعی تھے اصولی ہرگز نہ تھے۔ان کی کوئی اجتہادی خطا اور غلط فہمی ان کیلئے کچھ نقصان دہ نہیں۔ بلکہ حدیث پاک کے مذکورہ الفاظ کے مطابق باعث ہدایت ونجات ہی ہے۔ ظاہر ہے جب اقتدا کرنے والا ہدایت پانے والا ہو جائے تو مقتدیٰ (جس کی اقتدا کی جائے) کا ہدایت یافتہ ہونا بدرجہ اولیٰ صحیح ہے۔

دونوں گروہ مسلمان تھے لڑنے سے کافر نہ ہوگئے

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلافات بھی ہوئے اور جنگیں بھی لیکن ان کے اسلام، ایمان اور شرف صحابیت پر حرف نہ آیا۔وہ تو اپنی اجتہادی بصیرت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کیلئے آپس میں لڑے (يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا) بعض کی اجتہادی خطاؤں اور غلط فہمیوں سے لڑائیاں ہوئیں اور حضرت امیر معاویہ ﷺ اس باب میں اکیلے بھی نہ تھے بلکہ بہت سے جید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ان کے ہمراہ تھے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ صحابہ کرام کے تین گروہ ہو گئے تھے ان میں سے بعض خلیفہ برحق حضرت مولیٰ علی ﷺ کے ساتھ اور بعض حضرت امیر معاویہ ﷺ کے ساتھ اور بعض جو کثیر تعداد میں تھے، غیر جانبدار رہے اور حق ان پر آخر وقت تک واضح نہ ہوا۔ شارح مسلم حضرت امام نووی فرماتے ہیں۔ ترجمہ:

''ان جھگڑوں میں حق مشتبہ تھا اس لئے صحابہ کی ایک جماعت اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر سکی۔ حیران اور سرگرداں رہی۔ اور اسی لئے انہوں نے دونوں جماعتوں سے کٹ کر لڑائی کی بجائے گوشہ گیری اختیار کر لی۔ اگر ان پر حق واضح ہو جاتا تو اس کی راہ میں ان کے قدم پیچھے نہ رہتے''۔ (نووی شرح مسلم ج۲ ص ۳۹۰ کتاب الفتن)

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ خلیفہ چہارم سیدنا مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑنے والوں سے خطا ہوئی اور حق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جانب رہا لیکن ان سے لڑنے والوں کی خطا بھی خطائے اجتہادی کی طرح تھی۔ اس لئے اس پر بھی مواخذہ نہیں بلکہ یہ باعث اجر و ثواب ہے اور یہی اہلسنت کا مذہب ہے۔

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہٗ النورانی فرماتے ہیں:

''اور لڑائیاں جھگڑے جو ان (صحابہ) کے درمیان واقع ہوئے وہ نیک مرادوں اور بلیغ حکمتوں پر محمول ہیں۔ وہ جہالت یا خواہش نفسانی کے تحت نہیں تھے بلکہ اجتہاد اور علم کی بنا پر تھے۔ اگرچہ بعض کے اجتہاد میں غلطی واقع ہو گئی۔ ایسے خطا کار کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کا ایک درجہ ہے۔ یہی افراط و تفریط کے درمیان راہ ہے جس کو اہلسنت و جماعت نے اختیار کیا اور یہی محفوظ اور مضبوط تر راستہ ہے''۔

(مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۵۹)

ہم کہتے ہیں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان کوئی ذاتی عناد یا

نفسانی معاملہ درپیش نہیں تھا تو ہر سنی مسلمان کو بھی تعصب سے دور رہنا چاہیے اور کسی صحابی کے بارے میں بدگوئی اور بدگمانی سے اپنا نامۂ اعمال سیاہ نہیں کر لینا چاہیے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد گرامی جسے حضرت انس ﷛ سے بحوالہ خطیب سیدنا مجدد الف ثانی نے مکتوبات شریف میں نقل فرمایا اور علامہ ابن حجر مکی نے "الصواعق المحرقہ" کی زینت بنایا' ملاحظہ ہو۔

"اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابًا وَّاخْتَارَلِیْ مِنْهُمْ اَصْهَارًا وَّاَنْصَارًا فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْهِمْ حَفِظَهُ اللّٰهُ وَمَنْ اٰذَانِیْ فِیْهِمْ اٰذَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی"۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے اصحاب کو پسند فرمایا اور ان میں سے بعض کو میرے لئے رشتہ دار اور مددگار پسند کیا۔ پس جس شخص نے ان کے حق میں (طعن و تشنیع سے) مجھے محفوظ رکھا اس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور جس نے ان کے حق میں (طعن و تشنیع سے) مجھے ایذا دی اس کو اللہ تعالیٰ نے ایذا دی"۔

(مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱، الصواعق المحرقہ اردو ص ۴۵)

اب آیئے قرآن وحدیث سے مزید رجوع کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ خدا اور رسول ﷺ دونوں گروہوں کے اسلام اور ایمان کے بارے میں کیا فیصلہ سناتے ہیں۔ اگر آپ قرآن کریم دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آپس میں لڑنے والے دونوں گروہوں کو مومن ہی فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ○ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا

بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (الحجرات۔۹۔۱۰)

ترجمہ: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کر دو اور عدل کرو بیشک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔ مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحمت ہو۔ (کنزالایمان)

اب ذرا قرآن کریم کے مقدس الفاظ کہ "وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا" اور "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" دوبارہ غور سے دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپس میں لڑنے والے دونوں گروہوں کو "مومن" اور "بھائی بھائی" فرمارہا ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ دونوں گروہ ہی مومن تھے۔ جن کے ایمان کی گواہی خود اللہ تعالیٰ دے' کوئی مسلمان ان کے مومن ہونے میں شک نہیں کر سکتا اور جب قرآن کہہ رہا ہے کہ دونوں گروہ مومن ہیں' تو پھر یقین کرنا پڑے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں واقع ہو جانے والی جنگیں حق و باطل یا کفر و اسلام کی جنگیں نہیں تھیں۔ بلکہ یہ جنگیں اجتہادی خطاؤں اور غلط فہمیوں کے باعث واقع ہو گئیں۔ دونوں جانب مسلمان ہی تھے ایک طرف مولائے کائنات امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے ساتھی کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے تو دوسری جانب اکیلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی نہ تھے بلکہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے یعنی عشرہ مبشرہ میں سے بھی بعض ہستیاں شامل تھیں جن کو اللہ کے پیارے رسول ﷺ جنت کی خوشخبریاں سنا چکے ہیں تو پھر ان کے مومن ہونے میں کون شک کر سکتا ہے؟ گویا دونوں جانب مومن لوگ ہی تھے۔

اب ایک مشہور روایت جو صحیح بخاری شریف میں مختلف مقامات پر اور بعض

کتب حدیث میں بھی موجود ہے، ملاحظہ ہو۔ جنابِ رسولِ اکرم ﷺ نے امام حسن
جب وہ چھوٹے بچے تھے کو اپنے پہلو مبارک میں لے کر برسرِ منبر فرمایا:

اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہُ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(بخاری باب علامات نبوت، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، مشکوٰۃ باب اہلبیت النبی ﷺ)

ترجمہ: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرادے گا۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ کے گروہ کا نام مسلمان رکھا ہے اور اسلام میں اسے حضرت امام حسن کے گروہ کے مساوی قرار دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فریقوں میں حرمت اسلام باقی ہے اور ان جنگوں کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوئے بلکہ برابر سطح پر ہیں پس دونوں میں سے کسی ایک کو بھی فسق اور نقص لاحق نہیں ہوسکتا"۔

(الصواعق المحرقۃ اردو ص ۲۲۳)

اسی حدیث کے تحت محقق العصر علامہ شفقات احمد نقشبندی کی تحقیق ملاحظہ ہو فرماتے ہیں۔

"دنیا کا ہر ذی علم شخص جانتا ہے اور دنیا کی ہر مکتب فکر کی تاریخ کی تمام کتب اس بات پر گواہ ہیں کہ امام حسن ﷺ جب ۴۰ھ میں خلیفۃ المسلمین بنے تو صرف ۶ ماہ حکومت کرنے کے بعد جب کوفیوں نے آپ کو جناب امیر معاویہ ﷺ کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا تو آپ نے جناب امیر معاویہ سے صلح کرلی تھی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی اور اپنی خلافت ان کو لکھ کردے دی تھی اور آپ کی اقتدا میں سیدنا امام حسین ﷺ

نے بھی جناب امیر معاویہ سے بیعت کرلی تھی اور یہ دو بڑے گروہ یعنی ایک سیدنا امام حسن ﷺ کے ساتھ والے اور دوسرے سیدنا امیر معاویہ ﷺ کے ساتھ والے تھے۔

جناب رسول اللہ ﷺ ان دونوں گروہوں کو مسلمان فرمارہے ہیں اب جس شخص کا زبانِ محمد مصطفیٰ ﷺ پر یقین اور ایمان ہے وہ تو سیدنا امیر معاویہ کے ایمان میں شک نہیں کرسکتا اور جس کو آپ کے ایمان میں شک ہے پھر اس کو رسول خدا ﷺ کے فرمان پر ہی شک ہے اور یہ حدیث شریف بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے اور ان کے علاوہ بھی حدیث کی تقریباً تمام کتابوں میں حضور ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے۔

اب دو ہی راستے ہیں یا تو جناب رسول اللہ ﷺ کے فرمان مقدس پر ایمان لاتے ہوئے سیدنا امیر معاویہ کو پکا اور سچا مسلمان مان لیں یا پھر آپ کی عزت و عظمت کا انکار کرنے سے پہلے جناب رسول اللہ ﷺ کی زبان وحی نشان کا انکار کردیں۔

بعض بازیگر یہاں یہ دھوکا دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ جی حضور ﷺ نے مسلمان فرمایا ہے اور مسلمان تو صرف اوپر اوپر سے ماننے والے کو کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دھوکا روح قرآنی سے لاعلمی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ورنہ قرآن کریم میں تو ارشاد خداوندی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو یہ وصیت کی تھی۔ "فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ" (۲/۱۳۲) یعنی تم مسلمان ہی مرنا۔ اللہ تعالیٰ کا اس وصیت ابراہیمی کو بیان فرمانے میں منشاً یہ ہے کہ سب لوگ اس حکم کو تسلیم کرلیں اور ہر ایک کو مسلمان ہی مرنا چاہیے۔ حضور نے فرمایا: "اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" (۶/۱۶۳، ۳۹/۱۲) میں پہلا مسلمان ہوں بلکہ اللہ

تعالیٰ نے فیصلہ ہی فرمادیا: هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (۲۲/۷۸) کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔اب بتاؤ۔خدا چاہتا ہے کہ ہر انسان مسلمان پیدا ہوتا ہے اسے مسلمان بن کر ہی زندگی گزارنی چاہیے اور مسلمان کہلوانا چاہیے اور مسلمان ہی مرنا چاہیے تو کیا ''معاذ اللہ'' اللہ تعالیٰ اور اللہ کے پیغمبر ﷺ منافقت کا حکم فرما رہے ہیں اور منافقت کا اعلان فرمارہے ہیں۔استغفر اللّٰہ العظیم واتوب الیہ۔ قرآن پاک میں مومن اور مسلمان دونوں الفاظ مترادف معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔نیز اگر اس لفظ سے جناب امیر معاویہ کے ایمان پر شک آتا ہے تو پھر اس شک سے جناب امام حسن رضی اللہ عنہ بھی نہیں بچ سکتے۔کیونکہ ان کیلئے بھی یہی لفظ بولا گیا ہے۔لہٰذا جو کچھ بھی کہنا ہے دونوں کو کہو۔اگر وہ ایمان والے ہیں تو یہ بھی ایمان والے ہیں اور اگر یہ ایمان والے نہیں تو ان کے ایمان سے انکار کرنا پڑے گا۔

نیز جناب حسنین کریمین نے جو سیدنا امیر معاویہ سے بیعت کی ان کو اپنی خلافت لکھ کر دے دی تو کیا آپ نے قرآن کے خلاف تو نہیں کیا؟ اللہ کا قرآن فرماتا ہے: ''ایمان والے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے دشمنوں سے دوستی نہیں کرتے''۔(۵۸/۲۲) نیز فرمایا: ''جس کا دل ہماری یاد سے غافل ہو گیا اس کی اطاعت قبول نہ کرو۔(۱۸/۲۸) اور ''جس نے جس سے دوستی رکھی وہ اسی جیسا سمجھا جائے گا''۔(۵/۵۱،۴/۱۴۰،۴/۱۴۴ وغیرہ) اسی طرح کی بہت سی آیات پیش کی جاسکتی ہیں''۔(مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ص ۱۰۳ تا ۱۰۵)

پس یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکریوں کے ہمراہ جن سے صلح فرمائی تھی وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔آپ نے صلح کے ساتھ ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی کی اور انہیں خلافت بھی سپرد فرمائی۔لہٰذا حدیث پاک

میں مذکوردو جماعتوں سے مراد یہی دو گروہ ہیں۔

اب قرآن وحدیث کا فیصلہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔لہٰذا جو شخص خود کو مومن سمجھتا ہے اور اسے ایمان بھی عزیز ہے۔وہ تو بلا چون و چرا قرآن وحدیث کے اس بیان ذیشان پر ایمان لے آئے گا اور جو شخص خود کو اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کا غلام کہتا ہے وہ بھی جناب امام عالی مقام سیدنا امام حسن ﷺ کی صلح اور بیعت کی تصدیق وتائید اور اتباع کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہ ﷺ اور ان کے گروہ کو مومن ومسلمان تسلیم کرلے گا۔یعنی جیسے سیدنا امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہ ﷺ کو خلافت سپرد کردی تھی۔"یہ غلامِ آلِ رسول اور خادمِ اہلبیت" بھی حضرت امیر معاویہ ﷺ کی حقیت کو مان لے گا۔ان کی امارت وحکومت کو حق بجانب تسلیم کرے گا اور تفرقہ بازی کے خاتمہ میں اپنا کردار ادا کرے گا۔ہاں جسے ایمان ہی عزیز نہ ہو اور قرآن وحدیث کی بھی اسے کچھ پروانہ ہو یا جسے امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام کا فیصلہ ہی قبول نہ ہو اس تیرہ بخت اور نام نہاد مُحبِّ اہل بیت کو انکار سے کون روک سکتا ہے؟

یہاں پر معاندین امیر معاویہ سنی نما عالموں اور پیروں کیلئے بھی سامانِ عبرت موجود ہے جو قرآن وحدیث سے روگردانی کرتے ہوئے باہم لڑنے والے دو گروہوں میں سے ایک کے ضرور باطل پر ہونے پر اصرار کرتے ہیں۔فَاعْتَبِرُوْا يٰاُولِی الْاَبْصَارِ ○

سب صحابہ جنتی، جنت میں رنجشیں دور ہوجائیں گی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

۱) وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ۔

(الاعراف۔۴۳)

ترجمہ: اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے (رنجشیں) کھینچ لئے ان کے نیچے نہریں بہیں گی۔(کنز الایمان)

۲)وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۔
(الحجر۔۴۷)

ترجمہ: اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لئے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے۔ (کنزالایمان)

مفسر قرآن حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی پہلی آیتِ مبارکہ کے تحت نقل فرماتے ہیں:

صواعق محرقہ میں ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کے حق میں نازل ہوئی کہ رب نے ان کے سینے میں کسی کی طرف سے کینہ نہ چھوڑا۔ علی المرتضیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اہلِ بدر کے حق میں ہے۔ میں اور عثمان اور طلحہ اس میں شامل ہیں بہر حال اس میں رفض کی جڑ کٹ گئی''۔ (نورالعرفان)

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دنیا میں بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے بسا اوقات متقی اور پارسا لوگوں کے تعلقات بھی کشیدہ ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے متعلق کدورت اور ملال پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ ان کی یہ مخالفت اور باہمی رنجش نیک نیتی پر مبنی ہوتی ہے (یعنی نفسانی خواہش اور ذاتی بغض و عناد پر مبنی نہیں ہوتی) اس لئے جب قیامت کے دن انہیں جنت میں داخل ہونے کا اذن ملے گا تو ان کے آئینۂ قلب سے ان رنجشوں اور کدورتوں کا غبار صاف کر دیا جائے گا اور وہ سابقہ مخالفتوں کا کوئی اثر محسوس نہیں کریں گے۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے کہ مجھے توقع ہے کہ میں' عثمان، طلحہ اور زبیر (ﷺ) انہیں لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ویروی عن علی رضی اللّٰہ عنہ انہ

قال: ارجو ان اکون انا وعثمان وطلحة والزبیر من الذین قال اللّٰہ تعالیٰ فیھم ونزعنا۔الخ (ضیاء القرآن جلد دوم ص ۳۰۔۳۱)

دیوبندی مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

"نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ" سے مراد یا تو یہ ہے کہ باہم جنتیوں میں نعمائے جنت کے متعلق کسی طرح کا رشک وحسد نہ ہوگا ہر ایک اپنے کو اور دوسرے بھائی کو جس مقام میں ہے دیکھ کر خوش ہوگا۔ بخلاف دوزخیوں کے کہ وہ مصیبت کے وقت ایک دوسرے کو لعن طعن کریں گے اور یا یہ مراد ہے کہ صالحین کے درمیان جو دنیا میں کسی بات پر خفگی ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کی طرف سے انقباض (طبیعت کا تکدّر) پیش آتا ہے وہ سب جنت میں داخل ہونے سے پیشتر دلوں سے نکال دیا جائے گا وہاں ایک دوسرے سے سلیم الصدر ہوں گے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: "مجھے امید ہے کہ میں' عثمان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم انہی لوگوں میں سے ہوں گے"۔ (تفسیر عثمانی)

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ القوی نقل فرماتے ہیں:

"ابوبکر نے ابوالبختری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا۔ لوگوں نے حضرت علی ﷜ سے اصحاب جمل کی بابت دریافت کیا کہ کیا وہ لوگ مشرک ہیں؟ آپ نے کہا شرک تو وہ چھوڑ چکے ہیں۔ لوگوں نے کہا: کیا وہ منافق ہیں؟ آپ نے کہا: منافق خدا کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا پھر وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ہم پر بغاوت کی اور آپ نے کہا میں امید کرتا ہوں کہ میں اور وہ ان لوگوں کی طرح ہوں گے کہ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"ونزعنا مافی صدورهم من غل اخوانا علی سرر متقبلین"
اور ہم نے ان کے دلوں سے کینہ نکال لیا۔ بھائیوں کی طرح آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں۔ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے"۔

(ازالۃ الخفاء اردو دوم ص ۵۴۹)

شیخ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"ابن عساکر بسند ضعیف حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی حاضر خدمت تھے۔ حضرت علی ﷛ حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے معاویہ سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں علی سے محبت ہے؟ عرض کیا ہاں یارسول اللہ! پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے درمیان چپقلش ہوگی۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اس کے بعد کیا ہوگا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور عفو۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ ہم قضائے الٰہی پر راضی ہیں اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ولو شآء اللّٰہ ما اقتتلوا ولکن اللّٰہ یفعل مایرید"۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ ﷛ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۵۵)

کسی مسلمان کو صحابی سے کینہ نہیں ہوسکتا

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ایک اہم خصلت اور پسندیدہ عادت یہ بتائی ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کینہ نہ ہونے کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم میں فرمایا:

وَالَّذِیْنَ جَآءُ وْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا

الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (الحشر۔۱۰)

ترجمہ: اور وہ جوان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے رب ہمارے بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔ (کنزالایمان)

صاحب نورالعرفان جناب مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اس آیت میں رب نے قیامت تک کے مسلمانوں کی پہچان یہ بتائی کہ وہ تمام صحابہ کے دعا گو ہیں اور ان کے سینے صحابہ کے کینوں سے صاف ہیں۔ یعنی مسلمانوں کی کل تین جماعتیں ہوئیں۔ صحابہ مہاجر، صحابہ انصار اور ان سب کے دعا گو خیر خواہ سچے غلام۔ اب بتاؤ کسی صحابی سے بغض رکھنے والا کس زمرہ میں ہے۔ صحابہ سے بغض رکھنے والا تو مسلمانوں کی تینوں جماعتوں سے خارج ہے"۔ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک نظر ص ۲۴)

صحابی سے عداوت حضور ﷺ سے عداوت ہے

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شرف صحابیت کا احترام نہ کرنے والے پہلے غور سے سنیں اور پھر اپنے انجام پر توجہ دیں۔ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

"اَللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْۢ بَعْدِيْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ"۔ (ترمذی ابواب المناقب، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

ترجمہ: ''میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو میرے بعد انہیں اپنی اغراض (اعتراضات) کا نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے ان سے محبت رکھی اس نے میری خاطر ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ایسا کیا۔ جس نے انہیں اذیت دی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی (ناراض کیا) اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑے''۔

اس حدیثِ پاک کے تحت محدث جلیل امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ حدیث پاک صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق وصیت کی حیثیت رکھتی ہے جس میں ان سے محبت کی تاکید و ترغیب دی گئی ہے اور ان سے بغض رکھنے سے ڈرایا گیا ہے اور اس میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ ان سے محبت رکھنا ایمان اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ کیونکہ جب ان سے بغض رکھنا آنحضرت ﷺ سے بغض رکھنا ہے تو وہ اس حدیث کے مطابق بلانزاع کفر ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ حدیث صحابہ کے کمال قرب پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے انہیں اپنی جان کا قائم مقام قرار دیا ہے یہاں تک کہ ان کی ایذا سے آپ کو ایذا پہنچتی ہے اور ایسے ہی رسول کریم ﷺ کے محبوبوں سے محبت رکھنا یعنی آپ کی آل اور اصحاب سے محبت رکھنا رسول کریم ﷺ سے محبت رکھنے کی علامت ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کہ آنحضرت ﷺ سے محبت رکھنا اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کی علامت ہے۔ نیز آپ کے

اصحاب اور آل سے بغض و عداوت رکھنا ان کو برا بھلا کہنا رسول کریم ﷺ سے بغض و عداوت رکھنے اور آپ کو برا بھلا کہنے کے مترادف ہے۔ (معاذ اللہ) جو کسی سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے بھی محبت رکھتا ہے جس سے اس کا محبوب محبت رکھتا ہے اور جس سے وہ بغض رکھتا ہے اس سے وہ بھی بغض رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا تجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہٗ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والوں میں سے تو کسی کو اس طرح کا نہ پائے گا کہ وہ اس چیز سے محبت رکھتے ہوں جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دشمنی رکھتے ہیں۔

پس حضور ﷺ کی آل، ازواج، اولاد اور اصحاب سے محبت رکھنا متعین واجبات میں سے ہے اور ان سے بغض رکھنا تباہ و برباد کرنے والی چیزوں میں سے ہے"۔ (الصواعق المحرقہ اردو ص ۷۱۲ تا ۷۱۴)

"اور محبت کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت کی جائے اور نفس کی محبوبات اور مرغوبات کے مقابلہ میں اس کی مرضی اور محبت کو ترجیح دی جائے اور اس کے اخلاق و آداب سے ادب سیکھا جائے"۔

(الصواعق المحرقہ اردو ص ۵۲۴)

اور شارح مشکوٰۃ صاحب مراۃ جناب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

"یعنی صحابہ کرام میں سے کسی کو ستانا در حقیقت مجھے (یعنی حضور نبی اکرم ﷺ کو) ستانا ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں صحابہ کو برا کہنے والا قتل کا مستحق ہے کہ اس کا یہ عمل عداوت رسول کی دلیل ہے۔ (مرقاۃ) اور

عداوت رسول عداوت رب ہے ایسا مردود دوزخ ہی کا مستحق ہے"۔

(مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد ہشتم ص ۳۴۳)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"صحابہ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف صحابیت یقینی ہے اور ان کے خلاف جو کچھ لکھا گیا وہ ظنی ہے اور ظن یقین کے معارض نہیں ہو سکتا اور یقین کو ظن کی وجہ سے نہیں چھوڑا جا سکتا"۔

(تکمیل الایمان فارسی بحوالہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل حق کی نظر میں ص ۷۱)

محدث لاہوری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا حدیث پاک نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اس مضمون کی بکثرت احادیث ہیں جن سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام انصار و مہاجرین سے محبت رکھنا اور ان کی تعظیم و توقیر کرنا ہر مسلمان کیلئے لازمی ہے۔ یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے بلاواسطہ حضور اکرم ﷺ سے فیض حاصل کیا اور آپ پر جان و مال قربان کیا۔ دین اسلام کو اپنے خون سے سینچا اور اسلام کیلئے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں یہ افراد ساری قوم مسلم کے محسن و مخدوم ہیں ان سے محبت یقیناً اسلام ہے اور ان سے بغض و عداوت منافقت ہے"۔

(فیوض الباری جلد اول ص ۱۵۰)

اب کوئی نام نہاد مفکرِ اسلام ہو یا کوئی سکالر جو بھی کسی صحابی میں عیب نکالے گا مذکورہ وعید کا مستحق ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ضرور پکڑے گا۔ شاید کوئی عبرت حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سے جلنے والے کافر

حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صحبت و معیت کیلئے پسند فرمایا اور آپ کا معاون

ومددگار بنایا بلکہ ابھی ابھی آپ ترمذی اور مشکوٰۃ کی روایت کردہ ایک نہایت ہی مفصل حدیث پاک ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ سے محبت کو اپنی محبت، ان سے بغض کو اپنا بغض، ان کی اذیت کو اپنی اذیت بلکہ اللہ کو اذیت دینے کے مترادف فرمایا۔ گویا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک صحابہ کرام کی بہت قدر و منزلت ہے اور انہیں بہت عزت و عظمت عطا فرمائی گئی ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ ان سے حسد کرتے ہیں ان سے بغض رکھتے ہیں اور ان کے مقامات و درجات دیکھ سن کر جلتے ہیں انہیں کافر قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا:

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ (الفتح۔۲۹)

ترجمہ: ''تاکہ غیض میں جلتے رہیں انہیں دیکھ کر کفار۔ (ضیاء القرآن)

کسی بھی مسلمان کو دوسرے مسلمان سے حسد کرنا اور اللہ تعالیٰ نے اسے جو نعمت اور عزت عطا فرمائی ہے اس کا برا چاہنا اور اسے دیکھ کر جلنا جائز نہیں۔ حسد سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ترجمہ)

''حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو یا گھاس کو''۔ (ریاض الصالحین مترجم دوم ص ۲۹۱)

صاحب تفسیر نعیمی جناب مفتی احمد یار خان بدایونی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت ''اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ پس حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔ النسآء۔ ۵۴'' فرماتے ہیں:

''حسد کے معنی ہیں جلنا اور کسی کی نعمت کا زوال چاہنا۔ بخیل نہیں چاہتا کہ میں کسی کو اپنی نعمت دوں اور حاسد نہیں چاہتا کہ خدا تعالیٰ کسی کو اپنی نعمت دے''۔ (تفسیر نعیمی پ ۵ ج ۵ ص ۱۲۷)

اب جب عام مسلمانوں سے جلنا اور اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی عزت و عظمت اور نعمت و دولت پر حسد کرنا جائز نہیں تو افضل ترین طبقۂ امت یعنی حضور سرورِ عالم ﷺ

کے پیارے صحابہ کرام جنہیں خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی صحبت و معاونت کیلئے پسند فرمایا ہے' سے حسد کرنا اوران کی شان وشوکت اورعزت وعظمت دیکھ کر جلنا کیونکر روا ہوسکتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو مسلمانوں سے حسد کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان تو عام مسلمان سے بھی حسد نہیں کرتا۔ اب عام مسلمان تو کجا جو شخص خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسد کرے اسے مسلمان کہلانے کا کیا حق حاصل ہے۔ اور حسد بغیر عداوت کے نہیں ہوسکتا جبکہ صحابہ کرام سے عداوت حضور اکرم ﷺ سے عداوت ہے اور اس پر ایک مفصل حدیث پاک جو آپ پہلے "صحابی سے عداوت حضور ﷺ سے عداوت ہے" کے عنوان سے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

> "میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں (اپنے اعتراضات کا) نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری خاطر ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ایسا کیا۔ جس نے انہیں اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑے"۔ (ترمذی ابواب المناقب۔ مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

اب صحابہ کرام سے بغض وعداوت رکھنے والا اوران سے حسد کی آگ میں جلنے والا کیونکر مسلمان ہوگا' جس کے حسد کی زد پہلے آقا ومولیٰ جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر اور پھر اللہ تعالیٰ پر پڑتی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھی دوچار ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہے۔ (اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۔ القرآن) اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام سے حسد کرنے والوں کو کافر ہی فرمایا ہے۔ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ۔ تاکہ غیض میں جلتے رہیں انہیں دیکھ کر کفار۔ اسی آیہ مقدسہ سے استدلال کرتے ہوئے

سیدنا امام مالک بن انس ﷛ نے فرمایا:

”جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے ساتھ بغض وعداوت رکھی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے“۔

(کتاب الشفاء اردو دوم ص ۱۰۶)

حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اس آیت میں امام مالک ﷛ نے روافض کے کفر کا مفہوم اخذ کیا ہے جو آپ کی ایک روایت میں بیان ہوا ہے کیونکہ یہ لوگ صحابہ سے بغض رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں: کیونکہ صحابہ ان کو غصہ دلاتے ہیں اور جسے صحابہ غصہ دلائیں وہ کافر ہے۔ یہ ایک اچھا ماخذ ہے جس کی شہادت آیت کے ظاہری الفاظ سے ملتی ہے۔ حضرت امام شافعی ﷛ نے بھی روافض کے کفر میں آپ سے اتفاق کیا ہے۔ اسی طرح ائمہ کی ایک جماعت بھی اس معاملہ میں آپ سے متفق ہے“۔ (الصواعق المحرقہ اردو ص ۴۹۶)

اور امام ربانی قیوم زمانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں:

”تمام بدعتی فرقوں میں سے بدتر وہ فرقہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتا ہے۔ اللہ نے اپنے قرآن میں ان لوگوں کو کافر کہا ہے۔ (فرمایا) لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ“۔

(مکتوبات حصہ اول مکتوب نمبر ۵۴)

صاحب تفسیر نور العرفان جناب مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:

”معلوم ہوا کہ صحابہ سے جلنے والے سب کافر ہیں۔ قرآن کریم نے کسی اسلامی فرقے پر صراحۃً کفر کا فتویٰ نہ دیا سوا دشمن صحابہ کے“۔

(تفسیر نور العرفان یہی آیت)

"اور صحابہ کے جس قدر فضائل و درجات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائے ان سب میں امیر معاویہ داخل ہیں۔ رب نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کل صحابہ سے جنت کا وعدہ فرما چکا۔ ان کیلئے تقویٰ و طہارت لازم فرمادی وہ سب سچے ہیں اللہ ان سے راضی ہو چکا وہ اللہ سے راضی ہو چکے۔ وہ بڑے کامیاب ہیں۔ ان سے جلنے والے، عناد رکھنے والے کفار ہیں وغیرہ وغیرہ ان سب میں امیر معاویہ یقیناً داخل ہیں"۔ (امیر معاویہ ﷺ پر ایک نظر ص ۴۲۔۴۳)

عظمت صحابہ، بُرا بھلا کہنا منع

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑی عزت و عظمت عطا فرمائی اور انہیں اپنے محبوب ﷺ کا جانثار ساتھی بنایا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی صحبت کیلئے پسند کیا، عزیز رکھا اور محبوب جانا اُن کی خوشی کو اپنی خوشی اور ان کی اذیت کو اپنی اذیت قرار دے کر اُن کا مقام و مرتبہ بڑھایا اور انہیں بُرا بھلا کہنے اور سب وشتم کرنے سے روک کر ان کی عزت افزائی فرمائی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱) "لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَّا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَلَا نَصِیْفَہٗ"۔ (مشکوٰۃ ص ۵۵۳ باب مناقب الصحابۃ بحوالہ بخاری ومسلم)

ترجمہ: میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی ایک احد (پہاڑ) برابر سونا خیرات کرے تو اُن کے ایک مُد کو نہ پہنچے نہ آدھے کو۔

شارح مشکوٰۃ صاحب مراٰۃ جناب مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"چار مُد کا ایک صاع ہوتا ہے اور ایک صاع ساڑھے چار سیر کا تو مد ایک سیر آدھ پاؤ ہوا یعنی میرا صحابی قریباً سوا سیر (ایک کلوگرام سے

کچھ زائد) جو خیرات کرے اوران کے علاوہ کوئی مسلمان خواہ غوث و قطب ہو یا عام مسلمان پہاڑ بھر سونا خیرات کرے تو اس کا سونا قرب الٰہی اور قبولیت میں صحابی کے سوا سیر کو نہیں پہنچ سکتا۔ یہ ہی حال روزہ، نماز اور ساری عبادات کا ہے، جب مسجد نبوی کی نماز (ثواب میں) دوسری جگہ کی نمازوں سے پچاس ہزار گنا ہے تو جنہوں نے حضور ﷺ کا قرب اور دیدار پایا۔ ان کا کیا پوچھنا اور ان کی عبادات کا کیا کہنا...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کا ذکر ہمیشہ خیر سے ہی کرنا چاہیے کسی صحابی کو ہلکے لفظ سے یاد نہ کرو، یہ حضرات وہ ہیں جنہیں رب نے اپنے محبوب کی صحبت کیلئے چنا۔ مہربان باپ اپنے بیٹے کو بُروں کی صحبت میں نہیں رہنے دیتا تو مہربان رب نے اپنے نبی کو بروں کی صحبت میں رہنا کیسے پسند فرمایا"۔ (مراۃ شرح مشکوۃ ج ۸ ص ۳۳۵)

۲)"لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا اَدْرَكَ مُدًّا اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِیْفَهٗ۔

(مسلم ج ۲ ص ۳۱۰ باب تحریم سب صحابہ رضی اللہ عنہم، ترمذی ابواب المناقب، ابن ماجہ باب فضل اہل بدر رضی اللہ عنہم)

ترجمہ: میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرے تو وہ کسی صحابی کے ایک مد یا نصف مد کے برابر نہیں ہوسکتا۔

۳)"اِحْفَظُوْنِیْ فِیْ اَصْحَابِیْ وَاَصْهَارِیْ وَاَنْصَارِیْ فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْهِمْ حَفِظَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ لَّمْ یَحْفَظْنِیْ فِیْهِمْ تَخَلَّى اللّٰهُ مِنْهُ وَمَنْ تَخَلَّى اللّٰهُ مِنْهُ یُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ۔

(الصواعق المحرقہ ص ۴)

ترجمہ: میرے صحابہ، سسرال اور معاونین کے بارے میں مجھے حفاظت میں رکھو۔ سو جس نے ان کے بارے میں مجھے حفاظت میں رکھا اسے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں حفاظت میں رکھے گا اور جس نے میری ان کے بارے میں حفاظت نہ کی وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا اور جو اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ کرے۔

۴) اِنَّ اَشْرَارَ اُمَّتِیْ اَجْرَءُ هُمْ عَلٰی اَصْحَابِیْ۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل مکتوب نمبر ۲۵۱۔ صواعق محرقہ اردو ص ۴۷ بحوالہ ابن عدی)

ترجمہ: میری امت میں سے بدترین وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں۔

۵) جو شخص کسی نبی کو گالی دے اس کو قتل کر دو اور جو شخص میرے صحابہ میں سے کسی کو گالی دے اس کو قرار واقعی سزا دو۔ (کتاب الشفاء اردو دوم ص ۳۸۳)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَقَامُ اَحَدِهِمْ سَاعَةً خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِ اَحَدِكُمْ عُمُرَهٗ۔

(ابن ماجہ باب فضل اہل بدر رضی اللہ عنہم)

ترجمہ: حضور ﷺ کے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ ان کی بارگاہِ رسول ﷺ میں ایک گھڑی کی حاضری تمہارے زندگی بھر کے عمل سے بہتر ہے۔

اب فرمائیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ محبوب رکھتے ہیں اور انہیں برا بھلا کہنے سے روکتے ہیں ان کے بارے میں ایک مسلمان کا رویہ کیسا ہونا چاہیے۔ آپ نے مندرجہ بالا احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں ذرا خدا و رسول ﷺ کو یاد کر کے اور سینہ پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ اگر کوئی نام نہاد مفکر اسلام اور مفسر قرآن جو قرآن و حدیث کا عالم ہونے کا دعویٰ بھی کرے اور بعض صحابہ

خصوصاً حضرت امیر معاویہ ﷛ جو حضور ﷺ کے عظیم صحابی، کاتب وحی، محرم راز اور عزیز رشتہ دار بھی ہیں' کو غیر آئینی کام کرنے یا باطل پر ہونے کا طعن بھی کرے تو کیا وہ جناب رسول اللہ ﷺ کا باغی اور نافرمان نہیں؟ اور کیا وہ بدترین امت نہیں؟ کوئی بتائے کہ اس زبان دراز اور ستم شعار نے صحابہ کرام کے بارے میں حضور رسول خدا ﷺ کے حقوق کی کیا حفاظت کی؟ اس نے کوئی حفاظت نہ کی بلکہ اس نے اذیت دی اور حدیث پاک کے مطابق رحمت خداوندی سے دور ہو کر مواخذۂ خداوندی سے دوچار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے محفوظ فرمائے۔

صحابہ کو برا کہنے والا لعنتی

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱)"لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا (اَیْ فَرْضًا وَّلَا نَفْلًا)۔ (تطہیر الجنان ص ۳)

ترجمہ: میرے صحابہ کو برا مت کہو کیونکہ جس شخص نے کسی صحابی کو برا کہا اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور انسانوں کی سب کی لعنت۔ اللہ اس کی نہ فرض عبادت قبول کرے گا نہ نفل عبادت۔

(سیدنا امیر معاویہ ﷛ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۱۰)

۲)مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ ﷛ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ﷛ ص ۱۵' مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱ بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔

۳) اِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ۔

(ترمذی ابواب المناقب، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ، الصواعق المحرقہ اردو ص ۴۷ بحوالہ خطیب)

ترجمہ: جب تم انہیں دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت۔

۴) اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَنِيْ وَاخْتَارَلِيْ اَصْحَابًا فَجَعَلَ لِيْ مِنْهُمْ وُزَرَاءَ وَّاَنْصَارًا وَّاَصْهَارًا فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا اور میرے لئے میرے رفقا کو چنا ان سے میرے وزیر و مشیر اور مددگار اور رشتہ دار بنائے اور جس نے ان کی بدگوئی کی اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت۔ اللہ تعالیٰ اس کے کسی فرض و نفل کو قبول نہیں فرمائیں گے۔

(الطبرانی والحاکم بحوالہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل حق کی نظر میں ص ۵۲)

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے والا شخص لعنتی ہوتا ہے لہٰذا جو شخص خدا اور رسول ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہے اور حضور ﷺ پر صدقِ دل سے ایمان رکھتا ہے وہ تو ضرور عبرت حاصل کرے گا اور صحابہ کرام کا ادب و احترام بجالائے گا۔ لیکن جو شخص سچے دل سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان ہی نہیں لایا اسے کیا، وہ نہ تو احادیثِ مبارکہ میں وارد کسی وعید کی پروا کرتا ہے اور نہ ہی صحابہ کرام پر سب و شتم سے باز آتا ہے۔ استغفراللہ۔

ہم اللہ و رسول ﷺ کے ان منکرین، دشمنانِ صحابہ سے مخاطب بھی نہیں بلکہ اس وقت ہم صرف اہل ایمان سے مخاطب ہیں جو اللہ و رسول ﷺ پر صدقِ دل سے ایمان رکھتے ہیں اور احادیثِ مبارکہ کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے والوں

کو لعنتی جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔

یہ تو دشمنانِ صحابہ کی بات ہو رہی تھی۔ حدیث پاک میں انہیں تو لعنتی فرمایا ہی گیا ہے اب اس عالمِ دین کی بات سنئے اور اس کی بدنصیبی ملاحظہ کیجئے جو علم ہونے کے باوجود دشمنانِ صحابہ کے شر کو دور کرنے کیلئے اپنا علم ظاہر نہ کرے حدیث پاک کے مطابق ایسا عالم بھی لعنتی ہی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ اَوْ قَالَ الْبِدَعُ وَسُبَّتْ اَصْحَابِی فَلْيُظْهِرُ الْعَالِمُ عِلْمَهٗ فَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذَالِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ عَدْلًا وَّلَا فَرْضًا"۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اوّل مکتوب نمبر ۲۵۱)

ترجمہ: جب فتنے اور بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور میرے اصحاب کو گالیاں دی جائیں تو عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے پس جس نے ایسا نہ کیا اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہ کرے گا۔

کسی صحابی کے مخالف کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا منع

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کیلئے پوری نوع انسانیت میں سے صحابہ کرام کو منتخب فرمایا ہے: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی ۔ (النمل۔۵۹)

ترجمہ: تم کہو سب خوبیاں اللہ کو اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر۔

(کنز الایمان)

اس آیت کی تفسیر میں رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ اِصْطَفَاهُمُ اللّٰهُ لِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰهُ

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ"۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کیلئے ان کے صحابہ کو چن لیا۔

(الریاض النضرۃ ج ا ص ۱۸)

پھر اللہ تعالیٰ صحابہ کرام سے راضی بھی ہو چکا ہے اور قرآن کریم میں "رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" کا سرٹیفکیٹ دے کر ان کی شان اور بھی بڑھا چکا ہے۔ اس کے باوجود بعض لوگ اس قرآنی سرٹیفکیٹ کو تسلیم نہیں کرتے اور صحابہ سے راضی نہیں ہوتے۔ (استغفراللہ) ایسے لوگ جو کسی صحابی کو برا بھلا کہیں یا اس کی تنقیصِ شان کریں وہ حضرات صحابہ ہی سے کیا اللہ و رسول ﷺ سے بھی راضی نہیں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے راضی نہیں جو اس کی رضا اور منشاء کو پسند نہیں کرتے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایسے مخالفینِ صحابہ نہ صرف پسند نہیں بلکہ ان کے ساتھ میل جول رکھنا بھی پسند نہیں۔ حتیٰ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے اور اٹھنے بیٹھنے سے منع فرما دیا، ملاحظہ ہو:

"اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابًا وَّاَصْھَارًا وَّسَیَاْتِیْ قَوْمٌ یَسُبُّوْنَھُمْ وَیَنْتَقِصُوْنَھُمْ فَلَا تُجَالِسُوْھُمْ وَلَا تُشَارِبُوْھُمْ وَلَا تُوَاکِلُوْھُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْھُمْ"۔ (الصواعق المحرقۃ ص ۴ بحوالہ العقیلی)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے میرے صحابہ اور سسرال پسند کئے عنقریب کچھ لوگ ہوں گے جو ان کو گالی دیتے ہوں گے (برا بھلا کہتے ہوں گے) ان کی تنقیص کریں گے تو تم ان کے ساتھ مت بیٹھنا اور نہ ہی ان کو پینے کو دینا اور نہ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا اور نہ ان سے نکاح کا معاملہ کرنا۔

حضور سیدنا غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث یوں نقل فرمائی ہے۔ (ترجمہ)

"حضرت انس ﷺ کی روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے میرے صحابہ کرام کو پسند فرمایا۔ پس ان کو میرا معاون اور رشتہ دار بنایا اور آخری زمانے میں کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو ان کی توہین کریں گے۔ خبردار! ان کے ساتھ مت کھاؤ، خبردار! ان کے ساتھ مت پیو، خبردار! ان کے ساتھ نکاح نہ کرو۔ خبردار! ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا اور خبردار! ان کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھنا"۔ (غنیۃ الطالبین اردو ص ۲۶۹)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (الانعام۔ ۶۸)

ترجمہ: تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (کنزالایمان)

مفسر قرآن مفتی احمد یار خان اس کے تحت فرماتے ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ بری صحبت سے بچنا نہایت ضروری ہے برا یار برے سانپ سے بدتر ہے کہ بُرا سانپ جان لیتا ہے اور برا یار ایمان برباد کرتا ہے" (نورالعرفان)

معلوم ہوا جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں زبان درازی کرتے ہیں۔ انہیں برا بھلا کہتے ہیں۔ وہ یقیناً اپنی سیاہ بختی میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ کو نہ صرف ایسے زبان دراز لوگ پسند نہیں بلکہ ان لوگوں سے میل جول رکھنا بھی پسند نہیں۔

محبت صحابہ، محبت رسول ﷺ کے سبب سے ہے

ہمارے آقا و مولیٰ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی محبت کو محبت صحابہ کا سبب قرار دیا ہے۔ فرمایا:

اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ۔ (ترمذی ابواب المناقب، مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

ترجمہ: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو میرے بعد انہیں نشانہ نہ بناؤ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری خاطر ان سے محبت کی۔

(مدارج النبوت اردو اوّل ص ۵۳۰)

معلوم ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کا اصل سبب جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے۔ ان کی نسبت رسول خدا ﷺ سے ہے وہ حضور اکرم ﷺ کے شرف صحبت سے مشرف ہونے والے ہیں۔ سب کے سب حضور ﷺ کے جانثار و فدائی ہیں ان سے محبت دراصل نسبت رسول (ﷺ) سے محبت ہے۔ پس جس کو نبی اکرم رسول معظم ﷺ سے محبت ہوگی وہ ضرور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی محبت رکھے گا۔ حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جس مسلمان کا دل اللہ اور رسول ﷺ کی محبت سے پُر ہو، اس پر واجب ہے کہ اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے تمام اصحاب رضی اللہ عنہم سے محبت رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بڑی عنایتیں کی ہیں کہ کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں ہے۔ سب سے بڑی نعمت تو ان کو یہ ملی کہ سرورِ عالم ﷺ کی نظر (کیمیا اثر) ان پر پڑی اور حضرت نے ان کی تربیت فرمائی کہ اب کوئی دوسرا ان کے کمال اور استعداد اور وسعت علوم اور مرتبہ وراثت نبی کو نہیں پہنچ سکتا اور یہ بھی واجب ہے کہ اپنے نبی ﷺ کے تمام صحابہ کو عادل سمجھے، جیسا کہ اس پر ائمہ سلف و خلف کا اتفاق ہے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے بظاہر نظر جو کچھ نا مناسب باتیں منقول ہیں اللہ نے ان کو معاف کر دیا ہے کیونکہ اس نے فرمایا ہے۔" رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ" یعنی اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں اور

آنحضرت ﷺ نے ان کی بہت تعریف فرمائی اور ان کی بدگوئی سے منع فرمایا اور اس میں کسی صحابی کی تخصیص نہیں کی۔ حالانکہ اگر تخصیص مقصود ہوتی تو ضرور تخصیص کرنا چاہیے تھی پس معلوم ہوا کہ عموم مراد ہے ورنہ ایسا مجمل کلام ہرگز نہ ہوتا اور اس میں شک نہیں کہ حضرت معاویہ ؓ باعتبار نسب اور قرابتِ رسول کے اور علم وحلم کے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہیں پس ضروری ہوا کہ ان اوصاف کے سبب سے جو ان کی ذات میں بالاجماع موجود ہیں ان سے محبت کی جائے"۔

(سیدنا امیر معاویہ ؓ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۱۳۔ مقدمہ)

افسوس! بعض لوگ مسلمان کہلاتے ہیں۔ سنی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ حضور ﷺ سے بڑی محبت ہونے کا دم بھرتے ہیں لیکن نسبتِ رسول کا احترام نہیں کرتے اور اپنے دعویٰ کے مطابق حضور سے محبت کی خاطر آپ کے صحابہ کرام سے محبت نہیں کرسکتے۔ اور محبت تو کجا بعض صحابہ خصوصاً سیدنا امیر معاویہ ؓ سے نفرت کرتے ہیں۔ استغفراللہ۔

اور یہ تو نحو (گرائمر) کا بھی مسئلہ ہے کہ جو نکرہ معرفہ کی طرف مضاف ہو وہ نکرہ بھی معرفہ ہو جاتا ہے یعنی جو عام چیز کسی خاص چیز کی طرف منسوب ہو جائے وہ عام چیز بھی خاص ہو جاتی ہے مثلاً کتا ایک عام چیز ہے اور ہر کوئی اسے بنظرِ حقارت ہی دیکھتا ہے لیکن جس کتے کو اصحاب کہف سے نسبت ہوگئی وہ معزز ہوگیا اور ہر کسی نے اسے عزت کی نظر سے دیکھا گویا اب یہ عام کتا نہیں جس سے نفرت کی جاتی ہے بلکہ خاص کتا ہوگیا جسے ہر کوئی عزت دیتا ہے۔ اور یہ تو اصحاب کہف کی نسبت ہے جس نے ان کے کتے کو دیگر کتوں سے ممتاز کردیا۔ تو پھر ایمان سے کہیے خاصوں کے خاص جنابِ حبیب خدا، سرورِ دوسرا، شہریارِ ارض وسما، امام الانبیاء حضور خیر الوریٰ علیہ التحیۃ والثناء کی نسبت کا کیا حال ہوگا۔ ارے جناب! جس چیز کو بھی حضور ﷺ سے نسبت

ہو جاتی ہے وہی اعلیٰ ہو جاتی ہے۔ مثلاً حضور ﷺ کی نسبت سے آپ کی امت سب امتوں سے اعلیٰ۔ حضور کا شہر تمام شہروں سے اعلیٰ، حضور کا دین سب دینوں سے اعلیٰ، حضور کی امت کے اولیاء دیگر امتوں کے اولیاء سے اعلیٰ اسی طرح حضور کے صحابہ تمام امت سے اعلیٰ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کے صحابہ سے اعلیٰ۔ لہٰذا انہیں اعلیٰ سمجھنا اور ان سے محبت رکھنا گویا حضور ﷺ اور آپ کی نسبت کو اعلیٰ سمجھنا اور اس کا احترام کرنا ہے۔

پھر حیرت ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اپنے مقبول بندوں ''اصحابِ کہف'' کی نسبت سے ان کے کتے کی شان بڑھا رہا ہے لیکن یہ نام نہاد کلمہ گو مسلمان کہلا کر بھی بلکہ بعض تو مسلمانوں کے ''رہبر اور رہنما'' بن کر بھی جنابِ رسول ﷺ کے صحابہ تک کی عزت نہیں کرتے۔ ان لوگوں کو در حقیقت نسبتِ رسول کا کوئی احترام نہیں اور محبتِ رسول (ﷺ) کا کچھ بھی پاس نہیں۔ (استغفر اللہ)

بہر حال ہم اپنے پیارے سُنی بھائیوں سے گزارش کریں گے کہ وہ اپنے اسلام اور ایمان کی خاطر اللہ کے پیارے رسول ﷺ سے مضبوط رشتہ جوڑیں اور ان نام نہاد مفکرانِ اسلام سے دور رہیں۔ محبتِ رسول ﷺ کو ہر بات پر ترجیح دے کر آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دِلی طور پر محبت رکھیں کہ یہ باعثِ محبت رسول (ﷺ) ہے جو اصل ایمان ہے اور اسی میں ساری بھلائی ہے۔ حضور سرورِ عالم نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

''جب اللہ میرے کسی امتی کی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں میرے صحابہ کی محبت ڈال دیتا ہے''۔

(برکات آلِ رسول ص ۲۷۸ اردو ترجمہ الشرف المؤبد لآل محمد ﷺ)

اللہ صحابہ سے راضی اور صحابہ اللہ سے راضی

ہر مسلمان کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے۔ وہ اسلام

قبول کرتا ہے تو اسی خواہش سے۔ ساری ساری رات عبادت میں گزارتا ہے تو اسی آرزو کے ساتھ اور جان کا نذرانہ ہاتھ میں لئے ہوئے میدان جہاد میں نکلتا ہے تو بھی اسی اشتیاق سے کہ رب ذوالجلال اس سے راضی ہو جائے' وہ اسی کوشش اور اسی تگ و دو میں رہتا ہے کہ اللہ اس سے راضی ہو جائے۔ اللہ کے راضی ہونے کا پتہ نہیں چلتا' پتہ تو جب چلے جب اسے کچھ بتا دیا جائے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کچھ بتایا ہی نہیں کہ وہ اس سے راضی ہو چکا ہے یا نہیں' اور اس کی عبادت و ریاضت دربارِ خداوندی میں مقبول ہو چکی ہے یا نہیں۔ لیکن نثار جائیں صحابہ کرام کی عظمت و عزت پر جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی رضا کا اعلان فرمادیا ہے کہ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ سنئے آیات مقدسہ اور کہیے سبحان اللہ! فرمایا:

۱) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ (التوبہ۔۱۰۰)

ترجمہ: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر و انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ (کنزالایمان)

۲) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (المجادلۃ۔۲۲)

ترجمہ: اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ (کنزالایمان)

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے جانثار و وفا شعار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو فضیلت اور عزت و کرامت بیان فرمائی ہے اور جس واضح انداز میں انہیں اپنی رضا کا پروانہ عطا فرمایا ہے' وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کسی خوش نصیب سے راضی ہو جانا اس کا کوئی معمولی انعام و اکرام نہیں بلکہ انسانیت کی معراج ہے۔ بندے کی تمام ریاضتوں اور عبادتوں کا مقصود

رضائے خداوندی ہی ہے لہٰذا صحابہ کرام کی خوش بختی میں شک نہیں ہوسکتا۔

اور حضرت امیر معاویہ بھی صحابہ کی اسی صف میں شامل ہیں جنہیں اللہ نے اپنی رضا کا پروانہ عطا فرمایا ہے اور یہ بات محدثین نے تسلیم کی ہے اور ان کے نام کے ساتھ ﷺ لکھتے ہیں۔ شیخ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

> ''صحابہ کرام اور محدثین عظام حضرت امیر معاویہ کی مدح کرتے ہیں حالانکہ وہ حضرت علی ﷺ کے فضائل اور واقعات اختلافیہ کے تمام لوگوں سے زیادہ واقف ہیں اور ان کی تصدیق حجت ہے۔ امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ مناقب کا مجموعہ ہیں۔ اسی طرح شرح مسلم میں ہے کہ آپ کا شمار عدول فضلا اور صحابۂ اخیار میں ہوتا ہے...... محدثین کرام ان کے نام کے بعد ﷺ لکھتے ہیں جیسا کہ دیگر صحابہ کے نام کے بعد لکھتے ہیں بلا تفریق۔

(معترضین حضرت امیر معاویہ ﷺ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۳۵)

اللہ تعالیٰ کے راضی ہوجانے کے بعد بھی صحابہ کرام خصوصاً خلیفۂ راشد سیدنا عثمان غنی اور امیر المومنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی عزت وعظمت اور شرافت وکرامت پر طعن وتشنیع کرنے والا گویا اپنے ایمان کی کھیتی کو خود ہی برباد کرنے والا ہے۔

اور پھر جو یہ فرمایا کہ: ''وَرَضُوْا عَنْهُ'' یعنی وہ صحابہ اللہ سے راضی تو یہ گویا ان کی عزت افزائی کیلئے فرمایا۔ اب اللہ تعالیٰ تو صحابہ کرام کی عزت افزائی فرمائے اور کوئی دشمن صحابہ ان پر تنقید کرے اور انہیں طعن وتشنیع کا نشانہ بنا کے ان کی عزت گھٹانے کی کوشش کرے کیا وہ صرف دشمن صحابہ ہی ہے یا دشمن خدا ورسول (ﷺ) بھی ہے۔ ایسے نام نہاد ''مفکر اسلام'' کی حرماں نصیبی میں کیسے شک ہوسکتا ہے۔

اور اگر کسی مسلمان کا مقصدِ حیات رضائے خداوندی نہیں۔ اسے یومِ آخرت اور حساب وکتاب کی بھی کوئی پرواہ نہیں۔ اس نے تصدیق قلبی کے بغیر محض زبان سے

کلمہ پڑھا ہے تو ہم اس نام نہاد مسلمان کی بات نہیں کرتے آخر اس کے پاس کون سا ایسا ایمان ہے جو برباد ہو جائے گا؟

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حقیقی دولت ایمان سے نوازے اور جب صحابہ کرام سے خود راضی ہو چکا ہے' ہمیں بھی ان سے راضی ہو جانے اور ان کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

باب نمبر۲

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خصوصی فضائل

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خصوصی فضائل

مفسر قرآن جناب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل دو طرح کے ہیں ایک عمومی دوسرے خصوصی۔ عمومی فضائل یہ ہیں کہ جلیل الشان عظیم المرتبت صحابی رسول ہیں۔ لہٰذا صحابہ کے جس قدر فضائل و درجات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائے ان سب میں امیر معاویہ داخل ہیں۔ رب نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کل صحابہ سے جنت کا وعدہ فرما چکا ہے۔ ان کیلئے تقویٰ اور طہارت لازم فرمادی۔ وہ سب سچے ہیں اللہ ان سے راضی ہو چکا وہ اللہ سے راضی ہو چکے وہ بڑے کامیاب ہیں ان سے جلنے والے عناد رکھنے والے کفار ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان سب میں امیر معاویہ یقیناً داخل ہیں۔

نیز امیر معاویہ نبی کریم ﷺ کے نسبی عزیز اور سسرالی قرابت دار ہیں۔ لہٰذا جو آیات حضور ﷺ کے اہل قرابت کے متعلق نازل ہوئیں ان سب میں بھی امیر معاویہ شامل ہیں اور حضور ﷺ نے جس قدر مراتب و درجات صحابہ کرام یا اپنے اہل قرابت کے بیان فرمائے ان سب میں بھی امیر معاویہ شامل ہیں۔ فرمایا: "میرے صحابہ تارے ہیں تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ میرے صحابہ کا سوا سیر جو خیرات کرنا تمہارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے۔ میرے صحابہ سے جس نے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی وغیرہ وغیرہ ان سب میں بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

اگر امیر معاویہ ﷛ کے اور کوئی خصوصی فضائل نہ بھی ہوتے تب بھی یہ فضائل بہت شاندار تھے جیسے جن انبیائے کرام (علیہم السلام) کے خصوصی فضائل قرآن و حدیث میں نہیں وارد ہوئے وہ بھی عظمت والے اور واجب الاحترام ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے کہ خود نبوت عظیم الشان درجہ ہے ایسے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق عقیدہ رکھنا چاہیے...... صحابیت اور قرابت رسول اللہ ﷺ کے علاوہ امیر معاویہ میں بے شمار خصوصی فضائل بھی ہیں"۔ (امیر معاویہ ﷛ پر ایک نظر ص ۴۲ تا ۴۴)

نسبی فضیلت

جناب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"آپ کا نام معاویہ کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ آپ والد کی طرف سے بھی پانچویں پشت میں اور والدہ کی طرف سے بھی پانچویں پشت میں حضور انور ﷺ سے مل جاتے ہیں۔ والد کی طرف سے سلسلۂ نسب یہ ہے۔

"معاویہ ابن ابوسفیان ابن حرب ابن امیہ ابن عبدالشمس ابن عبد مناف۔

والدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب یہ ہے۔ معاویہ ابن ہند بنت عتبہ ابنِ ربیعہ ابن عبدالشمس ابن عبد مناف۔

یہ عبد مناف نبی کریم ﷺ کے چوتھے دادا ہیں کیونکہ حضور محمد رسول اللہ ﷺ ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن عبد مناف ہیں۔

امیر معاویہ ﷛ عبد مناف میں حضور ﷺ سے مل جاتے ہیں لہٰذا امیر معاویہ نسبی لحاظ سے حضور ﷺ کے قریبی اہلِ قرابت میں سے ہیں"۔

(امیر معاویہ ﷛ پر ایک نظر ص ۳۷۔۳۸)

حضرت امام احمد ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"امیر معاویہ ﷛ باعتبار نسب کے..... آنحضرت ﷺ سے بہ

نسبت اوروں کے زیادہ قریب تھے کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ عبد مناف میں جا کے مل جاتے ہیں۔

عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ایک ہاشم جو آنحضرت ﷺ کے دادا تھے دوسرے مطلب جو شافعی کے دادا تھے تیسرے عبدالشمس جو حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے دادا تھے چوتھے نوفل۔ پہلے تین بیٹے حقیقی بھائی تھے"۔

(سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۲۳،۲۴)

مفسر قرآن مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"اگر ہم حضور نبی کریم ﷺ کے شجرہ نسب پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے بھائی تھے...... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیس سال اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے اکیس سال بڑے تھے۔ فتح مکہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا سارا خاندان مشرف باسلام ہو چکا تھا۔اب حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کھل کر اپنی آغوش رحمت میں لے لیا اور آپ کی خصوصی تربیت کی"۔ (النار الحامیہ لمن ذم المعاویہ ص ۱۱۰)

قبول اسلام

جناب حافظ ابن عساکر سے منقول ہے:

"قَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ لَمَّا كَانَ عَامُ الْحَدِيْبِيَةِ وَصَدَّتْ قُرَيْشٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبَيْتِ وَ دَافَعُوْهُ بِالدَّاحِ وَكَتَبُوْا بَيْنَهُمْ وَالْقَضِيَّةَ وَقَعَ الْاِسْلَامُ فِيْ قَلْبِيْ"

ترجمہ: حضرت معاویہ بن ابوسفیان فرماتے ہیں جس سال صلح حدیبیہ ہوئی

جب قریش نے جناب رسول اللہ ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرنے سے اور عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اور ان کے درمیان صلح نامہ لکھا گیا اس وقت ہی اسلام میرے دل میں گھر کر گیا تھا“۔

(مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ص ۹۴۔۹۵ بحوالہ ابن عساکر نمبر ۲۲ ص ۴۰۳)

شیخ المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

”اہل سیر بتاتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا قبل از فتح مکہ اور قبل از تشریف آوری سید عالم برائے فتح مکہ ہے۔ وہ اس سے پہلے گئے اور حضور اکرم ﷺ کا طریقہ معلوم کیا۔ مروی ہے فرمایا کہ ”میں عمرۃ القضاء کے دن اسلام لایا اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کی“۔ (مدارج النبوت اردو دوم ص ۹۳۰)

علامہ ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر نقل کرتے ہیں:

”سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ عمرۃ القضاء کے موقع پر اسلام لائے اور رسول اللہ ﷺ سے مسلمان ہو کر ملے لیکن اپنے باپ اور اپنی ماں سے اسلام مخفی رکھا“۔

(اسد الغابہ اردو ج ۴۔ ۳۸۵، تاریخ ابن کثیر ج ہشتم ص ۵۲۷)

جناب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

”صحیح یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاص صلح حدیبیہ کے دن ۷ھ میں اسلام لائے مگر مکہ والوں کے خوف سے اپنا اسلام چھپائے رکھا پھر فتح مکہ کے دن اپنا اسلام ظاہر فرمایا۔ جن لوگوں نے کہا ہے کہ وہ فتح مکہ کے دن ایمان لائے وہ ظہور ایمان کے لحاظ سے کہا۔ جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ درپردہ جنگ بدر کے دن ہی ایمان لا چکے تھے مگر احتیاطاً اپنا ایمان چھپائے رہے اور فتح مکہ میں ظاہر فرمایا تو لوگوں نے انہیں بھی فتح مکہ کے

مومنوں میں شمار کردیا۔ حالانکہ آپ قدیم الاسلام تھے بلکہ بدر میں بھی کفار مکہ کے ساتھ مجبوراً تشریف لائے تھے۔ اسی لئے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی مسلمان عباس رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کرے وہ مجبوراً لائے گئے ہیں۔

امیر معاویہ کے حدیبیہ میں ایمان لانے کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہم سے روایت فرمائی کہ امام باقر سے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کے احرام سے فارغ ہوتے وقت حضور کے سر شریف کے بال کاٹے مروہ پہاڑ کے پاس۔ نیز وہ حدیث بھی دلیل ہے جو بخاری شریف نے بروایت طاؤس عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمائی کہ حضور ﷺ کی یہ حجامت کرنے والے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ حجامت عمرہ قضا میں واقع ہوئی بعد صلح حدیبیہ سے ایک سال بعد ۸ھ میں ہوا کیونکہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ نے قران کیا تھا اور قارن مروہ پر حجامت نہیں کراتے بلکہ منیٰ میں دسویں ذی الحجہ کو کراتے ہیں۔ نیز حضور ﷺ نے حج وداع میں بال نہ کٹوائے تھے بلکہ سر منڈایا تھا۔ ابوطلحہ نے حجامت کی تھی تو لامحالہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ حضور کے سر شریف کے بال تراشنا عمرہ قضا میں فتح مکہ سے پہلے ہوا۔ معلوم ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔

اور عذر و مجبوری اور ناواقفیت کی حالت میں ایمان ظاہر نہ کرنا جرم نہیں کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے قریباً چھ برس اپنا ایمان ظاہر نہ کیا، مجبوری کی وجہ سے نیز اس وقت ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ اسلام کا اعلان ضروری ہے لہٰذا اس ایمان کے مخفی رکھنے میں نہ امیر معاویہ پر اعتراض

ہوسکتا ہے نہ حضرت عباس پر (رضی اللہ عنہم اجمعین) ہماری اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہ ﷺ نہ فتح مکہ کے مومنین سے ہیں نہ مولفۃ القلوب میں سے"۔

(امیر معاویہ ﷺ پر ایک نظر ص ۳۸ تا ۴۰)

اور ایسا ہی حضرت امام احمد ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بے نظیر کتاب تطہیر الجنان میں نقل فرمایا ملاحظہ ہو تطہیر الجنان سیدنا امیر معاویہ ﷺ ص ۱۷ تا ۱۹ اُردو ترجمہ

بشارت یافتہ اور قابل حکمران تھے

محدث جلیل امام احمد ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت معاویہ ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے تھے مجھے اس وقت سے برابر خلافت ملنے کی امید رہی جب سے رسول خدا ﷺ نے مجھے فرمایا کہ "اے معاویہ! جب تم بادشاہ ہونا تو نیکی کرنا" اور ابویعلیٰ نے اپنی سند سے جس میں سوید ہیں اور ان کے متعلق کچھ جرح بھی ہے مگر وہ جرح مُضر نہیں ہے۔ حضرت معاویہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا ﷺ نے (ایک مرتبہ) میری طرف دیکھا اور فرمایا: "اے معاویہ! اگر تم کو حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا"۔ حضرت معاویہ ﷺ کہتے ہیں اس وقت سے مجھے یہ اُمید رہی کہ مجھے کہیں کی حکومت ملنے والی ہے یہاں تک کہ حضرت عمر ﷺ کی طرف سے مجھے شام کی حکومت ملی پھر حضرت امام حسن ﷺ کے خلافت ترک کر دینے کے بعد خلافت حاصل ہوگئی۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مرسل سند سے روایت کیا ہے مگر ابویعلیٰ نے اس کو سند صحیح سے موصول کیا ہے اس کے الفاظ حضرت معاویہ ﷺ سے اس طرح مروی

ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ "وضو کرو، پس جب وہ وضو کر چکے تو حضرت ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اے معاویہ! اگر تم کو کہیں کی حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا" اور "طبرانی نے اوسط" میں اس قدر مضمون زائد روایت کیا ہے کہ "نیکوکاروں کی نیکی قبول کرنا اور بدکاروں سے درگزر کرنا۔

اور امام احمد نے ایک دوسری سند حسن سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ ؓ بیمار ہوئے تو بجائے ان کے حضرت معاویہ ؓ نے پانی کا برتن اٹھالیا اور رسول خدا ﷺ کو وضو کرانے لگے۔ حضرت ﷺ نے وضو کرنے میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ سر اٹھایا اور فرمایا کہ "اے معاویہ! اگر تم کو کہیں کی حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا" حضرت معاویہ ؓ کہتے ہیں اس وقت سے مجھے برابر یہ خیال رہا کہ مجھے عنقریب خلافت ملنے والی ہے، یہاں تک کہ مل گئی"۔

(سیدنا امیر معاویہ ؓ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۳۴-۳۵)

"گویا آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہ ؓ کو بتایا تھا کہ وہ بادشاہ بنے گا اور آپ نے اسے حسن سلوک کا حکم دیا تھا۔ حدیث میں آپ ان کی خلافت کے درست ہونے کے متعلق اشارہ پائیں گے اور حضرت امام حسن ؓ کی دستبرداری کے بعد وہ اس کے حقدار تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا انہیں احسان کا حکم دینا بادشاہ ہونے پر مترتب ہوتا ہے۔ جس سے ان کی خلافت کے درست ہونے کی وجہ سے نہ کہ غالب آنے کی وجہ سے ان کی حکومت و خلافت کی حقیت، صحت تصرف اور نفوذ افعال پر دلالت ہوتی ہے۔ کیونکہ خود بخود غلبہ حاصل کرنے والا فاسق اور عذاب پانے والا ہوتا ہے وہ خوشخبری کا استحقاق نہیں رکھتا اور نہ ہی اسے ان سے حسن

سلوک کا حکم دیا جا سکتا ہے جن پر وہ غلبہ حاصل کرتا ہے بلکہ وہ تو اپنے قبیح افعال اور برے احوال کی وجہ سے زجر و توبیخ اور انتباہ کا مستحق ہوتا ہے۔

اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ متغلب ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ضرور اس طرف اشارہ فرماتے یا انہیں صراحت سے بتاتے۔ جب آپ ﷺ نے صراحت کی بجائے اس طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا تو یہ بات آپ کی حقیت پر دلالت کرتی ہے جس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری کے بعد سچے اور برحق خلیفہ تھے"۔

(الصواعق المحرقہ اردو ص ۷۴۴)

حضرت قاضی عیاض اندلسی شفا شریف میں نقل فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بادشاہی کی دعا دی تھی تو انہیں خلافت حاصل ہو گئی"۔ (کتاب الشفاء اردو اول ص ۴۹۹)

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"دیلمی نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے "یہ دن رات ختم نہ ہوں گے یہاں تک کہ معاویہ بادشاہ ہو جائیں گے" اور آجری نے کتاب الشریعۃ میں عبدالملک بن عمیر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس وقت سے خلافت کی خواہش رکھتا ہوں جب سے میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: "اے معاویہ! اگر تم بادشاہ ہو جاؤ تو لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا"۔

(ازالۃ الخفا اردو اول ص ۳۴۵ دوم ص ۵۴۵، ۵۴۶)

"اور جب یزید بن ابی سفیان نے وفات پائی تو اپنے بھائی

معاویہ بن ابی سفیان کو اپنا جانشین کر گئے۔ حضرت عمر فاروق ﷺ نے انہیں بھی وہی وصیت نامہ لکھ بھیجا جوان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کو لکھا تھا۔ اور وہی عہدہ ومنصب اور اختیارات دیے جوان کے بھائی کو دیے گئے تھے"۔

"پھر جب حضرت عمر فاروق ﷺ شام کی طرف گئے اور آپ نے امیر معاویہ ﷺ کو دیکھا تو فرمایا: یہ عرب کے کسریٰ ہیں کیونکہ یہ سواروں کی ایک بہت بڑی اردلی (جلوس) کے ساتھ آپ کے استقبال کو آئے تھے۔

جب ملاقات ہوئی آپ نے (استفسار) فرمایا۔ تم بڑی اردلی لے کر آئے ہو۔ عرض کیا: ہاں یا امیر المؤمنین! فرمایا: اس اردلی کے علاوہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے دروازے پر حاجتمند لوگ کھڑے رہتے ہیں (یعنی اپنے دروازے پر سنتری رکھتے ہو) عرض کیا: ہاں یا امیر المؤمنین! فرمایا اس کی وجہ؟ عرض کیا ہم ایسی زمین میں ہیں جہاں ہمارے دشمن کے جاسوس بکثرت پھر رہے ہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ بادشاہ اسلام کی حشمت ورعب کا اظہار کریں۔ اگر آپ حکم دیں تو اس طریق کو جاری رکھوں اور اگر آپ منع کریں تو ترک کردوں۔ آپ نے فرمایا: اے معاویہ! ہم تجھ سے کسی امر کا سوال نہیں کرتے مگر یہ کہ تم ہمیں ایک قوی شخص کے پنجہ میں چھوڑ دیتے ہو۔ اگر یہ حق ہے تو یہ کبھی نہ کہتے کہ ایک عقلمند کی رائے ہے اور اگر باطل ہے تو وہ ایک ادیب ولستان شخص کی چالبازی ہے۔ عرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپ مجھے اس کے متعلق کچھ حکم فرمایئے۔ فرمایا: نہ میں حکم کرتا ہوں نہ میں منع کرتا ہوں۔ حضرت عمرو بن العاص ﷺ نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپ نے دیکھا جس

امر میں آپ انہیں گرفتار کرنا چاہتے تھے کس طرح نکل گئے۔ فرمایا: انہیں وجوہات کے سبب ہم نے انہیں کام میں ڈالا ہے (یعنی حکومت دی ہے)"۔ (ازالۃ الخفاء اُردو دوم ص ۱۲۰۔ تاریخ ابن کثیر جلد ہشتم ص ۹۶۱، ۹۶۲)

ترمذی شریف کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیں:

"حضرت ابو ادریس خولانی سے روایت ہے جب حضرت عمر بن خطاب ﷛ نے عمیر بن سعد کو معزول کر کے حضرت معاویہ ﷛ کو والی بنایا تو لوگوں نے کہا: آپ نے عمیر کو معزول کر کے حضرت معاویہ ﷛ کو امیر مقرر فرمایا: اس پر عمیر نے کہا: حضرت معاویہ کا ذکر خیر ہی سے کیا کرو۔ کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا۔ "یا اللہ! ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے"۔

(ترمذی ابواب المناقب، مناقب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما)

حضرت علامہ شیخ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"حضرت عمر فاروق بن خطاب ﷛ نے حضرت معاویہ کو شام کا گورنر بنایا حالانکہ آپ تو حکام و امراء کی صلاح و فساد میں بہت احتیاط فرماتے تھے۔ اور حضرت عثمان غنی ﷛ نے بھی حضرت معاویہ ﷛ کو معزول نہ کیا بلکہ ان کو گورنری پر بحال رکھا"۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۴۹)

"امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ ﷛ مناقب کا مجموعہ ہیں۔ اسی طرح شرح مسلم میں ہے کہ آپ کا شمار عدول فضلاء اور صحابہ اخیار میں ہے۔ امام یافعی فرماتے ہیں کہ: آپ نہایت بُردبار، سخی، سیاستدان، صاحبِ عقل، سیاستِ کاملہ کے حق دار اور صاحب الرائے تھے گویا کہ حکومت کرنے کیلئے ہی پیدا ہوئے تھے"۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ ؓ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۳۵)

محقق ذیشان مفسر قرآن جناب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

''آپ کے دمشق کا حاکم بننے کا واقعہ یوں ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ملک شام پر لشکر کشی کی تو شام کا حاکم امیر معاویہ ؓ کے بھائی یزید بن ابوسفیان کو مقرر فرمایا۔ اتفاقاً امیر معاویہ ؓ اپنے بھائی کے ساتھ شام گئے۔ جب یزید بن ابوسفیان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے امیر معاویہ ؓ کو اپنی جگہ حاکم مقرر کر دیا۔ یہ تقرر عہد فاروقی میں ہوا۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے اس تقرر کو جائز رکھا چنانچہ امیر معاویہ خلافت فاروقی میں اور پورے عہد عثمان ؓ میں اس گورنری کے عہدے پر بیس سال تک فائز رہے۔[1] پھر عہد علی المرتضیٰ ؓ میں علی المرتضیٰ سے خون عثمان کے بدلے کا مطالبہ کیا اور عرض کیا کہ سب سے پہلے ان کے خون کا بدلہ لیا جائے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ امیر معاویہ نے حضرت علی المرتضیٰ (ؓ) سے بغاوت[2] کر دی۔ اور شام کے مستقل امیر

---

۱ مولانا مودودی نقل کرتے ہیں: ''حضرت معاویہ ؓ سیدنا عمر فاروق ؓ کے زمانے میں صرف دمشق کی ولایت پر تھے۔ حضرت عثمان نے ان کی گورنری میں دمشق، حمص، فلسطین، اُردن اور لبنان کا پورا علاقہ جمع کر دیا''۔ (خلافت وملوکیت ص ۱۰۷، ۱۰۸)

۲ یہی مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''باغی مسلمانوں کی وہ جماعت ہے جو خلیفہ برحق کے مقابل آجائے کسی غلط فہمی کی بنا پر نہ کہ نفسانی وجہ سے۔ اس کو فاسق و فاجر نہیں کہہ سکتے کہ قرآن نے انہیں مومن فرمایا۔ دیکھئے الحجرات۔ ۹''۔ (امیر معاویہ ؓ پر ایک نظر ص ۲۰)

''ہاں اب اردو میں باغی کا لفظ بے ادبی کے معنی میں آتا ہے۔ لہٰذا حضرت امیر معاویہ یا ان کی جماعت یا کسی صحابی پر یہ لفظ نہ بولا جائے کیونکہ ہماری اصطلاح میں باغی غدار اور ملک وقوم کے دشمن کو کہا جاتا ہے۔ اصطلاح بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے''۔ (امیر معاویہ ؓ پر ایک نظر ص ۲۱) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بن گئے۔ پھر امام حسن ﷺ نے چھ ماہ خلافت فرما کر امیر معاویہ ﷺ کے حق میں خلافت سے دستبرداری فرمائی اور امیر معاویہ ﷺ تمام مملکت اسلامیہ کے امیر ہو گئے۔ غرضیکہ آپ عہدِ فاروقی و عثمانی میں بیس سال تک حاکم رہے اور بعد میں بیس (۲۰) سال تک امیر' کل چالیس سال حکومت کی......

امیر معاویہ ﷺ نہایت دیانتدار، سخی، سیاستدان، قابل حکمران' وجیہہ صحابی تھے۔ آپ نے عہدِ فاروقی و عثمانی میں نہایت قابلیت سے حکمرانی کی۔ آپ کی حکومت میں نہایت آسانی سے مالیہ وصول ہو جاتا تھا جو مدینہ منورہ پہنچا دیا جاتا تھا۔ عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہما آپ سے نہایت خوش رہے۔ عمر فاروق (ﷺ) نہایت محتاط اور حکام پر سخت گیر تھے اور ذرا سے قصور پر حکام کو معزول فرما دیتے تھے۔ معمولی سی گرفت پر خالد بن ولید ﷺ جیسے جرنیل کو معزول فرما دیا۔ مگر اس کے باوجود امیر معاویہ ﷺ کو برقرار رکھا جس سے معلوم ہوا کہ آپ سے اتنی دراز مدت میں کوئی لغزش سرزد نہ ہوئی"۔ (امیر معاویہ ﷺ پر ایک نظر ص ۴۰ تا ۴۲)

مفسر قرآن مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(سابقہ بقیہ ۲) تہذیب العقائد شرح عقائد نسفی کی تصریح ملاحظہ ہو:

"جب خلافت نبوی کا زمانہ گزر چکا اور حکومت و سلطنت کا دور شروع ہوا تو حضرت امام حسن ﷺ نے معاویہ ﷺ سے صلح کر لی اس لئے انہیں اہلسنّت و جماعت نے اسلام کا پہلا سلطان مانا ہے...... یہ صلح حضرت امام حسن ﷺ کی مقبول تھی حضرت ﷺ نے جو ان کی نسبت فرمایا تھا۔ لَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ رواہ البخاری (اُمید ہے کہ اللہ صلح کرا دے گا ان کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں) محققین اہلسنّت کے نزدیک یہاں صلح سے یہی صلح مراد ہے پس جن لوگوں کے نزدیک بغاوت کا اطلاق معاویہ ﷺ پر تھا۔ اس صلح کے بعد وہ بھی نہ رہا"۔ (تہذیب العقائد شرح عقائد نسفی ص ۹۴۔۹۵)

”تاریخ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ ؓ کا دورِ امارت اسلام کا بہترین دور تھا۔ جب حضرت امیر معاویہ ؓ نے امارت سنبھالی تو حضرت امام حسن ؓ امیر المومنین تھے۔ تمام بنی ہاشم صحابہ کرام نے بلا اکراہ برضا و رغبت حضرت امام حسن ؓ کی بیعت کی۔ مگر جب حضرت حسن ؓ نے حضرت امیر معاویہ ؓ سے معاہدہ کیا تو ان تمام حضرات نے امام حسن ؓ کے فیصلے کی تائید کی اور حضرت امیر معاویہ ؓ کے حق میں اعتماد کا اظہار کیا۔ کعب احبار نے لکھا ہے کہ سارے مسلمان حکمرانوں کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں حضرت امیر معاویہ ؓ جیسا صاحب تدبیر و بصیرت کہیں نظر نہیں آتا۔ آپ بیس برس تک امیر رہے۔ سارے ملک میں امن و امان تھا“۔

(الناہیہ الحامیہ لمن ذم المعاویہ ص ۱۰۵۔۱۰۶)

”حضرت امیر معاویہ ؓ کی خلافت کو ہم امارت اسلامیہ قرار دیتے ہیں اور یہ خلافتِ راشدہ سے متصل ایک صالح امارت ہے...... آپ نے اپنے دورِ امارت میں عدل و انصاف، نظم و نسق، فتوحات اور مہمات کا ایک سلسلہ شروع کیا جو سنہری حروف سے لکھا جانے والا ہے...... انہوں نے زر پرستی اور دنیاداری کیلئے اقتدار نہیں سنبھالا تھا بلکہ سلطنت عثمانیہ کی وسعت اور بنیادوں کو مضبوط کرنا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو یکجا کیا اور سلطنت کے معاملات کو درست کیا۔ حضرت عثمان غنی ؓ کے زمانہ کی افراتفری کو ختم کیا۔ باغی اور سرکشوں کو تابع فرمان خلافت بنایا۔ وہ ہر حالت میں حضور ﷺ کے فرمان کے تابع رہے۔ اگرچہ وہ امیر تھے۔ ملوک میں سے تھے مگر خلافتِ راشدہ کے تابع رہے“۔

(الناہیہ الحامیہ لمن ذم المعاویہ ص ۱۰۲ تا ۱۰۳)

قطب الاقطاب حضور غوث الثقلین سیدنا غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ﷺ فرماتے ہیں:

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وصال اور حضرت امام حسن ﷺ کے خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کیلئے خلافت صحیح ثابت ہے۔ حضرت امام حسن ﷺ نے مصلحت عامہ کے تحت کہ مسلمانوں کو خون ریزی سے بچایا جائے خلافت حضرت امیر معاویہ ﷺ کے سپرد فرمائی۔ علاوہ ازیں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی بھی آپ کے پیش نظر تھا۔ آپ نے حضرت امام حسن ﷺ کے بارے میں فرمایا: ''میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے گا'' لہٰذا حضرت امام حسن ﷺ کے عقد کی بنا پر حضرت امیر معاویہ ﷺ کی امارت واجب ہوگئی۔ اس سال کو ''عام الجماعۃ'' (جماعت کا سال) کہا جاتا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی جماعت سے اختلاف ختم ہوا اور تمام نے حضرت امیر معاویہ ﷺ کی اتباع کی اور اس لئے بھی کہ وہاں خلافت کا کوئی تیسرا مدعی نہ تھا''۔

(غنیۃ الطالبین اردو ص ۲۶۶۔۲۶۷)

امام المحدثین حضرت امام بخاری ﷺ کی صحیح جو اہلسنّت کے نزدیک قرآن کریم کے بعد روئے زمین پر سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے' میں روایت کردہ ایک حدیث میں بھی حضرت امیر معاویہ ﷺ کو ''امیر المومنین'' فرمایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَكَ فِيْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُعَاوِيَةَ فَاِنَّهٗ اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ اَصَابَ اِنَّهٗ فَقِيْهٌ۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۱ کتاب المناقب)

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷺ سے پوچھا گیا آپ کی امیر المومنین معاویہ ﷺ کے بارے میں کیا رائے ہے جبکہ وہ وتر کی ایک ہی رکعت

پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بے شک وہ فقیہہ ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نہ صرف حضرات صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے بطور امیر المؤمنین تسلیم کیا۔ بلکہ محدثین امت، علمائے ملت حتیٰ کہ جمیع اہلسنّت نے آپ کو امیر المؤمنین تسلیم کیا ہے اور یہ آپ کی فضیلت و منقبت ہی نہیں کامیاب حکمرانی کی بہت بڑی سند بھی ہے۔

محدث جلیل امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی توضیحات سے اس عنوان کا آغاز ہوا تھا اب انہیں کے بیانات پر اختتام بھی ہوتا ہے۔ آپ نقل فرماتے ہیں۔

> "حضرت عمر ﷺ نے ان کی تعریف کی اور ان کو دمشق کا عامل بنایا تھا چنانچہ یہ حضرت عمر ﷺ کی خلافت بھر وہاں کے عامل رہے اسی طرح حضرت عثمان ﷺ کے عہد میں بھی یہ وہاں کے عامل رہے"۔

(سیدنا امیر معاویہ ﷺ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۳۹)

> "اور حضرت معاویہ ﷺ کیلئے یہی شرف کافی ہے کہ انہیں حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے عامل مقرر کیا ہے"۔

(الصواعق المحرقہ اردو ص ۷۲۶)

> "اور جن لوگوں نے حضرت معاویہ کو بادشاہ کہا ہے وہ انہیں ان اجتہادات کی وجہ سے کہتے ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ جو ان کی ولایت کو خلافت سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ حضرت حسن کی دستبرداری اور ارباب حل و عقد کے اتفاق کی وجہ سے انہیں خلیفہ برحق اور ایسا مطاع کہتے ہیں جس کی اسی طرح اطاعت کی جانی چاہیے جیسے کہ ان سے پہلے خلفائے راشدین کی کی جاتی تھی"۔ (الصواعق المحرقہ اردو ص ۷۲۵، ۷۲۶)

> "اور حضرت عثمان غنی ﷺ کی خلافت کے صحیح ہونے پر اور اسی طرح عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کی صحت پر اور نیز بعد امام حسن ﷺ کے

ترک خلافت کے حضرت معاویہ کی صحتِ خلافت پر اجماع ہے"۔

(سیدنا امیر معاویہ ﷺ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۵۴۔۵۵)

اور تواریخ اسلام اس امر پر گواہ ہیں کہ حضرت امیر معاویہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں مسلمانوں کی طاقت میں خوب اضافہ ہوا۔ حضرت عثمان ذوالنورین ﷺ کے زمانہ سے خانہ جنگی کے باعث جہاد اور فتوحات کا رُکا ہوا سلسلہ بحری بیڑوں کی مدد سے پوری قوت کے ساتھ دوبارہ جاری کر دیا گیا۔ اور بڑا ہی وسیع علاقہ جو کئی ممالک پر مشتمل تھا، مسلمانوں کے زیر نگیں آ گیا۔ تمام اہل اسلام آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوئے اور چاروں جانب اسلام کا پرچم لہرانے لگ گیا۔ الحمدللہ۔

شرف صحابیت

صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت ابن ابی ملیکہ ﷺ فرماتے ہیں:

"اَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَآءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهُ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ فَاَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّهُ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۱ کتاب المناقب باب ذکر معاویہ ﷺ)

ترجمہ: حضرت معاویہ نے نماز عشاء کے بعد وتر کی ایک رکعت پڑھی۔ ان کے پاس حضرت ابن عباس کا آزاد کردہ غلام بھی تھا اس نے واپس آ کر حضرت ابن عباس کو بتایا تو آپ نے فرمایا: اُن سے کچھ نہ کہنا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "ان سے کچھ نہ کہنا" کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور کسی صحابی پر اعتراض روا نہیں۔ اس سے ایک تو آپ کی صحابیت ثابت ہوگئی دوسرے یہ کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہونا اتنی بڑی فضیلت ہے کہ کوئی اور فضیلت اس کے برابر نہیں ہو سکتی اور تیسرے یہ کہ حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنا جائز نہیں اور چوتھے یہ کہ امام بخاری بلکہ دیگر محدثین وعلمائے امت کا بھی یہی موقف ہے علامہ احمد ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''حضرت ابن عباس نے جو یہ کہا کہ معاویہ نے رسول خدا ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے اس سے مقصود عکرمہ کو تنبیہ کرنا تھا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک رکعت پڑھنے کے باعث معترض تھے۔ مطلب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے اور آپ ﷺ کی نظر کیمیا اثر کے فیض سے وہ علمائے فقہا میں سے ہیں پس وہ جو کچھ کرتے ہیں اس کے متعلق خدا کے حکم سے بہ نسبت معترضین کے زیادہ واقف ہیں''۔ (سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۴۸)

امام ربانی قیوم زمانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''صحبت کی فضیلت سب فضائل وکمالات سے فائق اور بلند ہے اسی بنا پر حضرت اویس قرنی جو خیر التابعین ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی کے ادنیٰ مرتبہ تک بھی نہیں پہنچ سکے لہٰذا صحبت کی فضیلت کا کوئی شے بھی مقابلہ نہیں کرسکتی کیونکہ ان صحابہ کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہو چکا ہے اور ایمان کا یہ مرتبہ صحابہ کرام کے بعد کسی کو نصیب نہیں''۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۵۹)

عالمِ قرآن اور ہادی ومہدی تھے

جن لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ کا کلمہ پڑھا ہے جو دل سے حضور پر ایمان رکھتے ہیں اور حضور ﷺ کو اللہ کا محبوب اور آپ کی دعاؤں کو بارگاہِ خداوندی میں مقبول مانتے ہیں، وہ غور سے ملاحظہ فرمائیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت

امیر معاویہ ﷺ کے حق میں ایک موقع پر یوں دعا فرمائی:

"اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتٰبَ وَالْحِسَابَ وَمَكِّنْ لَهٗ فِي الْبِلَادِ وَقِهٖ سُوْءَ الْعَذَابَ وَفِيْ رِوَايَةِ اللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتٰبَ وَالْحِسَابَ"۔

(تطہیر الجنان ص ۱۶)

ترجمہ: اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب کی تعلیم عطا فرما اور اسے شہروں کی حکومت عطا کر اور بُرے عذاب سے بچا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب کا علم عطا فرما۔

ایک مرتبہ حبیب خدا ﷺ نے ان الفاظ سے دعا فرمائی:

"اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتٰبَ وَالْحِسَابَ وَقِهٖ الْعَذَابَ"۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۶۲، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۷۳۵۔ مدارج النبوت اردو دوم ص ۹۳۲ الصواعق المحرقہ اردو ص ۷۲۲)

ترجمہ: اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا۔

حضرت شیخ عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت کیا ہے۔ مسند احمد بہت بڑی اعتماد والی کتاب ہے حافظ ثقہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ مسند احمد کی جملہ مرویات "مقبول" ہیں اور جو "ضعیف" ہیں وہ بھی "حسن" کے قریب ہیں۔ نیز امام سیوطی فرماتے ہیں کہ امام احمد کا قول ہے اگر مسلمان کسی مسئلہ میں اختلاف کریں تو انہیں چاہیے کہ وہ میری مُسند کی طرف رجوع کریں اگر اس میں پائیں تو وہ "حسن" ہے ورنہ حجت نہیں اور بعض نے تو مُسند احمد کی تمام روایات کو صحیح پر اطلاق کیا ہے۔ نیز ابن جوزی نے جو مسند کی

بعض روایات کو وضعی کہا ہے وہ اس کی اپنی خطاً ہے کیونکہ تعصب اور افراط جوزی کی سرشت ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مسند احمد میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے اور یہ کتاب سنن اربعہ سے احسن ہے''۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۳۱)

اللہ کے پیارے محبوب طالب ومطلوب جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ یوں دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَّاهْدِبِهٖ۔

(مشکوٰۃ باب جامع المناقب، ترمذی ابواب المناقب مناقب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما)

ترجمہ: الٰہی انہیں ہدایت دینے والا ہدایت یافتہ بنا اور ان سے ہدایت دے۔

شیخ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ امام ترمذی کی کتاب ''سنن ترمذی'' جلیل القدر کتاب ہے حتیٰ کہ شیخ الاسلام ہروی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ کتاب صحیحین ''بخاری ومسلم'' سے زیادہ نفع مند ہے اس لئے کہ اس میں جس طرح مذاہب اور موجودہ استدلال کا ذکر ہے وہ صحیحین میں نہیں ہے۔ نیز حاکم اور خطیب نے ترمذی کی جملہ روایات کو مطلقاً صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی خود کہتے ہیں۔ میں نے اس کتاب کو علمائے حجاز، عراق اور خراسان کی خدمت میں پیش کیا ہے اور جس شخص کے گھر میں یہ کتاب ہوگی گویا کہ وہاں خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کلام فرمارہے ہیں''۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۳۲)

حضرت امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت معاویہ ﷜ کے فضائل میں ایک بڑی روشن حدیث یہی ہے کہ جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث ''حسن'' ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت معاویہ ﷜ کیلئے دعا مانگی کہ: ''یا اللہ! ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنادے''۔ پس صادق و مصدوق کی اس دعا پر غور کرو اور اس بات کو بھی سمجھو کہ آنحضرت ﷺ کی وہ دعائیں جو آپ نے اپنی امت خصوصاً اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے مانگی ہیں ''مقبول'' ہیں تو تم کو یقین ہو جائے گا کہ یہ دعا بھی جو آپ نے حضرت معاویہ ﷜ کیلئے مانگی، مقبول ہوئی اور اللہ نے ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنادیا اور جو شخص ان دونوں صفتوں کا جامع ہو اس کی نسبت کیونکر وہ باتیں خیال کی جاسکتی ہیں جو باطل پرست ''معاند'' بکتے ہیں معاذ اللہ، رسول خدا ﷺ ایسی جامع دعا جو تمام مراتب دنیا و آخرت کو شامل ہو اور تمام نقائص سے پاک کرنے والی ہو ایسے ہی شخص کیلئے کریں گے جس کو آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ اس کا اہل اور مستحق ہے''۔

(سیدنا امیر معاویہ ﷜ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۲۷۔۲۸)

اسی طرح دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''اور حدیث پاک میں حضرت نبی کریم ﷺ نے جو دعا فرمائی ہے اس پر غور کیجئے کہ اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنادے اور آپ یہ جانتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے جس سے حضرت معاویہ کی فضیلت کے بارے میں حُجت پکڑی جاسکتی ہے۔ اور ان لڑائیوں کی وجہ سے آپ پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ اجتہاد پر مبنی تھیں اور ان کا انہیں ایک بار اجر ملے گا۔ اس لئے کہ جب مجتہد غلطی کرے تو اس کی وجہ سے اسے کوئی

ملامت و مذمت لاحق نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ معذور ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کیلئے اجر رکھا گیا ہے"۔ (الصواعق المحرقہ اردو ص ۷۴۳)

شارح مشکوٰۃ صاحب مراۃ حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس دعا میں امیر معاویہ کو گویا تین دعائیں دی گئیں۔ آپ لوگوں کو ہدایت دیں، خود بھی ہدایت پر رہیں، آپ مکمل و کامل ہدایت پر رہیں۔ ہدایت عامہ تو تمام صحابہ کرام کو حاصل ہے۔ یہاں ہدایت سے مراد کوئی خاص ہدایت ہے۔ حکومت، ملک رانی، فقہ وغیرہ کی ہدایت (مرقات)"

(مراۃ شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۵۵۱)

ایک دفعہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی درخواست پر حضور اکرم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ کیلئے یہ دعا فرمائی۔ حافظ ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ سے منقول ہے۔ ملاحظہ ہو:

اَللّٰهُمَّ اهْدِهِ بِالْهُدٰى وَجَنِّبْهُ الرَّدّٰى وَاغْفِرْلَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى۔

ترجمہ: اے مولا کریم! معاویہ کو ہدایت پر قائم رکھنا اور اسے بری عادات سے محفوظ رکھنا اور اس کی دنیا و آخرت میں بخشش فرمانا۔

(مناقب سیدنا امیر معاویہ ﷺ ص ۸۲۔۸۳ بحوالہ البدایہ والنھایہ ج ۸ ص ۱۲۰)

اور اس میں شک نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی ہر دعا مقبول ہوتی تھی۔ لہٰذا یہ بھی یقیناً مقبول ہوئی۔ حضور سرورِ عالم ﷺ خود توثیق فرماتے ہیں۔ ابن عساکر سے منقول ہے۔ ملاحظہ ہو:

"اِنَّ اللّٰهَ ائْتَمَنَ عَلٰى وَحْيِهٖ جِبْرِيْلُ وَاَنَا مُعَاوِيَةَ......

فَغَفِرَلِمُعَاوِيَةَ ذُنُوْبِهٖ وَ وَقَاهُ حِسَابَهٗ وَعَلَّمَهٗ كِتَابَهٗ وَجَعَلَهٗ هَادِيًّا

وَّهُدٰی بِهٖ"۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی مجھ تک پہنچانے کیلئے جبریل کو امین بنایا اور میں نے اللہ کے کلام پر (اس کو لکھوا کر قیامت تک کے مسلمانوں تک پہنچانے کیلئے) معاویہ کو امین بنایا پس اللہ تعالیٰ نے وحی الٰہی کی امانت کا حق ادا کرنے پر معاویہ کے تمام گناہ بھی معاف فرمادیئے اور اس کی نیکیوں کا اسے پورا پورا ثواب دیا اور اس کو اپنی کتاب کا علم بھی عطا فرمادیا اور اس کو ہدایت پر بھی قائم رکھا (رکھے گا) اور یہ لوگوں کو بھی ہدایت کا درس دیں گے اور لوگ ان سے ہدایت حاصل بھی کریں گے"۔

(مناقب سیدنا امیر معاویہ ص ۸۲ ﷺ بحوالہ ابن عساکر نمبر ۲۵ ص ۶)

اب جن کے دلوں میں ایمان ہے اور جن کے دل نور ایمان سے جگمگا رہے ہیں وہ تو ان فضائل کو حق جان کر قبول فرمالیں گے لیکن جن کے دلوں میں کھوٹ ہے۔ان کا حق کو قبول کرلینا بہت مشکل ہے۔ یہ لوگ بغض و حسد کی آگ میں جلتے ہی رہیں گے۔(استغفراللہ)

فقیہہ اور مجتہد تھے

صحیح بخاری ہی کی روایت ہے حضرت ابن ابی ملیکہ ﷺ فرماتے ہیں:

قِيْلَ لِاَبْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَكَ فِيْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُعَاوِيَةَ فَاِنَّهٗ اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ اَصَابَ اِنَّهٗ فَقِيْهٌ۔

(بخاری جلد اول ص ۵۳۱ کتاب المناقب باب ذکر معاویہ ﷺ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا آپ کی امیر المؤمنین معاویہ ﷺ کے بارے میں کیا رائے ہے جبکہ وہ وتر کی ایک ہی رکعت پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا: بے شک وہ فقیہہ ہیں۔

حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی مذکورہ حدیث اور اس کے ساتھ والی اسی

شرح کی دوسری حدیث بخاری کے تحت نزہت القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت معاویہ صحابی اور مجتہد ہیں انہوں نے اپنے اجتہاد سے یہی سمجھا کہ وتر کی ایک ہی رکعت ہے۔ اس لئے ان پر کوئی مواخذہ نہیں۔ انہوں نے جو کچھ کیا وہ کسی دلیل کی بنا پر کیا ہے جو ان کے پاس ہوگی مجتہد پر کسی کی تقلید واجب نہیں بلکہ اسے کسی کی تقلید کرنا حرام ہے۔ اسے اپنے اجتہاد ہی پر عمل کرنا واجب ہے۔ اس لئے ان پر ایک رکعت وتر پڑھنے پر طعن درست نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فروعی مسائل میں اگر دلیل کی بنا پر اختلاف رائے ہو جائے تو ایک دوسرے پر طعن جائز نہیں بلکہ یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ وہ مستحق ثواب ہے جس کی تائید خود دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ خطأ کے باوجود ثواب کا مستحق ہے......

ان حدیثوں سے حضرت معاویہ ﷺ کی دو فضیلتیں ثابت ہوئیں ایک تو یہ کہ وہ صحابی تھے اور یہ اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ فقیہہ تھے یہ بھی اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے"۔

(نزہت القاری شرح صحیح بخاری ج ۴ص ۲۳۴)

حضرت علامہ شیخ عبدالعزیز پرہاروی مذکورہ روایت بخاری نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا شمار فضلاء صحابہ میں ہوتا تھا۔ آپ کے علم کی وسعت کے پیشِ نظر آپ کو بحرالعلوم، حبر الامت اور ترجمان القرآن کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کیلئے علم و حکمت اور تفسیر قرآن بالتاویل کی دعا فرمائی تھی جو کہ قبول

ہوئی۔ آپ کا شمار حضرت علی ﷺ کے خواص میں تھا۔ آپ دشمنِ علی کے شدید نکیر تھے۔ حضرت علی ﷺ نے آپ کو خوارج حروریہ کے پاس مناظرے کیلئے بھیجا تھا۔ آپ نے مناظرہ کیا اور خارجیوں کو لاجواب کر دیا (اب مقام غور ہے کہ) جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسے ذی علم شخص حضرت امیر معاویہ ﷺ کے اجتہاد کی گواہی دیں اور اپنے غلام کو ان پر نکیر کرنے سے منع فرمائیں اور دلیل یہ دیں کہ وہ صحابی رسول ہیں تو اس سے حضرت معاویہ ﷺ کے توقیر وعلو کا پتا چل جاتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حبر امت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے حضرت امیر معاویہ ﷺ کے علم وفضل کیلئے یہی سب سے بڑی شہادت ہے"۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ ﷺ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۳۲)

حضرت امام بیہقی رقم طراز ہیں کہ:

"سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مجلس میں ایک دفعہ ایک وتر کی بحث چل پڑی۔ بحث میں سیدنا معاویہ ﷺ کا ذکر بھی آیا۔ جناب معاویہ ﷺ کا نام سن کر حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ نے فرمایا: "لَیْسَ اَحَدٌ مِّنَّا اَعْلَمُ مِنْ مُّعَاوِیَۃَ۔ یعنی ہم میں معاویہ ﷺ سے زیادہ کوئی عالم نہیں"۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۲۶)

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما علوم کے دریا، حبر الامۃ، ترجمان القرآن اور حضرت علی ﷺ کے خاص اصحاب میں سے ہیں۔ انہیں کو حضرت علی ﷺ نے خوارج سے مناظرہ کیلئے بھیجا تھا۔ جب ایسے جلیل القدر صحابی رسول امیر معاویہ کو مجتہد اور فقیہہ فرما رہے ہیں تو اب

انکار کی کیا گنجائش ہے"۔(امیر معاویہ ﷺ پر ایک نظر ص ۴۵)

صاحب بہارِ شریعت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"امیر معاویہ ﷺ مجتہد تھے۔ ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بخاری میں بیان فرمایا ہے مجتہد سے صواب وخطا دونوں صادر ہوتے ہیں۔ خطا دو قسم ہے۔ خطائے عنادی یہ مجتہد کی شان نہیں اور خطائے اجتہادی' یہ مجتہد سے ہوجاتی ہے اور اس میں اس پر عنداللہ اصلاً مواخذہ نہیں"۔

(بہارِ شریعت اوّل ص ۵۸_۵۹)

اور حدیث وفقہ کے امام سیدنا امام مالک ﷺ نے ایک روایت اس طرح نقل فرمائی ہے۔

"عَنْ يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّهُ' سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَضٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِى الْاَضْرَاسِ بَعِيْرٍ بَعِيْرٍ وَقَضٰى مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِىْ سُفْيَانَ فِى الْاَضْرَاسِ بِخَمْسَةِ اَبْعِرَةٍ خَمْسَةِ اَبْعِرَةٍ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فَالدِّيَةُ تَنْقُصُ فِىْ قَضَآءِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَتَزِيْدُ فِىْ قَضَاءِ مَعَاوِيَةَ فَلَوْ كُنْتُ اَنَا لَجَعَلْتُ فِى الْاَضْرَاسِ بَعِيْرَيْنِ بَعِيْرَيْنِ فِتِلْكَ الدِّيَةُ سَوَآء" وَكُلٌّ مُجْتَهِدٌ" مَاْجُوْرٌ"

"یحیٰی بن سعید نے سعید بن مسیب کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر نے داڑھوں میں ایک ایک اونٹ کا فیصلہ کیا اور حضرت معاویہ بن ابوسفیان نے داڑھوں میں پانچ پانچ اونٹوں کا فیصلہ کیا۔

سعید بن مسیب نے فرمایا کہ حضرت عمر ﷺ کے فیصلے میں دیت گھٹ گئی اور حضرت معاویہ ﷺ کے فیصلے میں بڑھ گئی اگر میں ہوتا تو داڑھوں میں

، دو دو اونٹ دلاتا کہ دیت برابر ہو جاتی اور اجر ہر مجتہد کو ملتا ہے"۔

(موطا امام مالک کتاب العقول)

یعنی حضرت عمر فاروق' حضرت امیر معاویہ اور سعید بن مسیب ﷺ سب ہی مجتہد ہیں اور حدیث پاک کے جملہ "وَکُلُّ مُجْتَهِدٍ مَاجُوْرٌ اور اجر ہر مجتہد کو ملتا ہے" سے مراد یہ ہے کہ یہ سب مجتہدین اجر کے مستحق ہیں۔

اب حضرت امام احمد بن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح ملاحظہ فرمایئے' لکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان (امیر معاویہ ﷺ) کی تعریف کی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اجل اہلبیت اور تابعین علی مرتضیٰ (ﷺ) سے ہیں۔ صحیح بخاری میں عکرمہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ معاویہ ایک ہی رکعت وتر پڑھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا وہ فقیہہ ہیں اور ایک روایت میں ہے یہ کہا کہ وہ نبی ﷺ کے صحابی ہیں۔ یہ حضرت معاویہ کی ایک بہت بڑی منقبت ہے کیونکہ فقیہہ ہونا ایک بہت بڑا مرتبہ ہے اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن عباس کیلئے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ ان کو دین میں فقیہہ بنا دے اور ان کو تاویل سکھا دے اور نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو دین میں فقیہہ بنا دیتا ہے۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ یہ وصف جلیل حضرت معاویہ کے حق میں حبر الامۃ' ترجمان القرآن' ابن عم رسول خدا ﷺ اور ابن عم علی اور ناصر و مددگار علی یعنی عبداللہ بن عباس ﷺ سے صادر ہوا ہے۔ اور صحیح بخاری میں مروی ہے جو بعد کتاب خدا کے تمام کتابوں سے زیادہ صحیح ہے۔ پس جب اتنے بڑے درجے کے لوگ حضرت معاویہ ﷺ کو فقیہہ کہتے ہیں اور فقیہہ صرف صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین میں وہی

شخص ہے جو مجتہد مطلق ہو اور جس پر واجب ہو کہ اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرے اور کسی کی تقلید اس کیلئے جائز نہ ہو۔ تو معلوم ہو گیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لڑے اس میں معذور تھے گو حق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کی طرف تھا۔

اور ابھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ قول[1] بیان ہو چکا جس میں انہوں نے لوگوں کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اتباع کی ترغیب دی ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں بلکہ اعظم مجتہدین سے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی یہ قول[2] بیان ہو چکا کہ معاویہ کے مقتول جنت میں جائیں گے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین تینوں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت معاویہ فقیہ اور مجتہد ہیں تو طعن کرنے والوں کا طعن رفع ہو گیا اور وہ تمام نقائص جو ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں باطل ہو گئے۔

---

1. علامہ ابن حجر مکی نے نقل فرمایا: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ترغیب دی کہ جب فتنہ واقع ہو تو شام چلے جائیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہیں۔ ابن ابی الدنیا نے اپنی سند سے روایت کی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! میرے بعد آپس میں اختلاف نہ کرنا اور اگر ایسا تم نے کیا تو سمجھ لو کہ معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں ہیں۔ اگر تم خود رائی کرو گے تو کیا حال ہو گا''۔ (سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۴۴)

2. علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں: ''حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی تعریف کی' فرمایا کہ میرے لشکر اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے مقتول دونوں جنتی ہیں۔ اس کو طبرانی نے بسند صحیح روایت کیا ہے اس کے سب راوی ثقہ ہیں صرف بعض میں اختلاف ہے۔ یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایسا صریح ہے کہ اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی۔ معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور تمام شرائط اجتہاد کی ان میں جمع تھیں''۔ (سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۴۵)

حضرت ابن عباس نے جو یہ کہا کہ معاویہ نے رسول خدا ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے اس سے مقصود عکرمہ کو تنبیہہ کرنا تھا جو حضرت معاویہ پر ایک رکعت پڑھنے کے باعث معترض تھے۔ مطلب حضرت ابن عباس کا یہ تھا کہ حضرت معاویہ نے نبی ﷺ کی صحبت اٹھائی ہے اور آپ کی نظر (کیمیا اثر) کے فیض سے وہ علمائے فقہا میں سے ہیں پس وہ جو کچھ کرتے ہیں اس کے متعلق خدا کے حکم سے بہ نسبت معترضین کے زیادہ واقف ہیں۔

جب تم دونوں صفتوں کے بارے میں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ''صحیح بخاری'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں' غور کرو گے تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی شخص کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ان کے اجتہادات کے متعلق اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ جو کام انہوں نے کئے ان کے نزدیک وہی حق تھے اور یہی حال تمام مجتہدینِ امت کا ہے اور مجتہد پر اس کے اجتہاد کے متعلق اعتراض نہیں کیا جا سکتا' سوا اس صورت کے کہ اس کا اجتہاد مخالف اجماع کے یا نص جلی کے ہو، جیسا کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی[1] اجماع کی مخالفت نہیں کی اور اجماع ان کے بغیر منعقد کیونکر ہو سکتا تھا۔ نیز جو ان کا اجتہاد تھا اس کی موافقت مجتہدین امت کی ایک

---

[1] حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مجتہد مخطی معذور ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ بھی شبہ سے متمسک تھے اگر چہ میزان شرع میں اس سے وزن دار حجت موجود تھی یہ شبہ وہی تھا جو اصحاب جمل کو پیش آیا لیکن اس میں اتنا اشکال اور بھی بڑھا ہوا تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام نے بیعت بھی نہ کی تھی اور جانتے تھے کہ خلافت کا پورا ہونا تسلط اور احکام نافذ ہونے سے ہے اور یہ بات ابھی متحقق نہیں ہوئی''۔ (ازالۃ الخفا اردو دوم ص ۵۵۱)

جماعت نے کی جو صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کی جماعت تھی۔ گویا حضرت معاویہ ﷜ نے کسی نص جلی کی مخالفت نہیں کی تھی ورنہ یہ جم غفیران کا متبع نہ ہوتا۔

حضرت معاویہ ﷜ کی عظمت فقاہت تم کو "ابن ماجہ" کی اس روایت سے بھی معلوم ہوگی کہ ایک مرتبہ وہ "مدینہ" میں نبی ﷺ کے منبر پر خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور کہا: اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسولِ خدا ﷺ سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ قیامت تک میری امت کا ایک گروہ اہلِ باطل پر غالب رہے گا۔ وہ کچھ پروانہ کریں گے کہ کس نے ان کی مخالفت کی اور کس نے ان کی تائید کی۔ مطلب یہ تھا کہ تمہارے علماء کہاں ہیں۔ بلائیں میں ان سے اس حدیث کے معنی میں بحث کروں گا۔ ایسی بات اس زمانے میں جو اکابر مجتہدین امت یعنی صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے بھرا ہوا تھا وہی شخص کہہ سکتا تھا جو بڑا فقیہہ اور بڑا عالم ہو۔ خصوصاً مدینہ منورہ اس زمانے میں علمائے صحابہ و تابعین (رضی اللہ عنہم) کا مخزن تھا۔ پس مدینے میں ایسا کلمہ اسی کی زبان سے نکل سکتا ہے جو سب سے بڑا عالم ہو"۔

(سیدنا امیر معاویہ ﷜ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۴۷-۴۹)

"اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں ان کا اثر صرف دنیا تک محدود رہا۔ آخرت کیلئے ان کا کوئی اثر نہیں رہا کیونکہ وہ مجتہد تھے۔ مستحق ثواب تھے، ہاں ثواب کی کمی بیشی کا البتہ ان میں فرق تھا۔ اس لئے کہ جو مجتہد اپنے اجتہاد میں حق پر ہوتا ہے مثلِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی پیروی کرنے والوں کے اس کو دوگنا ثواب بلکہ دس گنا ثواب ملتا ہے اور جو مجتہد اپنے اجتہاد میں خطاً پر ہوتا ہے

مثلِ حضرت معاویہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کے اس کو صرف ایک ہی ثواب ملتا ہے۔ یہ سب لوگ اللہ کی خوشنودی اور اس کی اطاعت میں اپنی اپنی سمجھ اور اجتہاد کے موافق کوشاں تھے۔ علوم ان کے بہت وسیع تھے۔ یہ علوم انہوں نے نبی ﷺ سے حاصل کئے تھے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو اگر تم اپنے دین کو فتنوں' بدعتوں اور دشمنی و رنج سے بچانا چاہتے ہو۔ اللہ ہی راہ راست کی ہدایت کرنے والا ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے وہ کیا اچھا کارساز ہے"۔ (سیدنا امیر معاویہ ﷺ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۱۶)

شارح مسلم امام یحیٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۷۲ سے منقول ہے:

"صحابہ کرام میں جو جنگیں ہوئیں ان میں ہر فریق کو کوئی شبہ لاحق تھا اور ہر فریق کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ صحت اور ثواب پر ہے اور تمام صحابہ نیک اور عادل ہیں جنگ اور دوسرے نزاعی معاملات میں ہر فریق کی ایک تاویل تھی اور اس اختلاف کی وجہ سے کوئی صحابی عدالت اور نیکی سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ وہ سب مجتہد تھے اور ان کا مسائل میں اجتہادی اختلاف تھا۔ جس طرح ان کے بعد کے مجتہدین کا قصاص اور دیت کے مسائل میں اجتہادی اختلاف ہے۔ اس سے کسی فریق کی تنقیص لازم نہیں آتی۔ ان جنگوں کا سبب یہ تھا کہ بعض معاملات ان پر مشتبہ ہو گئے تھے۔ اور شدت اشتباہ کی وجہ سے ان کا اجتہاد مختلف ہو گیا تھا اس لحاظ سے صحابہ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) بعض صحابہ پر اجتہاد سے یہ منکشف ہوا کہ وہ حق پر ہیں اور ان کا مخالف باغی ہے اس لئے ان پر اپنی جماعت کی نصرت اور اپنے مخالف سے جنگ کرنا واجب تھا۔ سوانہوں نے ایسا ہی کیا۔ (۲)۔ بعض صحابہ پر اجتہاد سے اس کے برعکس ظاہر ہوا یعنی حق

دوسری جانب ہے اس لئے ان پر اس جماعت کی موافقت کرنا اور باغیوں سے قتال کرنا واجب تھا۔ (۳)اس طرح بعض صحابہ پر یہ معاملات مشتبہ ہو گئے اور وہ حیران رہے اور کسی جانب کو ترجیح نہ دے سکے اس لئے وہ دونوں فریقوں سے الگ رہے۔ اور ان کے حق میں الگ رہنا واجب تھا۔ کیونکہ اس وقت تک کسی مسلمان سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ کسی دلیل سے یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ وہ قتل کئے جانے کا مستحق ہے۔ اگر کسی فریق کی ترجیح ان پر ظاہر ہو جاتی تو ان پر اس کی حمایت میں ان کے مخالفین سے قتال کرنا واجب تھا۔ سو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم معذور ہیں۔ (فَكُلُّهُمْ مَعْذُوْرُوْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ) اسی وجہ سے اہل حق اور قابل ذکر لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عدالت میں کامل ہیں اور ان کی شہادت اور روایت کو قبول کرنا واجب ہے"۔

(علامہ غلام رسول سعیدی۔ شرح صحیح مسلم ج۶ ص ۸۸۲)

کاتب وحی اور محرم راز

صحاح ستہ میں صحیح بخاری کے بعد صحیح مسلم کا نام آتا ہے۔ اس کی ایک روایت ملاحظہ ہو:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ لَا يَنْظُرُوْنَ اِلٰى اَبِىْ سُفْيَانَ وَلَا يُقَاعِدُوْنَهُ فَقَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ثَلَاثٌ" اَعْطِيْنِهِنَّ قَالَ نَعَمْ قَالَ عِنْدِىْ اَحْسَنُ الْعَرَبِ وَاَجْمَلُهُ اُمُّ حَبِيْبَةَ بِنْتِ اَبِىْ سُفْيَانَ اُزَوِّجُكَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمُعَاوِيَةُ تَجْعَلُهُ كَاتِبًا بَيْنَ يَدَيْكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَتُؤَمِّرُنِىْ حَتّٰى

اُقَاتِلَ الْکُفَّارَ کَمَا کُنْتُ اُقَاتِلَ الْمُسْلِمِیْنَ قَالَ نَعَمْ......

(صحیح مسلم ج دوم ص ۳۰۳۔۳۰۴ باب فضائل ابی سفیان بن حرب)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمان حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے تھے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا نبی اللہ! مجھے تین چیزیں عطا فرما دیجیے آپ نے فرمایا اچھا: انہوں نے کہا: ام حبیبہ جو احسن العرب (عرب میں سب سے حسین و جمیل) ہیں، میں آپ کا اس سے نکاح کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اچھا: پھر انہوں نے کہا اور معاویہ کو آپ اپنا کاتب بنا لیجیے، آپ نے فرمایا اچھا: پھر عرض کیا اور مجھے اجازت عطا فرما دیں تا کہ میں کفار سے جہاد کروں جیسا کہ میں (اسلام لانے سے پہلے) مسلمانوں سے لڑتا رہا آپ ﷺ نے فرمایا اچھا:

(مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ)

حافظ ابن کثیر نے بھی اس بات کو نقل کیا ہے ملاحظہ ہو تاریخ ابنِ کثیر جلد ہشتم ص ۷۵۲،۹۵۱۔

حضرت امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسولِ خدا ﷺ کے کاتب تھے جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ثابت ہے اور ایک حدیث ''حسن'' میں وارد ہوا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے لکھا کرتے تھے۔ ابونعیم نے کہا کہ حضرت معاویہ رسولِ خدا ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے اور عمدہ کتابت کرتے تھے۔ فصیح، بردبار اور باوقار تھے۔ اور مدائنی نے کہا ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان تحریرات کو لکھا کرتے تھے جو آنحضرت ﷺ کے اور اہلِ عرب کے درمیان ہوتی

تھیں۔اس میں وحی وغیر وحی سب شامل ہیں۔پس وہ رسول خدا ﷺ کے امین تھے"۔

(سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۲۴)

اور منجملہ فضائل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک حدیث یہ ہے جس کو مُلّا نے اپنی سیرت میں روایت کیا ہے اور ان سے محب طبری نے ریاض النضرۃ میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "میری امت میں سب سے زیادہ رحیم ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور دین کی باتوں میں سب سے زیادہ قوی عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور حیا میں سب سے زیادہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور علم قضا میں سب سے زیادہ علی رضی اللہ عنہ ہیں اور ہر نبی کے کچھ حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما ہیں اور جہاں کہیں سعد بن ابی وقاص ہوں تو حق انہیں کی طرف ہوگا اور سعید بن زید ان دس آدمیوں میں ایک شخص ہیں جو رحمٰن کے محبوب ہیں اور عبدالرحمٰن بن عوف رحمٰن کے تاجروں میں سے ہیں اور ابو عبیدہ بن جراح اللہ و رسول ﷺ کے امین ہیں اور میرے راز دار معاویہ بن ابی سفیان ہیں پس جو شخص ان لوگوں سے محبت کرے گا وہ نجات پائے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ ہلاک ہوگا۔

دیکھیں اس حدیث میں حضرت معاویہ کا کیسا وصف بیان کیا گیا ہے جو ان کے کاتب وحی ہونے کے متعلق ہے۔غور کرو گے تو سمجھ لو گے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عزت آنحضرت ﷺ کے یہاں بہت تھی کیونکہ انسان اپنا راز دار اسی کو بناتا ہے جو تمام کمالات کا جامع اور خیانت سے بری ہو اور یہ اعلیٰ درجہ کی منقبت اور بڑی فضیلت ہے"۔

(سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۳۱-۳۲)

حضرت علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

ابوعمر (ابن عبدالبر) نے بیان کیا ہے کہ محمد بن سعد نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے جس نے رسول خدا ﷺ کیلئے لکھا آپ کی مدینہ میں تشریف آوری کے وقت وہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ نہ ہوتے تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھتے۔ خطوط کے لکھنے کا کام عبداللہ بن ارقم زہری کے سپرد تھا اور آنحضرت ﷺ کے عہد ناموں اور صلح ناموں کی کتابت جب آپ صلح کرتے تھے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کرتے تھے۔ اور جن لوگوں نے رسولِ خدا ﷺ کیلئے کتابت کی تھی۔ ان میں سے ابوبکر صدیق ہیں اور عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان اور زبیر بن عوام اور خالد اور ابان جو دونوں سعید بن عاص کے بیٹے ہیں اور حنظلہ اُسیدی اور علاء بن حضرمی اور خالد بن ولید اور عبداللہ بن رواحہ اور محمد بن سلمہ اور عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول اور مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن عاص اور معاویہ بن ابی سفیان اور جہم بن صلت اور معیقیب بن ابی فاطمہ اور شرجیل بن حسنہ ہیں''۔ (اُسد الغابہ اردو ج اص ۶۷)

مُسند احمد میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت یوں بیان ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو: (ترجمہ)

''ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے مجھے فرمایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلا لاؤ اور جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ ان دنوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاتب وحی تھے۔ چنانچہ میں دوڑتا ہوا گیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو سرکارِ دو عالم ﷺ کا یہ پیغام پہنچایا کہ سرکار آپ کو بلا رہے ہیں کیونکہ آپ کو تم سے کوئی کام ہے''۔

(مسند احمد ج ا ص ۳۳۵)

مسند احمد میں ایک روایت یوں بھی ہے۔ ملاحظہ ہو: (ترجمہ)

''جناب رسول اللہ ﷺ نے مشہور صحابی حضرت

معرفت قیصر روم کو دعوت اسلام کا ایک والا نامہ (مکتوب گرامی) ارسال فرمایا۔ اس مراسلہ کے جواب میں قیصر روم کا خط لے کر اس کا قاصد تنوخی حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں آیا۔ ہرقل روم کا قاصد تنوخی بیان کرتا ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ مقام تبوک میں اپنے صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے۔ میں ہرقل کا خط لے کر وہاں گیا۔ میں آپ کو نہیں پہچانتا تھا۔ میں نے صحابہ سے پوچھا کہ محمد (ﷺ) کون ہیں۔ حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اپنے دست مبارک سے اپنی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں ہوں۔ میں نے وہ خط آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے وہ خط اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو پڑھنے کیلئے دیا۔ جب میں نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہیں؟ تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضرت معاویہ نے وہ خط آپ ﷺ کو پڑھ کر سنایا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ آپ مجھے جنت کی طرف بلاتے ہیں جس کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے تو فرمایئے پھر جہنم کہاں ہے (گویا کہ یہ ایک سوال تھا جو قیصر روم نے آپ ﷺ سے پوچھا تھا) آپ نے سن کر فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ اللَّیْلُ فَاَیْنَ النَّھَارُ؟ (سبحان اللہ

جب رات آتی ہے تو دن کہاں جاتا ہے؟ جب یہ مراسلہ پڑھ لیا گیا تو آپ ﷺ نے قیصر روم کے قاصد سے فرمایا کہ آپ خط لانے والے ہیں اور پیغام رساں کا حق اور احترام ہوتا ہے۔ ہم چونکہ اس وقت مسافرت میں ہیں اگر اس وقت ہمارے پاس کوئی ہدیہ یا عطیہ ہوتا تو ہم آپ کو ضرور دیتے۔ آپ کی یہ بات سن کر آپ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص اٹھا اور عرض کی کہ میں اس قاصد کو ہدیہ اور تحفہ پیش کرتا ہوں۔

چنانچہ وہ شخص اپنے سامان میں سے ایک نہایت عمدہ پوشاک لایا اور اسے میری گود میں رکھ دیا۔ میں نے حاضرین سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ عثمان بن عفان ﷺ ہیں''۔ (مسند احمد جلد ۳ ص ۳۳۵)

حافظ ابن کثیر نقل فرماتے ہیں:

''آپ مومنین کے ماموں اور رب العالمین کے رسول کے کاتب وحی ہیں''۔ (تاریخ ابن کثیر جلد ہشتم ص ۷۵۲،۹۴۷)

''مسیّب بن واضح نے بحوالہ ابن عباس بیان کیا ہے کہ حضرت جبریل رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمد ﷺ! معاویہ کو سلام کہیے اور انہیں بھلائی کی وصیت کیجیے بلاشبہ وہ کتاب اور وحی پر اللہ کے امین ہیں اور بہت اچھے امین ہیں۔

اور ابن عساکر نے بحوالہ حضرت علی اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ ﷺ کو اپنا کاتب بنانے کیلئے جبریل سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا: انہیں کاتب بنا لیجیے بلاشبہ وہ امین ہیں''۔ (تاریخ ابن کثیر جلد ہشتم ص ۹۵۲)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کاتبانِ بارگاہ رسالت میں سے ایک حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما ہیں''۔ (مدارج النبوت اردو دوم ص ۹۳۰)

حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

''صَحِبَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَتَبَ لَهٗ۔

یعنی آپ نبی کریم ﷺ کے صحابی بھی تھے اور بارگاہِ رسالت کے کاتب وحی بھی تھے''۔ (مناقب سیدنا امیر معاویہ ہیثمی ص ۸۱ بحوالہ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۳ ص ۴۳۳)

حضرت علامہ شیخ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"حضرت معاویہ کاتب رسول مقبول ﷺ تھے۔ اپنی کتاب "خلاصۃ السیر" میں امام مفتی حرمین احمد بن عبداللہ بن محمد طبری نے ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے تیرہ کاتب تھے۔ چاروں خلفاء کے علاوہ (۵) عامر بن فہیرہ (۶) عبداللہ بن ارقم (۷) اُبی بن کعب (۸) ثابت بن قیس بن شماس (۹) خالد بن سعید بن عاص (۱۰) حنظلہ بن ربیع اسلمی (۱۱) زید بن ثابت (۱۲) معاویہ بن ابی سفیان اور (۱۳) شرجیل بن حسنہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ ان میں حضرت معاویہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کو کتابت وحی کیلئے خاص کیا گیا تھا۔

نیز یہ جو کہا گیا ہے کہ کتابت وحی ان کیلئے ثابت نہیں ہے۔ امام احمد بن محمد قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں اس قول کو صریح مردود کہا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان پہاڑ ہیں۔ جنگ کے بیٹے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے کاتب وحی ہیں"۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ ﷺ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۳۳-۳۴)

"قاضی عیاض ذکر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے معانی بن عمران سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں تو وہ غصہ میں آگئے اور فرمانے لگے حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے۔ حضرت معاویہ صحابی رسول مقبول ﷺ ہیں۔ وہ آپ کے برادر نسبتی ہیں، کاتب ہیں اور سب سے بڑھ کر وحی الٰہی کے امین ہیں"۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ ﷺ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۳۵، ۳۶)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"امیر معاویہ ﷺ نے ایک عرصہ تک دربارِ رسالت میں

کتابت وحی کے فرائض انجام دیئے اور بحیثیت کاتب وحی ۱۶۳ احادیث کے راوی ہیں"۔

(تاریخ الخلفاء اردو ص ۱۹۶)

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"روایات متعددہ سے یہ امر ثابت ہوگیا ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا منشی اور کاتب وحی بنایا تھا اور آپ اسی کو کاتب بناتے تھے جو ذی عدالت اور امانت دار ہو"۔ (ازالۃ الخفاء اردو اول ص ۳۴۵)

اور حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے، فرماتے ہیں:

"صحبت کی فضیلت سب فضائل و کمالات سے فائق اور بلند ہے اسی بنا پر حضرت اویس قرنی جو خیر التابعین ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی کے ادنیٰ مرتبہ تک بھی نہیں پہنچ سکے۔ لہٰذا صحبت کی فضیلت کا کوئی شے مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ ان صحابہ کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہو چکا ہے اور ایمان کا یہ رتبہ صحابہ کرام کے بعد کسی کو بھی نصیب نہیں"۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۵۹)

اور ہم کہتے ہیں کہ یہ تو عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حال ہے کہ ان کا ایمان صحبت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہو چکا ہے تو خاص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات جنہیں صحبت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا عظیم شرف بھی حاصل ہو، جو صاحب اسرار اور رازدار بھی ہوں، جو وحی الٰہی کے کاتب اور امین بھی ہوں، کا ایمان کیا شہودی نہیں ہو چکا ہوگا۔ ضرور ہو چکا ہوگا بلکہ اعلیٰ درجہ کا شہودی ہو گیا ہوگا۔ لہٰذا جو ایسے شہودی ایمان والے کے ایمان میں شک کرے اس

اپنا ایمان مشکوک ہے۔ جو شخص حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے شرف صحبت رکھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فیضان رسالت سے فیض یاب اور افضل ایمان والا نہیں مانتا وہ بتائے کہ اس کے پاس اس کے اپنے ایمان کی کیا دلیل ہے؟ ھَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

سسرال کا مقام و مرتبہ

(امیر معاویہ حضور ﷺ کے برادرِ نسبتی ہیں)

اگر کسی عام کو خاص سے نسبت ہو جائے تو وہ عام بھی خاص ہو جاتا ہے اسی لئے یہ آخری امت خاصہ خاصانِ رسل سید کل حضور سرورِ عالم ﷺ سے نسبت کی بدولت خیر الامم قرار پائی ہے اور حضور اکرم ﷺ کی نسبت مبارکہ سے یعنی اُمتِ محمدیہ ہونے کے باعث اسے پہلی امتوں پر فضیلت و برتری حاصل ہوئی ہے۔ گویا اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ حضور ﷺ کی نسبت آدمی کو سربلند کر دیتی ہے اور حضور سے جس کسی کو جس قدر نسبت حاصل ہوتی ہے وہ مرتبہ میں اسی قدر عظیم اور سربلند ہو جاتا ہے۔

وہی معراج والے ہیں وہی معراج دیتے ہیں
عروج آدم خاکی کی بنیاد ان کی نسبت ہے

جب نسبت کی عظمت کو سمجھ لیا تو اب دیکھئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جنابِ رسول اللہ ﷺ سے کئی دیگر نسبتوں کے علاوہ ایک سسرالی نسبت بھی حاصل ہے۔ وہ حضور ﷺ کے ہم نسب، عظیم صحابی اور کاتب وحی ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ کے برادرِ نسبتی بھی ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نسبی قرابت کے علاوہ سسرالی قرابت کے باعث بھی حضور ﷺ کے اہل قرابت سے ہیں۔ نیز غور کیجیے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی نسبت بے مثل اور اعلیٰ ہے تو یقیناً آپ کی سسرالی نسبت بھی بے مثل اور اعلیٰ ہے۔ اس لئے حضور

ﷺ کے سسرال کا مقام ومرتبہ بھی بہت ارفع واعلیٰ ہے لہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ بھی بہت ارفع واعلیٰ ہے اور چونکہ آپ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے برادرِ مکرم ہیں اس لئے محدثین ومحققین نے آپ کو مسلمانوں کا ماموں لکھا ہے۔ مثلاً ''ابن عساکر'' سے منقول ہے:

''خَالُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَکَاتِبُ وَحْیِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ''۔

ترجمہ: تمام مسلمانوں کے ماموں جان اور اللہ رب العزت کی وحی لکھنے والے ہیں۔ (مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ص ۷۹)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

آپ معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف بن قصی ابوعبدالرحمٰن القرشی الاموی، مومنین کے ماموں اور رب العالمین کے رسول کے کاتب وحی ہیں''۔

(تاریخ ابن کثیر اُردو ج ہشتم ص ۷۵۲، ۹۴۷، ۹۴۸)

مفسر قرآن حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

''امیر معاویہ نبی کریم ﷺ کے حقیقی سالے ہیں کیونکہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما جو حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں اس لئے امیر معاویہ حضور ﷺ کے سسرالی رشتہ دار بھی ہیں۔ لہٰذا ان کا حضور سے دوہرا رشتہ ہوا، نسبی اور سسرالی۔ مثنوی شریف میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو مسلمانوں کا ماموں فرمایا گیا اس کے یہی معنی ہیں''۔ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک نظر ص ۳۸)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

''حضرت معاویہ کو آنحضرت ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی

بہن تھیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''میرے صحابہ کو اور میرے سسرالی رشتہ داروں کو برائی کے ساتھ یاد نہ کرو جو شخص ان کے بارے میں میرے حقوق کی رعایت کرے گا اللہ کی طرف سے اس کیلئے ایک محافظ مقرر ہوگا اور جو شخص ان کے بارے میں میرے حقوق کی رعایت نہ کرے گا اللہ اس کو چھوڑ دے گا اور جس کو اللہ نے چھوڑ دیا قریب ہے کہ اللہ اس کو کسی مصیبت میں پکڑے''۔ اس حدیث کو امام احمد بن منیع نے روایت کیا ہے۔

نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

''اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جس خاندان کی لڑکی سے اپنا نکاح کروں گا یا جس شخص کے ساتھ اپنی کسی لڑکی کا نکاح کروں گا یہ سب لوگ جنت میں میرے رفیق ہوں گے''۔ اس حدیث کو حرث بن ابی اُسامہ نے روایت کیا ہے۔

نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

''میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ میں اپنی امت میں سے جس گھرانے میں اپنا نکاح کروں یا جس شخص کے ساتھ اپنی کسی لڑکی کا نکاح کروں یہ سب لوگ جنت میں میرے رفیق ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میری یہ درخواست قبول فرمائی۔ اس حدیث کو بھی حرث نے روایت کیا ہے۔

پس اس عظیم الشان فضیلت اور مرتبۂ عالی کو جو تمام ان خاندانوں کیلئے ثابت ہیں جن کے یہاں آنحضرت ﷺ نے نکاح کیا، غور سے دیکھو تو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر پر جس گھر کے ایک بڑے شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، کیسا فضل و کرم

کیا۔ان کو کیسا عز و شرف اور جلال و اقبال دیا اور آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد گرامی پر بھی غور کرو کہ آپ نے فرمایا: ''جو شخص ان لوگوں کے بارے میں میرے حقوق کی رعایت نہ کرے گا اللہ اس سے بری ہے اور جس سے اللہ بری ہے قریب ہے کہ اس کو کسی مصیبت میں گرفتار کرلے''۔امید ہے تم اس بات پر غور کرنے سے ان لوگوں کی بدگوئی سے پرہیز کرو گے جن کو خدا نے آنحضرت ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہونے کی عزت دی ہے اور وہ آپ کے عزیزوں کے زمرے میں داخل ہیں۔ان لوگوں کی بدگوئی کرنا سم قاتل ہے ایسے سم قاتل کا وہی شخص استعمال کرے گا جس کو اپنی زندگی ناگوار ہے تو اللہ کو کچھ پروا نہیں ایسا شخص چاہے جس جنگل میں ہلاک ہو جائے۔اللہ تعالیٰ ہم کو اور نیز سب مسلمانوں کو اپنے غضب و عذاب سے محفوظ رکھے''۔

(سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۳۳۔۳۴)

اب جب معلوم ہو گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے برادرِ نسبتی اور سسرالی رشتہ دار ہیں تو حدیث پاک میں جو سسرال کا مقام و مرتبہ متعین کیا گیا ہے اور ان کے ادب و احترام کی جو تاکید فرمائی گئی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

۱) اَنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابًا وَّاخْتَارَلِیْ مِنْھُمْ اَصْھَارًا وَّاَنْصَارًا فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْھِمْ حَفِظَہُ اللّٰہُ وَمَنْ اٰذَانِیْ فِیْھِمْ اٰذَاہُ اللّٰہُ۔(الصواعق المحرقہ ص ۴)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے میرے اصحاب پسند فرمائے ان میں سے میرے سسرال اور مددگار پسند فرمائے لہٰذا جس نے ان کے بارے میں مجھے (طعن و تشنیع سے) محفوظ رکھا اللہ تعالیٰ اسے

محفوظ رکھے اور جس نے ان کے بارے میں مجھے اذیت دی اللہ تعالیٰ اسے اذیت دے۔

۲) اِحْفِظُوْنِیْ فِیْ اَصْحَابِیْ وَاَصْھَارِیْ وَاَنْصَارِیْ فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْھِمْ حَفِظَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ (الصواعق المحرقہ ص۴)

ترجمہ: میرے صحابہ اور میرے سسرال اور میرے معاونین کے بارے میں میرا لحاظ کرو پس جس نے ان کے بارے میں میرا (یعنی میری نسبت کا) لحاظ رکھا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی حفاظت کرے گا۔

آپ نے دیکھا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت کو اپنے صحابہ، سسرال اور انصار کی عظمت و رفعت اور قدر و منزلت کی طرف متوجہ کیا اور ان کا ادب و احترام اور تعظیم و تکریم کرنے کی تاکید فرمائی اور اپنی نسبت پاک کا لحاظ کرنے کا حکم فرمایا۔ اور یہ آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم ﷺ کا صحابی اور برادرِ نسبتی ہونے کا شرف حاصل ہے یعنی صحابیت کے علاوہ حضور ﷺ سے سسرالی نسبت و قرابت بھی حاصل ہے۔ تو احادیث مبارکہ کے مطابق امت پر ان نسبتوں کا لحاظ کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ادب و احترام واجب و لازم ہو گیا۔ لیکن مولانا مودودی جو مفکر اسلام کہلاتے رہے معلوم نہیں انہوں نے دل سے جناب رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھا تھا یا نہیں۔ اطاعت رسول پر ایمان لائے تھے یا نہیں۔ بڑے پر فریب انداز میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے بھی ان پر تنقید کر رہے ہیں اور ان پر طعن و تشنیع کو برا گردانتے ہوئے بھی طعن و تشنیع کے تیر برسا رہے ہیں۔ دیکھئے وہ کہتے ہیں۔

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے محامد و مناقب اپنی جگہ پر، ان کا شرف صحابیت بھی واجب الاحترام ہے، ان کی یہ خدمت بھی ناقابلِ انکار ہے کہ انہوں نے پھر سے دنیائے اسلام کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا

اور دنیا میں اسلام کے غلبے کا دائرہ پہلے سے زیادہ وسیع کر دیا۔ ان پر جو شخص لعن طعن کرتا ہے وہ بلاشبہ زیادتی کرتا ہے۔ لیکن ان کے غلط کام کو تو غلط کہنا ہی ہوگا۔ اسے صحیح کہنے کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم اپنے صحیح و غلط کے معیار کو خطرے میں ڈال رہے ہیں"۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۵۳)

اب ذرا مودودی صاحب کی فکر اسلام دیکھیے کہ حضرت امیر معاویہ ﷺ کی بعض عظمتوں کو شمار کرنے اور ان پر لعن طعن کرنے کو زیادتی (ظلم) کہنے کے باوجود ان پر غلطیوں کے طعن کر رہے ہیں اور صرف اپنے من گھڑت "صحیح و غلط کے معیار" کو خطرے سے بچانے کا عندیہ دے کر احادیث مبارکہ کے احکام تک کو پس پشت ڈال رہے ہیں۔ استغفر اللہ۔ عجیب بات ہے کہ انہیں اپنا من گھڑت معیار تو عزیز ہے لیکن حکم رسول اور نسبت رسول (ﷺ) کا کوئی احترام نہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کی ساری عزت و آبرو حضور ﷺ کی نسبت و غلامی سے ہے۔ حضرت علامہ اقبال فرماتے ہیں:

دردِ دل مسلم مقام مصطفیٰ ﷺ است
آبروئے ما ز نام مصطفیٰ ﷺ است

جب ہر مسلمان کو جناب رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے عزت و آبرو حاصل ہو جاتی ہے اور وہ محترم ہو جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ ﷺ جنہیں کئی نسبتیں حاصل ہیں، کی عزت و آبرو کو نہ تسلیم کیا جائے اور ان کے ادب و احترام میں اپنے ذاتی معیار قربان نہ کیے جائیں۔ جب عام مسلمان ایک نسبت اسلام سے معزز ٹھہرتے ہیں تو حضرت امیر معاویہ ﷺ جنہیں اسلام کے علاوہ صحابی، کاتب وحی اور برادرِ نسبتی ایسی متعدد نسبتیں حاصل ہیں کیونکر معزز نہیں؟ جب عام مسلمانوں کو ہاتھ اور زبان سے تکلیف دینا جائز نہیں تو حضرت امیر معاویہ ﷺ پر طعن و تشنیع کرنا کیوں جائز ہے؟ حیف ہے ایسے مفکرِ اسلام پر جس کے نزدیک حضور اکرم ﷺ پر ایمان لانے کی صرف ایک نسبت سے ہر مسلمان کو تو عزت و آبرو حاصل ہو جائے لیکن وہ سیدنا امیر

معاویہ ﷛ کے حق میں ان کی کسی نسبت کا کوئی اعزاز نہ مانے۔ درحقیقت ایسا شخص نسبت رسول کی عظمت کو دل سے نہیں تسلیم کرتا۔ حضور کی کسی نسبت کا پاس اور لحاظ نہیں کرتا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسا شخص مقام مصطفیٰ ﷺ سے آشنا ہی نہیں یا عظمت و مقام مصطفیٰ ﷺ کو دل سے مانتا ہی نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بھی نہیں ڈرتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہے۔ فرمایا اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ۔ (القرآن) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی ضرور گرفت فرمائے گا۔ ورانہیں ضرور دردناک اذیت میں مبتلا کرے گا۔ اور یاد رہے کہ مسلمان کی ساری عزت و آبرو حضور ﷺ کی نسبت اور غلامی حاصل ہونے اور اس نسبت و غلامی کا ادب و احترام کرنے سے ہے۔ جو شخص اس نسبت سے محروم رہا۔ جس نے اس کی عظمت کا انکار کیا وہ خود ہی عزت سے محروم ہو گیا۔ لہٰذا جب کلمہ پڑھ ہی لیا ہے تو پھر آپ کی ہر نسبت کا احترام کر کے اپنی نسبت کو پختہ کرلو۔

؎ کچھ ہاتھ نہ آئے گا آقا سے جدا رہ کر
آقا کی نسبت سے توقیر بڑی ہوگی

امت میں سب سے حلیم تر ہیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر معاویہ ﷛ کو دیگر صفات محمودہ کے علاوہ حلم و بردباری اور اخلاق حسنہ سے بھی خوب نوازا۔ مخالفین اور تند مزاج جاہل لوگ آپ کے پاس آتے اور اکثر بدتہذیبی اور سخت کلامی کے ساتھ ملتے لیکن آپ ہمیشہ ان سے نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے اور ان کی زیادتیوں سے درگزر فرماتے۔ مخبر صادق حضور نبی اکرم ﷺ نے خود حضرت امیر معاویہ ﷛ کے حق میں "اَحْلَمُ اُمَّتِیْ وَاَجْوَدُھَا یعنی میری امت میں سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ سخی ہیں" کے الفاظ و القابات استعمال فرمائے ہیں۔ لہٰذا ان کے ان صفات کے جامع ہونے میں کوئی شک نہیں۔

حضرت امام احمد ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"حرث بن اسامہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل اور رقیق القلب ہیں اس کے بعد آپ نے بقیہ خلفائے اربعہ کے مناقب بیان کئے اور ان میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا اور فرمایا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما میری امت میں سب سے زیادہ حلیم اور سخی ہیں۔ (وَمُعَاوِیَةُ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ اَحْلَمُ اُمَّتِیْ وَاَجْوَدُھَا۔ تطہیر الجنان ص ۱۲)

ان دونوں عظیم الشان وصفوں کو جو آنحضرت نے ان کی ذات میں بیان کئے ہیں غور سے دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ ان دونوں وصفوں کے ذریعہ سے کمال کے مرتبہ اعلیٰ کو پہنچ گئے جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔ کیونکہ حلم اور جود یہ دو صفتیں ایسی ہیں کہ تمام حظوظ و شہوات نفس کو مٹا دیتی ہیں۔ اس لئے کہ تکلیف اور شدت غضب کے وقت وہی شخص حلم کر سکتا ہے جس کے دل میں ذرہ برابر غرور اور حظِ نفس باقی نہ ہو۔ اسی وجہ سے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! ﷺ مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کبھی غصہ نہ کر۔ وہ شخص بار بار آپ سے کہتا رہا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے اور حضرت ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے کہ کبھی غصہ نہ کرنا۔ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص غصہ کے شر سے بچ جائے گا تو وہ نفس کی دوسری خباثتوں سے بھی بچ جائے گا اور جو شخص نفس کی خباثتوں سے بچ جائے اس میں تمام نیکیاں جمع ہوں گی۔

اسی طرح سخاوت کا حال ہے۔ تمام گناہوں کا سرچشمہ محبت دنیا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ محبت دنیا سے بچائے اور سخاوت کی صفت اس کو عطا کرے تو سمجھ لینا چاہیے کہ

اس کے دل میں ذرہ برابر حسد نہیں ہے نہ وہ کسی فانی چیز کی طرف ملتفت ہو کر دنیا و آخرت کی نیکیوں کو برباد کر سکتا ہے اور جب کسی کا قلب ان دونوں آفتوں سے پاک ہو یعنی غضب اور بخل سے جو سر چشمہ تمام نقائص اور خباثتوں کے ہیں' تو وہ شخص تمام کمالات اور نیکیوں کے ساتھ آراستہ اور تمام برائیوں سے پاک ہوگا۔ پس آنحضرت ﷺ کے اس فرمانے سے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حلیم اور سخی ہیں' وہ تمام فضائل جو میں نے بیان کئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات میں ثابت ہو گئے۔ اب وہ تمام باتیں جو اہلِ بدعت و جہالت کرتے ہیں کسی طرح قابلِ قبول نہیں ہو سکتیں۔

اگر کہا جائے کہ یہ حدیث جو مذکور ہوئی اس کی سند ضعیف ہے پھر اس سے استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ ہمارے تمام فقہاء اور اصولین اور محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف مناقب کے متعلق حجت ہوتی ہے جیسا کہ فضائلِ اعمال کے متعلق بالاجماع حجت مانی گئی ہے اور جب اس کا حجت ہونا ثابت ہو گیا تو کسی معاند کا کوئی شبہ یا کسی حاسد کا کوئی طعن باقی نہ رہا بلکہ ان تمام لوگوں پر جن میں کچھ بھی اہلیت ہو واجب ہو گیا کہ اس حق کو اپنے دل میں جگہ دیں اور بہکانے والوں کے فریب میں نہ آئیں''۔

(سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۲۹۔۳۰)

مشہور مورخ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے (امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد) بیس برس تک حکمرانی کی اور اس دریا دلی سے لوگوں کو اپنے انعامات سے مستفید فرمایا کہ اس زمانہ میں کوئی شخص ان کی قوم کا ان سے زیادہ فیاض نہ تھا۔ رؤسائے عرب کے ساتھ بھی کریمانہ برتاؤ رکھتے تھے۔ ان کی سخت

و ناملائم باتوں کو برداشت کرتے۔ ان کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے۔ حتیٰ کہ ان کے تحمل و بردباری کی کوئی حد نہ تھی۔ یہی سبب تھا کہ ان کی حکومت وریاست کو کسی قسم کی لغزش نہ ہوئی بلکہ بتدریج استقلال ہو گیا۔

(تاریخ ابن خلدون اردو حصہ دوم ص ۲۵)

حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ جو ایک شہزادے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر کر ان کیلئے دعا فرمائی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا کہ وائل ابن حجر کو قبا میں لے جا کر ٹھہرائیں۔ جناب وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔

(کچھ دور تک تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ساتھ ساتھ چلتے رہے لیکن صحرائے عرب کی گرمی بہت شدید تھی جب پاؤں گرم ریت کی تپش سے کچھ زیادہ ہی جلنے لگے تو اثنائے راہ میں حضرت وائل سے مخاطب ہوئے گرمی کی شکایت کی اور کہا)

آپ مجھے اپنے جوتے دے دیں تاکہ زمین کی گرمی سے میرے پاؤں محفوظ رہ سکیں حضرت وائل رضی اللہ عنہ (جو شہزادگی کی شان میں تھے) نے کہا: میں تمہیں نہیں پہنانا چاہتا کیوں کہ میں ان کو پہن چکا ہوں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا تو (مہربانی کر کے) تم اپنے پیچھے ہی مجھے بٹھا لو۔ اس پر وائل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تم ملوک (بادشاہوں) کے اراوف (پیچھے بیٹھنے والوں) سے نہیں ہو۔

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ زمین کی تپش نے میرے پاؤں جلا دیئے ہیں تو وائل رضی اللہ عنہ یہ سن کر بولے: "امش فی ظل ناقتی

كفاك به شرفا"۔ یعنی تو میرے ناقہ (اونٹ) کے سایہ میں چل تجھے بھی شرف کافی ہے۔

مختصر یہ کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ ﷛ کو نہ تو اپنے ساتھ سوار کیا اور نہ ہی گرمی سے بچنے کی کوئی اور صورت نکالی۔ حضرت امیر معاویہ ﷛ قریش کے ایک سردار کے بیٹے ہونے کے باوجود جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اطاعت میں پیشانی پر کوئی پریشانی لائے بغیر قیامت خیز گرمی میں بھی حضرت وائل ﷛ کے ساتھ ساتھ چلتے گئے)

اور پھر بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ ﷛ کے زمانہ میں حضرت وائل ﷛ ان کے پاس ایک وفد لے کر گئے (تو حضرت معاویہ ﷛ نے انہیں پہچاننے کے باوجود نہایت خوش دلی سے ان کی مہمانداری کی اور ان کے ساتھ انتہائی عزت و اکرام کا برتاؤ کیا) حضرت امیر معاویہ ﷛ نے ان کی اس وقت بہت عزت کی"۔

(تاریخ ابن خلدون اردو حصہ اول ص ۱۹۵)

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"ابن ابی دنیا اور ابوبکر بن ابی عاصم نے امیر معاویہ ﷛ کی بردباری اور حلم پر کتابیں لکھی ہیں اور قبیصہ بن جابر کا بیان ہے میں عرصہ تک امیر معاویہ ﷛ کے ساتھ رہا میں نے آپ سے زیادہ کسی دوسرے کو حلیم و بردبار نہیں دیکھا"۔ (تاریخ الخلفاء اردو ص ۱۹۶)

خدا اور رسول ﷺ کے محبوب ہیں

ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ ﷛ اپنی ہمشیرہ محترمہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے اور آپ امیر معاویہ کو چوم رہی تھیں۔ حضور ﷺ

تشریف لائے اور پوچھا کیا تو اس سے محبت کرتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: میرا بھائی ہے میں اس سے محبت کیوں نہ کروں۔ پس حضور ﷺ نے فرمایا:

فَاِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُحِبَّانِهٖ۔

ترجمہ: پھر سن لے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت فرماتے ہیں۔

(تطہیر الجنان ص ۱۴ بحوالہ مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ص ۷۶۔۷۷، دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ ص ۹۴۔۹۵، تطہیر الجنان اردو ص ۳۴)

حضور سرورِ دو عالم نبی اکرم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

فَاِنِّیْ اُحِبُّ مُعَاوِیَةَ وَاُحِبُّ مَنْ یُّحِبُّ مُعَاوِیَةَ وَجِبْرِیْلُ ومِیْکَائِیْلُ یُحِبَّانِ مُعَاوِیَةَ وَاللّٰهُ اَشَدُّ حُبًّا لِمُعَاوِیَةَ مِنْ جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ۔

ترجمہ: میں معاویہ سے بھی محبت کرتا ہوں اور اس شخص سے بھی محبت کرتا ہوں جو معاویہ سے محبت رکھتا ہو اور جبرائیل و میکائیل بھی معاویہ سے محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جبرائیل و میکائیل سے بھی زیادہ معاویہ سے محبت فرماتے ہیں۔

(ابن عساکر نمبر ۲۵ ص ۹ بحوالہ مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ص ۷۸)

دونوں کا دعویٰ ایک اور اختلاف قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ پر تھا

حضرت امام بخاری نے صحیح بخاری میں اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث پاک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے ساتھ یوں بیان فرمائی ہے:

"لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِیْمَتَانِ تَکُوْنُ بَیْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ" عَظِیْمَةٌ وَّدَعْوٰهُمَا وَاحِدَةٌ"۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۴ کتاب الفتن، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ کتاب الفتن)

ترجمہ: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتیں لڑ نہ لیں۔ ان کے درمیان شدید لڑائی ہوگی اور ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت جنگ صفین کے بارے میں ہے۔ ملاحظہ ہو:

"آنحضرت ﷺ نے صفین کے واقعہ کی خبر دی ہے۔ شیخان (بخاری و مسلم) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول خدا ﷺ نے فرمایا: "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی کہ دو بڑے گروہ لڑیں اور ان دونوں میں قتل عام ہو اور دونوں کا دعویٰ ایک ہو"۔

(ازالۃ الخفاء اردو دوم ص ۵۴۰)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

"اور امیر معاویہ کا مجتہد مخطی[1] معذور ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ شبہ سے متمسک (شبہ میں مبتلا) تھے اگرچہ میزان شرع میں اس سے وزن دار حجت موجود تھی یہ شبہ وہی تھا جو اصحاب جمل کو پیش آیا لیکن اس میں اتنا اشکال اور بھی بڑھا ہوا تھا کہ امیر معاویہ اور اہل شام نے بیعت نہ کی تھی اور جانتے تھے کہ خلافت کا پورا ہونا تسلط اور احکام نافذ ہونے سے ہے اور یہ بات ابھی متحقق نہیں ہوئی پھر تحکیم کے معاملہ نے اس خیال کو اور راسخ کر دیا اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ (دونوں کی دعوت ایک ہوگی) (ازالۃ الخفاء اردو دوم ص ۵۵۱)

اور مولائے کائنات باب مدینۃ العلم حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ آپ نے جنگ صفین کے بعد اپنے عمال کے نام یہ حکم نامہ بطور

---

[1] مخطی وہ شخص ہے جو نیکی کا ارادہ کرے لیکن بلا ارادہ اور نادانستہ اس سے خطا سرزد ہو جائے۔

وضاحت روانہ فرمایا:

"وَالظَّاهِرُ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِي الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَلَا نَسْتَزِيْدُهُمْ فِي الْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَالتَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَسْتَزِيْدُوْنَنَا الْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَاءٌ۔

ترجمہ: "ظاہر میں ہم سب کا پروردگار ایک تھا ہمارا نبی ایک تھا ہماری دعوت اسلام ایک تھی نہ ہم ان سے ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول میں کسی اضافے کا مطالبہ کرتے تھے نہ وہ ہم سے کرتے تھے (اس معاملہ میں) ہم سب ایک تھے۔ اختلاف تھا تو صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے خون میں اختلاف تھا حالانکہ اس خون سے ہم بالکل بری الذمہ تھے"۔

(نہج البلاغہ مع ترجمہ وتشریح حصہ دوم نمبر ۵۸ ص ۸۲۲)

یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں جانب کے مقتولین کو جنتی فرماتے ہیں۔

ملاحظہ ہو۔

۱) قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَتْلَايَ وَقَتْلٰى مُعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ

رواہ الطبرانی (تطہیر الجنان ص ۱۹ بحوالہ دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ ج ۱ ص ۱۰۶)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری اور معاویہ کی جنگ میں قتل ہونے والے (دونوں طرف کے لوگ) جنتی ہیں۔

۲) قَتْلَانَا وَقَتْلَاهُمْ فِي الْجَنَّةِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۳۰۳ بحوالہ دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ ج ۲ ص ۱۵۳)

ترجمہ: ہمارے اور ان کے مقتولین دونوں جنت میں ہیں۔

حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی صلح اور خارجی بگڑ گئے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"احمد نے عبیداللہ بن عیاض بن عمرو قاری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے تھے کہ عبداللہ بن شداد حضرت علی ﷛ کے قتال کے بعد عراق سے واپس ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: اے عبداللہ بن شداد! اگر میں تم سے ایک بات پوچھوں تو تم سچ بیان کرو گے؟ عبداللہ نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: تم ان لوگوں کا حال بیان کرو جن کو حضرت علی ﷛ نے قتل کیا۔

عبداللہ نے کہا: جب حضرت علی ﷛ نے معاویہ ﷛ سے (صلح کیلئے) خط و کتابت کی اور حکمین مقرر ہوئے تو آٹھ ہزار قاری ان کی مخالفت میں نکلے اور کوفہ کے کنارے مقام حرورا میں جمع ہوئے' حضرت علی کو ملامت کی اور کہا تم نے اس کرتے کو اتار دیا جو تم کو خدا نے پہنایا تھا اور اس نام سے الگ ہو گئے جو خدا نے رکھا۔ پھر تم نے دینِ خدا کے معاملے میں حَکَم مقرر کیا۔ خدا کے سوا کسی کا حکم نہیں ہے۔ جب حضرت علی (﷛) نے یہ بات سنی، جس کی وجہ سے انہوں نے عتاب کیا اور ان سے الگ ہو گئے، تو حکم فرمایا: کہ اعلان کر دیا جائے کہ سوا اہل قرآن (قاریوں) کے اور کوئی امیر المؤمنین ﷛ کے پاس نہ آئے۔ جب گھر قاریوں سے بھر گیا۔ آپ نے لوگوں کے سامنے قرآن منگوایا اور اس پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگے: اے مصحف! لوگوں سے بیان کر۔ لوگوں نے آواز دی: اے امیر المؤمنین! آپ مصحف سے کیا پوچھتے ہیں وہ تو کاغذ روشنائی ہے اور جو اس میں ہے ہم اس کو بیان کرتے ہیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے کہا: تمہارے یہ اصحاب جنہوں نے مجھ پر خروج کیا ہے۔ ان کے اور میرے درمیان خدا کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک مرد و عورت کے

معاملے میں کہتا ہے کہ:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا۔ ترجمہ: اور اگر ان دونوں کے درمیان اختلاف کا خوف ہو تو ایک حکم شوہر کے اہل سے اور ایک حکم عورت کے اہل سے بھیجو۔ اگر وہ دونوں صلح کرنے کا ارادہ کریں گے تو خدا ان دونوں کو توفیق دے گا۔ پس امت محمد (ﷺ) ایک عورت و مرد کے خون و حرمت سے بہت بڑی ہے۔ تم مجھ پر اس کو ناپسند کرتے ہو کہ میں نے معاویہ سے صلح کر لی...... بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خارجیوں سے مناظرہ کیا۔

(ازالۃ الخفاء اردو دوم ص ۵۴۱ تا ۵۴۳)

روئیداد مناظرہ

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جب یہ (خارجی) لوگ نکل کر حروراء میں جمع ہوئے اور میں ان لوگوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا: اے ابن عباس! آپ کیوں آئے ہیں؟

میں نے کہا: کہ میں تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اور آپ کے چچازاد بھائی و داماد کے پاس سے آیا ہوں۔ پس ان میں سے چند لوگ میرے پاس ایک طرف ہو گئے تو میں نے کہا کہ: وہ کیا باتیں ہیں جن کا تم نے اصحابِ رسول ﷺ اور آپ کے چچازاد بھائی پر عیب نکالا ہے۔ ان کو میرے سامنے پیش کرو۔

"ان خارجیوں نے کہا: تین باتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دین الٰہی میں لوگوں کو حکم ٹھہرایا اور بات یہ تھی کہ

حضرت علی نے ابو موسیٰ اشعری کو اپنے اور معاویہ کے درمیان حکم کیا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ حضرت علی نے قتال کیا مگر لوگوں کے جورو بچے قید نہیں کئے اور نہ ان کا مال لوٹا پس اگر وہ لوگ کفار ہیں تو ہم کو ان کے مال اور ان کی جانیں حلال ہیں اور اگر وہ لوگ مسلمان ہیں تو ہم پر ان کا قتل کرنا حرام ہے اور تیسری بات یہ ہے کہ حضرت علی نے حکم نامہ میں اپنے نام سے امیر المؤمنین کا لفظ مٹا دیا۔ بس اگر وہ امیر المؤمنین نہیں ہیں تو امیر الکافرین ہیں۔

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) پس میں نے ان سے کہا:

اگر میں تم کو کتاب اللہ سناؤں اور حدیث رسول اللہ ﷺ سناؤں جس سے تمہارا یہ قول رد ہو تو کیا تم اپنے اس قول سے پھر جاؤ گے؟ کہنے لگے: ہاں۔ واللہ! پھر جائیں گے تب میں نے ان سے کہا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لا تقتلوا الصيد وانتم حرم تاقوله تعالى يحكم به ذوا عدل منكم۔ یعنی احرام میں جو شخص شکار مارے اس کی قیمت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں سے دو عادل آدمیوں پر رکھی اور ایسا ہی عورت (اور مرد) کے حق میں حکم مقرر کیا۔ چنانچہ فرمایا: "فابعثوا حكما من اهله وحكما من اهلها"۔ یعنی شوہر کی طرف سے ایک حکم بھیجو اور عورت کی طرف سے ایک حکم بھیجو۔ پس میں تم کو قسم دلاتا ہوں کہ آدمیوں کا حکم قرار دینا ان کی جانوں و مالوں کے حق میں اس سے زیادہ واجب ہے کہ ایک خرگوش کے حق میں جس کی قیمت چوتھائی درہم ہو۔ اب مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے اس اعتراض سے نکل گیا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

تب میں نے کہا یہ جو تم کہتے ہو کہ جن سے قتال کیا ان کو لونڈی

غلام نہیں بنایا ان کا مال غنیمت نہیں لیا تو میں کہتا ہوں کہ آپ نے کوفہ میں صرف حضرت (ام المؤمنین) عائشہ اور ان کے ساتھیوں سے قتال کیا۔ بھلا بتلاؤ کہ تم اپنی ماں عائشہ کو گرفتار کر کے وہ امور حلال سمجھو گے جو جہادی باندھیوں سے حلال جانتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہاری ماں ہیں پھر اگر تم ایسا کہو تو کافر ہو۔ اب بتلاؤ کہ میں تمہارے اس اعتراض سے نکلا؟ کہنے لگے ہاں۔

"میں نے کہا": رہا تمہارا یہ کہنا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے نام سے امیر المؤمنین کا لفظ مٹا دیا تو میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ میں قریش کے ساتھ صلح نامہ لکھا اور آپ نے اپنے نام کے ساتھ محمد رسول اللہ لکھا تو قریش نے کہا: کہ اگر ہم جانتے کہ آپ محمد رسول اللہ ہیں تو ہم آپ کو خانہ کعبہ سے نہ روکتے۔ پس آپ نے محمد بن عبداللہ لکھوایا پس تم جانتے ہو کہ حضرت علی سے حضرت رسول اللہ ﷺ بہتر ہیں۔ جبکہ اپنے نام سے رسالت کا لفظ مٹا دیا۔ حالانکہ اس مٹانے سے آپ نبوت سے باہر نہیں ہو گئے۔ اب بتلاؤ کہ میں تمہارے اس اعتراض سے بھی نکل گیا؟ تو کہنے لگے کہ: ہاں۔

پھر یہ لوگ چھ ہزار تھے ان میں سے دو ہزار پھر کر میرے ساتھ آئے اور باقی سب رہ گئے جو اپنی گمراہی پر مارے گئے"۔ (رواہ النسائی و احمد وعبدالرزاق والطبرانی والحاکم)

(عینی الہدایہ ج دوم کتاب السیر باب البغاۃ ص ۵۹۶۔۵۹۷)

امام حسن ﷛ نے صلح کے بعد بیعت کر لی اب ناراضگی کیوں؟

حضرت امام حسن ﷛ ابھی چھوٹی عمر کے بچے تھے کہ مسجد نبوی میں تشریف لے

آئے۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت حسن ﷺ کو پہلوئے اقدس میں لیا اور بر سر منبر فرمایا۔

اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

(بخاری باب علامات نبوت، مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، کتاب الفتن)

ترجمہ: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔ (ازالۃ الخفاء اردو دوم ص ۵۴۴)

بخاری کتاب الصلح اور مشکوٰۃ میں یہ روایت یوں ہے:

اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (بخاری کتاب الصلح۔ مشکوٰۃ مناقب اہل بیت النبی ﷺ ورضی اللہ عنہم)

ترجمہ: میرا یہ بیٹا سردار ہے شاید اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔

حضرت شیخ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث نقل فرماتے ہیں:

"حضرت ابوبکرہ ثقفیؓ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے اور حضرت حسن بچپنے میں آتے اور حضور علیہ السلام کی گردن اور پشت پر بیٹھ جاتے جبکہ حضور ﷺ سجدے میں ہوتے تھے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدے سے آہستہ آہستہ سر اٹھاتے حتیٰ کہ امام حسن کو نیچے اتار دیتے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے دیکھا ہے کہ جتنا آپ اس بچے سے پیار فرماتے ہیں اتنا کسی دوسرے بچے سے پیار نہیں فرماتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے دنیا میں یہ پھول ہیں لاریب میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ یہ ابن ابی حاتم کی روایت ہے اور

تقریباً ایسی ہی روایت مسند احمد میں بھی ہے"۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ ﷛ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"سیدنا علی المرتضٰی نے امام حسن رضی اللہ عنہما کو خلیفہ بناتے وقت فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بہتری چاہے گا تو میرے بعد سب لوگوں کو اس پر متفق کردے گا جو ان سب سے بہتر ہوگا"۔

(ازالۃ الخفاء اردو اول ص۵۵)

صحیح بخاری شریف میں یہ روایت بھی ہے۔ (ترجمہ)

"ابو موسیٰ ﷛ نے کہا: میں نے حسن بصری کو یہ کہتے سنا: "خدا کی قسم! حسن بن علی رضی اللہ عنہما امیر معاویہ ﷛ کے سامنے پہاڑوں کی طرح لشکر لے کر آئے تو عمرو بن عاص نے کہا میں لشکروں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ واپس نہ جائیں گے۔ حتیٰ کہ اپنے مخالفوں کو قتل کر دیں گے اور امیر معاویہ ﷛ نے جو دو مردوں سے بہتر تھے عمرو بن عاص سے کہا: اے عمرو! اگر انہوں نے ان کو قتل کر دیا اور انہوں نے ان کو تو لوگوں کے امور کی نگرانی کون کرے گا؟ ان کی عورتوں کی کفالت کون کرے گا؟ اور ان کے بچوں اور بوڑھوں کی حفاظت کون کرے گا؟ پھر قریش کے قبیلہ بنی عبد شمس سے دو مرد عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز کو بھیجا اور کہا: اس مرد کے پاس جاؤ اور صلح پیش کرو۔ ان سے بات کر وان کو صلح کی طرف بلاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں امام حسن ﷛ کے پاس گئے اور ان سے بات چیت کی اور صلح کرنی چاہی۔ ان سے امام حسن بن علی ﷛ نے کہا ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں۔ ہم نے بہت مال خرچ کر دیا ہے اور یہ لوگوں کے خونوں میں فتنہ انگیزی کرتے ہیں۔ ان دونوں نے کہا ہم ضامن ہیں

اوراس کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ چنانچہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی۔ اور فرمایا: میں نے ابوبکرہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: ”میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو منبر شریف پر دیکھا جبکہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے پہلو میں تھے اور آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف توجہ کر کے فرماتے، میرا یہ بیٹا سید ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا“۔

(بخاری کتاب الصلح پ ۱۰)

شارح بخاری محدث کبیر علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

”اس مقام میں تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے ۴۰ھ کے رمضان المبارک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کردیا اور اسی سال رمضان المبارک میں ان کے صاحبزادے امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی کہ آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے بعد وہ خلیفہ ہیں تو وہ اس معاملہ میں کئی روز متفکر رہے پھر انہوں نے لوگوں میں اختلاف پایا۔ بعض لوگ ان کی طرف میلان رکھتے تھے اور بعض لوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف داری کرتے تھے اور معاملہ درست ہوتا نہ دیکھا تو انہوں نے مسلمانوں کی اصلاح اور ان کے خونوں کے بچاؤ اور ان کی حفاظت میں نظر ڈالی تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ امت میں اختلاف سے بہتر یہ ہے کہ وہ خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کردیں چنانچہ انہوں نے ۴۱ھ کے ربیع الاوّل میں خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کردی“۔

(تفہیم البخاری ج ۴ ص ۲۳۰-۲۳۱)

امام جلال الدین سیوطی اور علامہ سیّد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہما نقل

فرماتے ہیں:

"حضرت علی ﷺ کی شہادت کے بعد کوفیوں نے امام حسن ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ابھی چھ ماہ اور کچھ دن آپ نے خلافت کی تھی کہ امیر معاویہ ﷺ ایک دن آپ کے پاس آئے۔ اللہ تعالیٰ کو حکم اور فیصلہ دہندہ مان کر شرائط ذیل مقرر ہوئیں کہ فی الوقت امیر معاویہ ﷺ خلیفہ بنائے جاتے ہیں۔ لیکن ان کے انتقال کے بعد امام حسن ﷺ خلیفۃ المسلمین ہوں گے۔ باشندگان مدینہ، حجاز اور عراق سے مزید کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا بلکہ حضرت علی ﷺ کے زمانہ سے جو دستور چلتا رہا ہے وہی برقرار رہے گا۔ نیز امام حسن ﷺ کے ذمہ قرض کی ادائیگی امیر معاویہ ﷺ کریں گے۔ ان شرائط کو امیر معاویہ ﷺ نے قبول کیا اور باہمی صلح ہوگئی"۔

(تاریخ الخلفاء، اردو ص ۱۹۲، ۱۹۳، سوانح کربلا ص ۵۹)

مشہور مورخین علامہ ابن خلدون اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"امام حسن ﷺ اپنی خلافت کے چھٹے مہینے خلافت سے دستبردار ہوئے اور امیر معاویہ ﷺ کی بیعت کی...... اور کافہ مسلمین (تمام مسلمانوں) نے ان کی خلافت پر بیعت کی۔ یہ واقعہ نصف ۴۱ھ کا ہے اسی وجہ سے یہ سن "عام الجماعت" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے"۔

(تاریخ ابن خلدون اردو اوّل ص ۵۵۴۔۵۵۵، تاریخ ابن کثیر ج ہشتم ص ۷۴۲، ۷۴۲، ۹۷۳)

حضرت علامہ ابن اثیر نقل فرماتے ہیں:

"مصالحت طے ہونے کے بعد جب حضرت امام حسن ﷺ نے حضرت معاویہ ﷺ سے بیعت کی تو قبل اس کے کہ حضرت معاویہ ﷺ کوفہ میں آئیں حضرت حسن ﷺ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ: اے لوگو! ہم

تمہارے سردار اور تمہارے مہمان ہیں اور ہم تمہارے نبی ﷺ کے اہل بیت سے ہیں جن سے اللہ نے ناپاکی کو دور کر دیا اور انہیں خوب پاک کر دیا ہے۔ اس کلمہ کو کئی مرتبہ کہا یہاں تک کہ سب لوگ رونے لگے اور ان کے رونے کی آواز کانوں میں آئی۔ پھر جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے تو لوگوں نے ان سے بیعت کی ......

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے حسن! اٹھو اور لوگوں سے بیان کرو۔ جو ہمارے اور تمہارے درمیان واقعات گزرے ہیں ان کو ظاہر کرو۔ پس حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اس بات کے بیان کرنے کو کھڑے ہو گئے جس کے متعلق انہوں نے پہلے سے کچھ غور نہ کیا تھا۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی بعد اس کے فی البدیہہ فرمایا کہ اے لوگو!

''اللہ نے تمہیں ہمارے اگلے (یعنی نبی ﷺ) کے ذریعہ سے ہدایت کی اور ہمارے پچھلے کے (یعنی میرے) ذریعہ سے تمہاری جانوں کی حفاظت کی۔ آگاہ رہو! سب سے زیادہ عقلمندی پرہیزگاری ہے اور سب سے زیادہ بے وقوفی بدکاری ہے اور یہ معاملہ جس کے متعلق ہمارے اور معاویہ کے درمیان میں اختلاف ہوا (دو حال سے خالی نہیں) یا تو وہ مجھ سے زیادہ اس کے حقدار ہیں اور یا یہ میرا حق ہے جو میں نے اللہ عزوجل کیلئے اور امت محمدیہ ﷺ کی اصلاح کیلئے اور تمہاری جانوں کی حفاظت کیلئے ترک کر دیا''۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ اردو ج ۳ ص ۱۹)

''جس سال حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی۔ ان کی بیعت فرمائی اور انہیں خلافت سپرد کر دی اس سال کو ''عام الجماعۃ'' کہتے ہیں اس لئے کہ ملت اسلامیہ نے تقریباً چھ سال کے تفرقہ و تشتت کے بعد اس سال ایک خلیفہ پر اجماع کیا تھا''۔

(اسد الغابہ اردو ج ۴ ص ۳۸۷)

تہذیب العقائد شرح عقائد نسفی کی تصریح ملاحظہ ہو:

''جب خلافتِ نبوی کا زمانہ گزر چکا اور حکومت وسلطنت کا دور شروع ہوا تو حضرت امام حسن ﷺ نے معاویہ ﷺ سے صلح کر لی اس لئے انہیں اہل سنت و جماعت نے اسلام کا پہلا سلطان مانا ہے۔ اور حضرت امام حسن ﷺ کا صلح کرنا کچھ قلت وذلت کی وجہ سے نہ تھا۔ اس لئے کہ ان سے چالیس ہزار مہاجرین اور انصار اور تابعین نے بیعت کی تھی اور ان کے ساتھی جنگ کو پسند کرتے تھے اور صلح سے راضی نہ تھے۔ سید مرتضی پیشوائے امامیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن ﷺ نے صلح کے وقت خطبہ فرمایا کہ معاویہ ﷺ نے نزاع کی مجھ سے اس چیز میں (یعنی خلافت میں) جو میرا حق تھا نہ کہ ان کا۔ میں نے امت کی بہتری اور فتنہ کا موقوف ہونا صلح میں دیکھا کہ تم نے مجھ سے بیعت کی ہے اس بات پر کہ جس سے میں صلح کروں تم بھی اس سے صلح کرو اور جس سے میں جنگ کروں تم بھی اس سے جنگ کرو۔ میرے نزدیک مسلمانوں کے خون کی نگہداشت اس سے بہتر ہے کہ ان کا خون بہایا جائے۔ میں نے صلح تمہاری بہتری کے خیال سے کی ہے۔ پس یہ صلح حضرت امام حسن ﷺ کی مقبول تھی۔ حضرت ﷺ نے جو ان کی نسبت فرمایا تھا۔ لَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ رواہ البخاری (امید ہے کہ اللہ صلح کرا دے ان کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں) محققین اہلسنّت کے نزدیک یہاں صلح سے یہی صلح مراد ہے۔ پس جن لوگوں کے نزدیک بغاوت کا اطلاق معاویہ ﷺ پر تھا اس صلح کے بعد وہ بھی نہ رہا''۔ (تہذیب العقائد شرح عقائد نسفی ص ۹۴۔۹۵)

فقیہ اجل حضرت مولانا امجد علی اعظمی فرماتے ہیں:

"سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک فوج جرار جانثار کے ساتھ
عین میدان میں بالقصد و بالاختیار ہتھیار رکھ دیئے اور خلافت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمالی اور اس صلح کو حضور
اقدس ﷺ نے پسند فرمایا اور اس کی بشارت دی اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسبت
فرمایا: "اِنَّ ابْنِی ھٰذا سَیِّدٌ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ
عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ میرا یہ بیٹا سید ہے میں امید فرماتا ہوں کہ
اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرادے"۔ تو
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر معاذ اللہ فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقۃً حضرت امام
حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بلکہ حضور سیّد عالم ﷺ بلکہ حضرت عزوجل پر طعن کرتا ہے"۔
معاذ اللہ۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۵۹)

محدث لاہوری شارح بخاری صاحب فیوض الباری علامہ سید محمود احمد رضوی
رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

"خلیفہ راشد سیدنا امام حسن علیہ السلام اپنے والد ماجد کی
شہادت کے بعد سات ماہ تک مسند خلافت پر متمکن رہے۔ جب اہلِ
کوفہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تو جناب امیر معاویہ سے لڑائی کی
شکل پیدا ہوگئی۔ آپ نے مسلمانوں کی باہم لڑائی اور خونریزی کو پسند نہ کیا
اور چند شرائط کے ساتھ خلافت جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی اور
صلح ہوگئی اور حضور ﷺ کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی جس میں آپ نے ارشاد
فرمایا تھا کہ میرا بیٹا مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا"۔

(شان صحابہ ص ۱۲۲۔۱۲۳)

جناب غوث الثقلین سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وصال اور حضرت امام حسن ﷺ کے خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کیلئے خلافت صحیح ثابت ہے۔ حضرت امام حسن ﷺ نے مصلحت عامہ کے تحت کہ مسلمانوں کو خون ریزی سے بچایا جائے خلافت حضرت امیر معاویہ ﷺ کے سپرد فرمائی علاوہ ازیں نبی اکرم ﷺ کا ارشادگرامی بھی آپ کے پیشِ نظر تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت امام حسن ﷺ کے بارے میں فرمایا: ''میرا یہ بیٹا سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا'' لہٰذا حضرت امام حسن ﷺ کے عقد کی بنا پر حضرت امیر معاویہ ﷺ کی امامت واجب ہوگئی۔ اس سال کو عام الجماعۃ (جماعت کا سال) کہا جاتا ہے''۔

(غنیۃ الطالبین اردو ص ۲۶۶۔۲۶۷)

امام احمد ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مانعین خلافت معاویہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسن ﷺ کا امر خلافت کو ان کے سپرد کرنا کوئی اہم بات نہیں آپ نے صرف ضرورت کے تحت ایسا کیا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت معاویہ ﷺ امر خلافت کو حضرت حسن ﷺ کے سپرد نہ کریں گے اور اگر حضرت امام حسن ﷺ خلافت کو ان کے سپرد نہ کرتے تو خونریزی اور قتال کرتے۔ آپ نے مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کیلئے امر خلافت کو ترک کردیا اور ان لوگوں نے جو بات کہی ہے اس کے رد میں آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت حسن ﷺ امام برحق اور سچے خلیفہ تھے۔ آپ کے ساتھ اتنے آدمی تھے جن سے حضرت معاویہ ﷺ کے ساتھیوں کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا۔ پس آپ کی خلافت سے علیحدگی اور حضرت معاویہ ﷺ کے سپرد کرنا

اضطراری نہیں بلکہ اختیاری تھا جیسا کہ خلافت سے دستبرداری کا واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے بہت سی شرطیں لگائیں جن کی حضرت معاویہ ﷺ نے پابندی کی اور انہیں پورا کیا اور صحیح بخاری کی روایت بیان ہو چکی ہے کہ حضرت معاویہ ﷺ نے امام حسن ﷺ سے صلح کی درخواست کی اور میرے اس بیان پر بخاری کی وہ گزشتہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو حضرت ابوبکر ﷺ سے مروی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو منبر پر دیکھا اور حضرت حسن ﷺ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے آپ ایک بار لوگوں کی طرف اور دوسری بار حضرت حسن ﷺ کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے "میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا"۔

پس رسول کریم ﷺ ان کے ذریعے اصلاح کی امید فرما رہے ہیں اور آپ واقعہ کے مطابق امر حق ہی کی امید کرتے ہیں پس حضرت امام حسن ﷺ سے اصلاح کی امید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ ﷺ کے حق میں آپ کی خلافت سے دستبرداری ایک درست قدم تھا اور اگر حضرت امام حسن ﷺ خلافت سے دستبرداری کے بعد بھی خلافت پر قائم رہتے اور آپ کی دستبرداری سے اصلاح نہ ہوتی تو حضرت امام حسن ﷺ کی اس پر تعریف نہ کی جاتی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بغیر کسی شرعی فائدہ کے محض دستبرداری کی تمنا نہیں کی بلکہ جس کے حق میں دستبرداری ہوتی ہے یہ بات اس کی صحت خلافت، نفاذ تصرف، واجب الاطاعت ہونے اور مسلمانوں کے امور کے قیام میں مشتغل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

پس رسول کریم ﷺ کو حضرت امام حسن ﷺ سے یہ امید تھی کہ

ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں اصلاح کی صورت پیدا ہوگی۔ اس میں حضرت امام حسن ﷜ کے فعل کی صحت پر دلالت پائی جاتی ہے اور اس بات پر بھی کہ آپ اس معاملہ میں مختار تھے۔

اور اس سے یہ شرعی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں کہ حضرت معاویہ ﷜ کی خلافت اور ان کا مسلمانوں کے امور کی نگرانی کرنا اور خلافت کے تقاضوں کے مطابق تصرف کرنا درست تھا۔ اور یہ سب باتیں اس صلح پر مترتب ہوتی ہیں۔ پس اس وقت سے حضرت معاویہ ﷜ کی خلافت کا یہ ثبوت بن گیا اور اس کے بعد وہ امام برحق یعنی سچے امام بن گئے"۔

(الصواعق المحرقہ اردو ص ۲۱۹ تا ۲۲۱)

شارح مشکوۃ صاحب مراۃ مفسر قرآن مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"امام حسن ﷜ نے ۷ ماہ خلافت فرما کر امیر معاویہ ﷜ کے حق میں خلافت سے دستبرداری فرمائی اور ان کا سالانہ وظیفہ اور نذرانے قبول فرمائے۔ اگر حضرت معاویہ میں معمولی فسق بھی ہوتا تو امام حسن ﷜ سر دے دیتے مگر ان کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیتے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی امام حسن ﷜ کے اس فعل کی تعریف فرمائی تھی کہ "میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالٰی اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح فرمائے گا۔

امام حسین ﷜ اس صلح کے وقت عاقل، بالغ، سمجھدار تھے مگر ان سرکار ﷜ نے بھی اس صلح پر اعتراض نہ فرمایا بلکہ اس میں خود بھی داخل ہو گئے۔ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں کچھ عیب رکھتے ہوتے تو یزید مردود کی طرح آپ اس وقت امیر معاویہ ﷜

کے مقابلہ میں آجاتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نگاہِ امام حسین ﷛ میں یزید فاسق فاجر ظالم وغیرہ تھا۔ امیر معاویہ عادل' ثقہ' متقی' لائق بیعتِ امارت تھے۔ اب کسی کو کیا حق ہے کہ ان پر زبان طعن دراز کرے"۔

(امیر معاویہ ﷛ پر ایک نظر ص ۴۹)

پس یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ امام حسن ﷛ نے تھوڑا ہی عرصہ حکومت کرنے کے بعد حضرت امیر معاویہ ﷛ سے صلح کی۔ ان کی بیعت کی اور خلافت بھی ان کے سپرد کردی اور وہ اس میں اکیلے بھی نہ تھے بلکہ ان کے برادر اصغر اہل بیت کے فرد فرید جناب سیدنا امام حسین ﷛ بھی اس میں شامل تھے۔ پس جب صلح ہو چکی تو اب ناراضگی کر کے منہ کالا کرنے سے کیا حاصل اور کیا جواز ہے؟

یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ معترض کا اعتراض صرف امیر معاویہ ﷛ پر ہی نہیں آتا۔ بلکہ انہیں خلافت سونپنے والے سیدنا امام حسن ﷛ پر بلکہ ان کے فیصلے کی تائید کرنے والے سیدنا امام حسین ﷛ پر بھی آتا ہے۔ گویا امیر معاویہ ﷛ پر اعتراض کرنے والا جناب امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے فیصلے پر تنقید کرتا ہے۔ اس ناہنجار کے دل میں امام عالی مقام سیدنا امام حسن اور امام عالی مقام سیدنا امام حسین ﷛ کی بھی کوئی محبت اور عزت نہیں۔ اگر اس شخص کو اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت و عقیدت ہے اور یہ شخص واقعی شہزادگانِ رسول سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کو اپنے امام مانتا ہے تو اس کو آج ہی امیر معاویہ کی دشمنی ایسے برے عقیدے اور مردود نظریئے سے توبہ کر کے اہلبیتِ اطہار کی معتمد ہستی "امیر معاویہ ﷛" کی مخالفت سے باز آجانا چاہیے اور ان کی محبت کو دل میں بسانا چاہیے۔ ورنہ لوگ یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ یہ شخص مُحبِّ اہل بیت نہیں بلکہ ایک فسادی ہے اور فرقہ واریت کو پروان چڑھانے کی تگ ودو میں مصروف ہے۔

اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا کی ہو تو وہ سمجھے کہ یہ صلح اور بیعت کسی غلط اور فاسق آدمی کے ہاتھ پر نہیں ہو سکتی اور خلافت کسی نااہل کے سپرد نہیں کی جا سکتی۔ اس قدر اعتماد اور اس قدر تصدیق و تائید سے کسی نیک ترین اور اہل ترین آدمی ہی کو نوازا

جا سکتا ہے اور امورِ امت کا والی کسی قابل ترین ہستی ہی کو بنایا جا سکتا ہے۔ جبکہ یہ سب کچھ امام عالی مقام شہزادۂ خیر الانام سیدنا امام حسن علیہ السلام نے کیا بلکہ امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی ان کا ساتھ دیا تو یقین کرنا پڑے گا کہ حضرت امیر معاویہ ﷛ نہایت معزز اور قابلِ تعظیم ہستی اور اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کی معتمد ترین شخصیت ہیں۔ اب دیکھئے وہاں کس قدر الفت و محبت ہے اور یہاں دشمنانِ دین و ملت کیسے نفرت کے راگ الاپ رہے ہیں۔ وہ تو باہم شیر و شکر تھے اور صلح کے دشمن آج بھی سر پیٹ رہے ہیں۔

کون کہتا ہے ہم تم میں جدائی ہوگی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

جناب حسنین کریمین نذرانے لیتے رہے

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی، امام احمد ابن حجر مکی اور علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہم الرحمۃ نقل فرماتے ہیں:

”امیر معاویہ ﷛ نہایت نیک دل، سخی اور بہت حلیم و کریم تھے جیسا کہ ان کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے خبر دی تھی۔ چنانچہ آپ کی سخاوت حسب ذیل واقعات سے ظاہر ہوتی ہے۔

الف۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا امیر معاویہ ﷛ نے امام حسن ﷛ کو چار لاکھ روپے نذرانہ پیش کئے جو امام حسن ﷛ نے قبول فرمائے۔ (کتاب الناھیہ[1])

---

[1] شیخ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ ”الناھیہ“ میں اسے یوں نقل فرماتے ہیں: ”ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں عبداللہ بن بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن حضرت معاویہ کے ہاں تشریف لائے تو حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں آپ کی خدمت میں ایسا عطیہ پیش کروں گا کہ ایسا عطیہ نہ تو آپ سے پہلے کسی کو ملا ہوگا اور نہ آپ کے بعد کسی کو ملے گا۔ پھر چار لاکھ کا عطیہ پیش کیا جو امام حسن ﷛ نے قبول فرمالیا“۔ (معترضین اور حضرت امیر معاویہ ﷛ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۵۰)

ب۔ حاکم نے ہشام بن محمد سے روایت کی کہ امیر معاویہ نے امام حسن ﷺ کیلئے ایک لاکھ روپے سالانہ وظیفہ مقرر کیا تھا۔ اتفاقاً ایک سال یہ وظیفہ امام حسن ﷺ کو نہ پہنچا آپ نے چاہا کہ امیر معاویہ کو یاد دہانی کیلئے خط لکھیں۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے خواب میں امام حسن ﷺ کو فرمایا: اپنے جیسے مخلوق کو نہ لکھو رب سے عرض کرو اور فرمایا یہ دعا پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اقْذِفْ فِي قَلْبِي رِجَآءَكَ وَاقْطَعْ رِجَآئِي عَنْ سِوَاكَ حَتّٰى لَا اَرْجُوْا اَحَدًا غَيْرَكَ اَللّٰهُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِي وَقَصُرَ عَنْهُ عَمَلِي وَلَمْ تَنْتَهِ اِلَيْهِ رَغْبَتِي وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْئَلَتِي وَلَمْ يَجْرِ عَلٰى لِسَانِي مِمَّا اَعْطَيْتَ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ مِنَ الْيَقِيْنِ فَخَصِّنِيْ بِهٖ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔

ترجمہ: اے اللہ! میرے دل میں اپنی امید بھر دے اور اپنے ماسوا سے امید منقطع فرمادے یہاں تک کہ تیرے سوا کسی سے امید نہ رکھوں۔ اے اللہ! جس چیز سے میری طاقت کمزور ہے اور میرے عمل کوتاہ ہیں اور میری رغبت وہاں تک نہ پہنچی اور میرا سوال وہاں تک نہ پہنچا اور وہ میری زبان پر جاری نہ ہوا جو کہ تو نے اگلوں اور پچھلوں کو یقین عطا فرمایا ہے پس مجھے اس سے خاص کر اے جہان کے پالنے والے۔

چنانچہ یہ وظیفہ امام حسن ﷺ نے شروع کر دیا ابھی ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ امیر معاویہ ﷺ نے پندرہ لاکھ روپیہ بھیج دیا یعنی دو لاکھ وظیفہ اور تیرہ لاکھ نذرانہ"۔

(امیر معاویہ ﷺ پر ایک نظر ص ۵۳ تا ۵۵۔ الصواعق المحرقہ اردو ص ۴۷۲۔ سوانح کربلا ص ۶۰۔۶۱)

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی قدس سرہ العزیز نے بھی روایت امام جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفاء سے بروایت امام بیہقی اور ابن عساکر نقل کرتے ہوئے فرمایا:

"حضرت امام حسن ﷛ فرماتے ہیں جب حضرت معاویہ نے مجھے پندرہ لاکھ درہم بھجوا دیئے تو میں نے کہا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے جو اپنے یاد کرنے والوں کو فراموش نہیں فرماتا اور دعا کرنے والوں کو ناکام نہیں فرماتا۔ مجھے نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا حسن کیسے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! خیریت سے ہوں اور اپنا واقعہ عرض کیا فرمایا: بیٹے! جو خالق سے امید رکھے اور مخلوق سے امید نہ رکھے اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے"۔

(برکاتِ آل رسول ﷺ ۱۴۳ ترجمہ الشرف المؤبد لآل محمد ﷺ)

مخدوم الاولیاء سلطان الاصفیاء حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری ﷬ بیان فرماتے ہیں:

"ایک روز ایک شخص حضرت امام حسین ﷛ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے ابن رسول اللہ! ﷺ میں غریب و مفلس عیالدار ہوں مجھے آپ کی طرف سے آج شب کے کھانے کا انتظام ہونا چاہیے۔ آپ نے فرمایا: بیٹھ جا۔ ہمارا وظیفہ راستہ میں ہے آ جائے تو تجھے دیں۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ پانچ تھیلیاں دینار کی لائی گئیں جو حضرت معاویہ ﷛ کی طرف سے آئی تھیں۔ ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے لانے والے نے کہا حضور معاویہ (﷛) معافی چاہتے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ یہ رقم غرباء میں تقسیم فرما دیں آپ نے وہ تھیلیاں اسی سائل کو دے دیں اور معذرت فرمائی کہ تجھے انتظار میں بہت دیر ٹھہرنا پڑا"۔ (کشف المحجوب اردو ص ۱۸۵)

حافظ ابن کثیر نقل فرماتے ہیں:

"زید بن حباب نے حسین بن واقد سے بحوالہ عبداللہ بن

بریدہ بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بن علی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور آپ نے حضرت حسن ﷛ سے کہا میں آپ کو ایسا عطیہ دوں گا جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں دیا۔ پھر آپ نے انہیں چار لاکھ عطیہ دیا اور ایک دفعہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ کے پاس آئے تو آپ نے فوراً انہیں دو لاکھ عطیہ دیا اور دونوں سے کہا مجھ سے پہلے کسی نے انہیں عطیہ نہیں دیا حضرت حسین ﷛ نے آپ سے فرمایا آپ نے ہم سے افضل کسی شخص کو عطیہ نہیں دیا''۔

(تاریخ ابن کثیر ج ہشتم ص ۹۸۵، ۹۸۶)

اصمعی نے روایت کی ہے کہ حضرت حسن ﷛ اور حضرت عبداللہ بن زبیر ﷛ حضرت معاویہ ﷛ کے پاس گئے تو آپ نے حضرت حسن ﷛ سے فرمایا: اے پسر رسول خوش آمدید اور آپ کو تین لاکھ درہم دینے کا حکم دیا اور حضرت ابن زبیر ﷛ سے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد خوش آمدید اور آپ کو ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا''۔

(تاریخ ابن کثیر ج ہشتم ص ۹۸۶)

حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

''تاریخ کے اوراق اس بات پر گواہ ہیں کہ حضرت امیر معاویہ ﷛ نے خلافت راشدہ کے احکام ہی کو نافذ کیا۔ اس میں نہ اپنی مرضی برتی نہ ظلم و جبر کو رواج دیا۔ ہم حضرت امیر معاویہ ﷛ کے دور امارت کو دور خلافت کا حصہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ ﷛ نے بیت المال کو مربوط کیا۔ محاصل کو ایمانداری سے عوام کیلئے وقف کر دیا۔ وہ بیت المال سے کثیر نذرانہ حضرت امام حسن ﷛ کو دیتے رہے۔ ہر سال ان کی ضروریات سے بڑھ کر ادا کرتے رہے پھر امام حسن ﷛ کے علاوہ اہلبیت

کے دوسرے افراد بھی بیت المال سے کثیر وظائف پاتے رہے۔ آپ کی فرمائش اور سفارش کو بہ طیب خاطر قبول فرماتے۔ ایک بار حضرت امیر معاویہ ﷛ حج کرنے گئے۔ جناب حضرت امام حسن ﷛ بھی ان دنوں مکہ مکرمہ میں تھے۔ آپ حضرت امیر معاویہ ﷛ سے ملے اور اپنے قرضہ اور پریشانی کا تذکرہ کیا۔ حضرت امیر معاویہ ﷛ نے آپ کو اسی وقت اسی ہزار درہم ادا کئے"۔

(النار الحامیہ لمن ذم المعاویہ ص ۱۰۴)

"صلح کے معاہدے کے بعد حضرت معاویہ ﷛ نے حضرت امام حسن ﷛ سے بہت اچھا سلوک کیا۔ مدینہ منورہ میں ان کے آرام کا خیال رکھا۔ ہر طرح کی آسائش بہم پہنچائی۔ کوفہ بصرہ اور عراق کے علاقوں میں جتنا مال تھا وہ حضرت حسن ﷛ کے حوالے کیا۔ آپ پر جتنا قرض تھا وہ سب ادا کر دیا۔ ایک لاکھ درہم سالانہ وظیفہ دینا شروع کر دیا۔ ایک سال وظیفہ دینے میں تاخیر ہوئی تو حضرت معاویہ ﷛ نے ایک لاکھ کی بجائے پانچ لاکھ درہم ادا کئے۔ جب حضرت معاویہ ﷛ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے سارے اشراف مدینہ کو جمع کیا اور پانچ ہزار سے لے کر پانچ لاکھ درہم تک ان میں تقسیم کر دیا اور ہر ایک کو حسب مراتب انعام دیا۔ جب حضرت امام حسن ﷛ کا معاملہ آیا تو آپ کو اتنا روپیہ دیا جتنا سارے شہر کے اشراف کو دیا تھا۔ ایک بار حضرت امام حسن ﷛ دمشق تشریف لے گئے اتفاق سے فتوحات سے بہت سامان آیا تو آپ نے وہ سارا مال حضرت حسن ﷛ کو دے دیا"۔

(النار الحامیہ لمن ذم المعاویہ ص ۱۶۶' ۱۶۷)

"حضرت معاویہ ﷛ کا معمول تھا ہر سال ہزاروں درہم بیت

المال سے لے کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیتے تھے۔ اس کے علاوہ بیش بہا تحفے اور ہدایا بھیجا کرتے تھے"۔

(الناہیۃ عن ذم المعاویہ ص ۱۲۸۔۱۲۹ بحوالہ تاریخ التواریخ جلد ششم)

بروز قیامت نورانی چادر میں آئیں گے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

اَمَا اِنَّہٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَلَیْہِ رِدَاءٌ مِنْ نُوْرِ الْاِیْمَانِ۔

ترجمہ: آپ قیامت کے روز اس حال میں آئیں گے کہ آپ پر ایک نورانی چادر ہوگی جو کہ آپ کے ایمان کے نور کی ہوگی"۔

(مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ص ۸۷ بحوالہ ابن عساکر نمبر ۲۵ ص ۱۰)

اسی طرح ایک دفعہ جناب سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جناب حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اَلَسْتُ شَاهِدٌ یَوْمَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاوِیَةَ یُحْشَرُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مُعَاوِیَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ وَعَلَیْهِ حُلَّةٌ مِّنْ نُوْرٍ ظَاهِرُهَا مِنَ الرَّحْمَةِ وَبَاطِنُهَا مِنَ الرِّضَا یَفْتَخِرُ بِهَا فِی الْجَمْعِ لِکِتَابَةِ الْوَحْیِ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُذَیْفَةُ نَعَمْ۔

ترجمہ: کیا آپ اس دن وہاں موجود نہیں تھے جب جناب رسول اللہ ﷺ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا تھا کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئیں گے کہ وہ ایک نور کا لباس پہنے ہوں گے اس کا ظاہر اللہ کی رحمت ہوگی اس کا باطن اللہ کی رضا ہوگی اور اس کی وجہ سے وہ تمام میدان محشر میں فخر کریں گے اور یہ نور کا لباس آپ کو جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ

میں وحی الٰہی کی کتابت کرنے کی وجہ سے عطا ہوگا۔ حذیفہ نے کہا: ہاں (ٹھیک ہے)'' (مناقب سیدنا امیر معاویہ ﷺ ص ۸۸ بحوالہ ابن عساکر نمبر ۲۵ ص ۱۱)

فضیلت میں شک کرنیوالے کو آگ کا طوق پہنایا جائے گا

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

اَلشَّاكُّ فِيْ فَضْلِكَ يَا مُعَاوِيَةَ تَنْشَقُّ الْاَرْضَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَفِيْ عُنُقِهٖ طَوْقُ نَارٍ۔

ترجمہ: اے معاویہ! جو تیری فضیلت میں شک کرے گا وہ جب قیامت کو اٹھے گا تو اس کے گلے میں آگ کا طوق ہوگا۔

(مناقب سیدنا امیر معاویہ ﷺ ص ۸۸ بحوالہ ابن عساکر نمبر ۲۵ ص ۱۰)

معترض دوزخ کے کتوں میں سے ایک کتا ہے

امام اہلسنّت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ شہاب الدین خفاجی کی ''نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض'' سے نقل فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَّكُوْنُ يَطْعَنُ فِيْ مُعَاوِيَةَ
فَذَاكَ مِنْ كِلَابِ الْهَاوِيَةَ

ترجمہ: جو حضرت امیر معاویہ ﷺ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ (احکام شریعت حصہ اول ص ۱۰۲)

لعنت کرنے والے کا دوزخی کتوں سے استقبال ہوگا

ابن عساکر سے منقول ہے جناب ابوہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اِنَّ فِيْ جَهَنَّمَ كِلَابًا...... يُسَلَّطُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى

مَنْ لَعَنَ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِیْ سُفْیَانَ۔

ترجمہ: اے ابوہریرہ! دوزخ میں کچھ (خونخوار) کتے ہوں گے وہ اس بدبخت پر چھوڑے جائیں گے جو دنیا میں معاویہ پر لعنت کرتا ہوگا"۔

(مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ص ۷۹ بحوالہ ابن عساکر نمبر ۲۵ ص ۱۱)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والے کو امام بنانا حرام:

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علی کو شیخین (حضرات ابوبکر صدیق و عمر فاروق) سے افضل بتاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثلِ امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابوموسیٰ اشعری و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا کہتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے کہ انہیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا (یعنی دوبارہ پڑھنا) واجب"۔ (احکام شریعت حصہ اول ص ۱۲۸)

حدیث کی روایت اور آپ کی عدالت و ثقاہت

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ نے بڑے جلیل القدر صحابہ سے احادیث روایت کیں جو تمام محدثین نے قبول کیں اور اپنی کتب میں لکھیں، اور بڑے بڑے صحابہ کرام نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایات لیں اور احادیث نقل کیں۔ خیال رہے کہ فاسق کی روایت ضعیف ہوتی ہے یعنی قابل قبول نہیں ہوتی...... اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں فسق و ظلم وغیرہ کا شائبہ بھی ہوتا تو یہ حضرات ان سے روایتِ حدیث نہ کرتے"۔ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک نظر ص ۴۹۔۵۰)

''جناب امیر معاویہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق، اپنی ہمشیرہ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں ان سے آگے روایت کرنے والوں میں عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، جریر البجلی، معاویہ بن خدیج، سائب بن یزید، نعمان بن بشیر، ابوسعید خدری اور ابوامامہ بن سہل (رضی اللہ عنہم) ایسے بزرگ لوگ ہیں۔ تابعین کرام میں سے بزرگ اور فقیہہ شخصیات یہ ہیں۔ عبداللہ بن حارث بن نوفل، قیس بن حازم، سعید بن مسیب، ابوادریس خولانی اور ان کے بعد آنے والے عیسیٰ بن طلحہ، محمد بن جبیر بن مطعم، حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف، ابو مجلز، حمران مولیٰ عثمان، عبداللہ بن محریز، علقمہ بن ابی وقاص، عمیر بن ہانی، ہمام بن منبہ، ابوالعریان نخعی اور مطرف بن عبداللہ بن شخیر وغیرہم جلیل القدر تابعین علماء وفقہا نے روایات حدیث لیں اور قبول کیں''۔

(دشمنانِ امیر معاویہ ﷛ کا علمی محاسبہ ج ا ص ۱۱۳، امیر معاویہ ﷛ پر ایک نظر ص ۴۹۔۵۰، سیدنا امیر معاویہ ﷛ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۵۹۔۶۰، معترضین اور حضرت امیر معاویہ ﷛ اردو ترجمہ الناہیہ عن طعن امیر معاویہ ﷛ ص ۲۶)

''امیر معاویہ ﷛ کی (۱۶۳) احادیث (روایات) ہیں' جن میں چار وہ ہیں جنہیں مسلم و بخاری دونوں نے روایت فرمایا اور چار صرف بخاری نے اور پانچ صرف مسلم نے۔ باقی احمد، ابوداؤد، نسائی، بیہقی، طبرانی، ترمذی اور مالک وغیرہم محدثین نے روایت فرمائیں''۔

(امیر معاویہ ﷛ پر ایک نظر ص ۵۱، سیدنا امیر معاویہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۶۳)

''بخاری و مسلم حضرت معاویہ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں حالانکہ وہ صرف ثقہ، ضابط اور صدوق راویوں کی روایت بیان کرتے ہیں اور یہی ان کی شرط ہے اور مروان بن حکم نے کتاب طہارت میں آپ کو

ضعفاء کی صف سے خارج رکھا ہے حالانکہ وہ ضعیف روایات بھی حاصل کرتا ہے"۔(معترضین اور حضرت امیر معاویہ ﷛ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۳۴)

"خیال کرنا چاہیے کہ امام بخاری و مسلم وہ بزرگ ہستیاں ہیں جو ذرا سے شبہ ُفسق کی بنا پر روایت نہیں لیتے ان بزرگوں کا امیر معاویہ ﷛ کی روایت قبول فرمالینا باعلان بتارہا ہے کہ امیر معاویہ ﷛ ان کی نگاہ میں متقی' عادل' ثقہ' قابلِ روایت ہیں"۔(امیر معاویہ ﷛ پر ایک نظر ص ۵۰)

اتباعِ سُنّت اور اطاعتِ رسول ﷺ

حضرت امیر معاویہ ﷛ جناب رسول خدا ﷺ کے احکام کی بجا آوری کو ہمیشہ لازم جانتے اور جب بھی کوئی حدیث پاک سنتے یا جناب رسول اللہ ﷺ کا کوئی عمل انہیں معلوم ہوتا تو فوراً اس پر عمل پیرا ہوجاتے۔اس کی ایک نادر مثال وہ دلچسپ واقعہ ہے جو مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ "ترمذی اور ابوداؤد" منقول ہے، ملاحظہ ہو:

"ایک مرتبہ حضرت معاویہ ﷛ اور اہل روم جو کفّار تھے کے درمیان صلح کا عارضی معاہدہ ہوا اور صلح کی مُدّت کے دوران ہی آپ اپنی فوجوں کو روم کی سرحدوں پر جمع کرتے ہوئے ان کے شہروں کی طرف چل پڑے تاکہ جب معاہدہ پورا ہوجائے تو فوراً ان پر حملہ کردیں۔اس پر ایک صحابی حضرت عمرو بن عبسہ جو گھوڑے پر سوار تھے "اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَفَاءٌ" "لَاغَدْرٌ" پکارتے ہوئے آئے۔مطلب یہ کہ اللہ اکبر اللہ اکبر وفا ہونی چاہیے بدعہدی نہیں۔اس لئے کہ مومن کا شیوہ وفائے عہد ہے۔بدعہدی اور خیانت نہیں۔

تو اس کے متعلق حضرت معاویہ ﷛ نے ان سے پوچھا کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ

"مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْد " فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا وَلَا يَشُدَّنَّهُ حَتّٰى يَمْضِي اَمَدُهُ"۔ یعنی جس کا کسی قوم سے عہد ہو تو وہ نہ تو عہد کھولے اور نہ اسے بدلے حتیٰ کہ اس کی مدت گزر جائے۔

حضرت عمرو بن عبسہ کا مقصد یہ تھا کہ ازروئے حدیث جنگ بندی کے معاہدے کے دوران جس طرح حملہ کرنا جائز نہیں اسی طرح دشمن کے خلاف فوجیں لے کر روانہ ہونا بھی جائز نہیں۔ چنانچہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسولِ خدا ﷺ کا یہ فرمانِ عالیشان سنا تو فوراً تعمیل کی اور فوجوں کو واپسی کا حکم دیا اور انہیں واپس لے گئے"۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۴۷ باب کنز الامان)

حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس کے سب راوی صحیح احادیث کے راوی ہیں سوا ایک راوی کے مگر وہ بھی ثقہ ہے۔ حضرت ابو الدرداء کہتے تھے۔ میں نے رسول خدا ﷺ کے بعد کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کی نماز آپ کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو سوا تمہارے اس سردار یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے۔ پس اس جلیل القدر صحابی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جو یہ منقبت بیان کی ہے اس کو غور سے دیکھو اس سے حضرت معاویہ کی فقاہت اور احتیاط اور کوشش اتباع نبوی میں خصوصاً دربارۂ نماز جو افضل عبادتِ بدنیہ ہے ظاہر ہے"۔

(سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۵۵۔۵۶)

حضرت علامہ شیخ عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو حدیث (سنت) کی اتباع کا حکم فرماتے اور اس کی مخالفت سے منع فرماتے تھے۔ امام ابن حجر عسقلانی

فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ مدینہ شریف میں آتے اور یہاں کے فقہاء سے کوئی ایسی چیز سنتے جو سنتِ رسول کے مخالف ہوتی تو اہلِ مدینہ کو جمع کر کے فرماتے کہ کہاں ہیں تمہارے علماء؟ میں نے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یوں فرماتے سنا ہے اور اس طرح کرتے دیکھا ہے...... امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حدیثیں وہ روایت کرو جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں روایت کی گئی ہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو خوفِ الٰہی سے ڈراتے تھے۔

شارح مسلم فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت بغیر تحقیق و تدقیق کے کثرت احادیث بیان کرنے سے ہے اس لئے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اہل کتاب کے مفتوحہ علاقوں میں ان کی کتابوں سے نقل و روایت کا رواج شروع ہوگیا تھا اس لئے آپ نے اس سے منع فرمایا اور لوگوں کو عہدِ فاروقی کی مرویات کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت حدیث کے معاملے میں سختی کرتے تھے اور ضبط سے کام لیتے تھے لوگ ان کی ہیبت وسطوت سے خوفزدہ تھے اور وہ حدیث میں جلد بازی سے لوگوں کو منع فرماتے تھے۔ احادیث پر شہادت طلب کرتے تھے یہاں تک کہ احادیث خوب مستقر ہوگئیں اور سنن مشہور ہوگئیں"۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۴۷۔۴۸)

"حضرت امیر معاویہ اتباع سنت میں حریص تھے امام بغوی شرح السنہ میں ابی مجلز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دن نکلے تو عبداللہ ابن عامر اور عبداللہ ابن زبیر بیٹھے تھے ابن عامر دیکھ کر کھڑے ہوگئے جبکہ ابن زبیر بیٹھے رہے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کیلئے کھڑے

ہوں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنائے۔ اس حدیث کو ترمذی، ابوداؤد اور مسند احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[1]

حضرت معاویہ ﷺ کی حضور اکرم ﷺ سے حد درجہ محبت کی ایک مثال وہ ہے جس کو قاضی عیاض نے شفا شریف میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عابس بن ربیعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کیلئے گھر کے دروازے میں داخل ہوئے تو حضرت معاویہ پلنگ سے اٹھے اور ان سے بغلگیر ہو کر ملے۔ ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور مرغاب نامی علاقہ "جو کہ نہر مرو کے پاس تھا" کی زمین ان کو عطا کر دی۔ یہ عطا و اکرام صرف اس لئے تھا کہ حضرت عابس کی صورت حضور اکرم نورِ مجسم ﷺ کی صورت شریفہ کے مشابہ تھی"۔ سبحان اللہ

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ ﷺ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۴۵۔۴۷، کتاب الشفاء اردو دوم ص ۱۰۱)

اہلبیت اطہار سے عقیدت و محبت

حضرت شیخ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"ابن عساکر بسند ضعیف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت معاویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی حاضر خدمت تھے کہ حضرت علی ﷺ حاضر خدمت اقدس ہوئے حضور علیہ السلام نے حضرت معاویہ سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں علی سے محبت ہے؟ عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! ﷺ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے درمیان

---

[1] حافظ ابن کثیر نے بھی اسے تاریخ میں نقل فرمایا ہے۔ دیکھئے تاریخ ابن کثیر ج ہشتم ص ۹۲۴

چپقلش ہوگی۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اس کے بعد کیا ہوگا؟ فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور عفو۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا۔ ہم قضائے الٰہی پر راضی ہیں اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی: وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَااقْتَتَلُوْا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَایُرِیْدُ"

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ ؓ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۵۵)

"حضرت معاویہ ؓ امام حسن علیہ السلام سے نہایت ادب سے پیش آتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔ اہلِ بیت نبوت کے فضائل میں رطب اللسان رہتے۔ یہ سب باتیں مخالفت ومخاصمت کے باوجود ان کے ایثار پر دلالت کرتی ہیں مگر مخاصمت ومخالفت تو تقدیر الٰہی پیش آچکی تھی......

مسند احمد میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ ؓ سے کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: کہ یہ سوال حضرت علی ؓ سے پوچھو اس لئے کہ وہ مجھ سے زیادہ صاحبِ علم ہیں۔ سائل نے کہا امیر المؤمنین مجھے علی ؓ کے جواب سے آپ کا جواب زیادہ پسند ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ بری بات ہے۔ تو ایسے آدمی کو ناپسند کر رہا ہے جس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے علم کی بنا پر معزز سمجھتے تھے۔ اور اس کے بارے میں فرمایا کہ: "اے علی! تیری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا"۔ یونہی جب حضرت عمر فاروق ؓ کو کوئی مسئلہ درپیش آتا تو ان سے دریافت فرماتے۔ یہ حدیث مسند احمد کے علاوہ دوسری کتب میں بھی مروی ہے اور بعض نے کچھ زیادہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں مثلاً حضرت معاویہ نے اس سائل سے فرمایا کہ کھڑا ہو اللہ تعالیٰ تیرے پاؤں کو کھڑا نہ کرے۔ اور ارکینِ دیوان سے اس کا نام خارج کردیا......

محمد بن محمود آملی اپنی تصنیف نفائس الفنون میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ ﷜ کے پاس حضرت علی ﷜ کا ذکر کیا گیا تو فرمایا: کہ حضرت علی خدا کی قسم! شیر کی طرح تھے جب آپ آواز لگاتے تھے اور جب ظاہر ہوتے تو چاند کی طرح۔ جب عطاو اکرام پر آتے تو بارانِ رحمت کی طرح ہوتے تھے۔ بعض حاضرین نے دریافت کیا کہ آپ افضل ہیں یا علی؟ فرمایا کہ حضرت علی کے چند نقوش بھی آل ابی سفیان سے بہتر ہیں۔ پھر دریافت کیا گیا کہ آپ نے علی سے جنگ کیوں کی؟ فرمایا کہ حکومت و بادشاہت بے خیر ہیں۔ فرمایا: الملك العقيم۔ یعنی ملکی جنگ تھی۔ پھر فرمایا: کہ جو حضرت علی کی مدح میں ان کی شایان شان شعر سنائے میں اس کو ہر شعر کے بدلے ہزار دینار انعام دوں گا۔ چنانچہ حاضرین نے شعر سنائے اور حضرت معاویہ فرماتے تھے کہ علی ﷜ مجھ سے افضل ہیں پھر حضرت عمرو بن عاص ﷜ نے کئی شعر پڑھے۔ جب وہ اس شعر پر پہنچے:۔

هُوَ النَّبَاءُ الْعَظِيْمُ وَفُلْكُ نُوْحٍ
وَبَابُ اللّٰهِ وَانْقَطَعَ الْخِطَابُ [1]

حضرت معاویہ ﷜ نے اس شعر کو پسند کیا اور انہیں سات ہزار دینار مرحمت فرمائے"۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ ﷜ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۵۰ تا ۵۳)

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

---

[1] حضرت علامہ مفتی احمد یار نعیمی اس کا یوں ترجمہ کرتے ہیں: حضرت علی بڑی خبر والے ہیں نوح علیہ السلام کی کشتی ہیں۔ اللہ کا دروازہ ہیں ان کے بغیر اللہ سے کوئی کلام نہیں کر سکتا۔ (امیر معاویہ ﷜ پر ایک نظر ص ۵۵۔۵۷)

''صواعق محرقہ میں ابن عساکر سے روایت نقل کی گئی ہے کہ جنگ کے زمانے میں حضرت عقیل (حضرت علی ﷺ کے بھائی) نے علی ﷺ نے کہا مجھے کچھ روپیہ کی ضرورت ہے، دیجئے۔ فرمایا: ابھی نہیں ہے۔ آپ نے عرض کیا: مجھے اجازت دیجئے کہ امیر معاویہ ﷺ کے پاس چلا جاؤں۔ حضرت علی ﷺ نے فرمایا: جاؤ۔ حضرت عقیل امیر معاویہ کے پاس پہنچے تو امیر معاویہ نے آپ کا بڑا احترام کیا اور ایک لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کیا''۔ (امیر معاویہ ﷺ پر ایک نظر ص ۵۵)

اور اسی طرح یہ بھی منقول ہے کہ:

''امیر معاویہ ﷺ نے ایک بار ضرار ابن حمزہ سے کہا مجھے علی ابن ابی طالب کے اوصاف سناؤ انہوں نے عرض کیا مجھے اس سے معاف رکھو امیر معاویہ ﷺ نے کہا تمہیں خدا کی قسم! ضرور سناؤ۔ ضرار ابن حمزہ نے نہایت فصیح و بلیغ طور پر حضرت علی المرتضیٰ ﷺ کی منقبت سنائی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

حضرت علی ﷺ بڑی سخاوت والے، سخت قوت والے، فیصلہ کن بات کہتے تھے۔ عدل کا فیصلہ کرتے تھے۔ ان کی جوانب سے علم کی نہریں بہتی تھیں۔ ان کی زبان پر علم بولتا تھا اور دنیا کی ٹیپ ٹاپ سے متنفر تھے۔ رات کی تنہائی اور وحشت پر مائل (مانوس) تھے۔ راتوں کو روتے تھے۔ اکثر آخرت کی فکر میں رہتے تھے۔ موٹا لباس معمولی کھانا پسند فرماتے تھے۔ لوگوں میں عام شخص کی طرح رہتے تھے۔ جب ان سے کچھ پوچھتے تو فوراً جواب دیتے۔ جب ہم انہیں بلاتے تو فوراً آجاتے۔ اس بے تکلفی کے باوجود ان کی خداداد ہیبت کا یہ حال تھا کہ ہم ان سے گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ دینداروں کی تعظیم فرماتے مسکینوں کو اپنے

سے قریب رکھتے تھے۔علی ﷛ کے دربار شریف میں کمزور مایوس نہ تھا۔ قوی دلیر نہ تھا۔قسم خدا کی! میں نے علی کو بہت دفعہ ایسا دیکھا کہ رات کے تارے غائب ہوجاتے تھے اس حال میں آپ ایسا روتے تھے جیسے کسی کو بچھو کاٹ لے اور رو رو کر فرماتے تھے افسوس! افسوس! عمر تھوڑی ہے۔سفر لمبا ہے۔سامان تھوڑا ہے۔راستہ خطرناک ہے اور آپ کی داڑھی سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکتے تھے اور فرماتے تھے۔افسوس! افسوس!

امیر معاویہ یہ سن کر زار زار رونے لگے اور فرماتے تھے کہ: قسم خدا کی! ابوالحسن (علی ﷛) ایسے ہی تھے ایسے ہی تھے"۔

(امیر معاویہ ﷛ پر ایک نظر ص ۵۴۔۵۸، الصواعق الحرقۃ اردو ص ۴۴۶۔۴۴۷، ازالۃ الخفا اردو دوم ص ۵۱۸، ۵۱۹، معترضین اور حضرت امیر معاویہ ﷛ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۵۴)

حافظ ابن کثیر نقل کرتے ہیں:

"جریر نے بحوالہ مغیرہ بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی بن ابی طالب ﷛ کی شہادت کی خبر حضرت معاویہ کے پاس آئی تو آپ ایک گرم دن میں اپنی بیوی فاختہ بنت قرظہ کے پاس تھے۔آپ نے "انا للّٰہ و انا الیہ راجعون " پڑھا اور رونے لگے۔تو فاختہ نے آپ سے کہا گزشتہ کل تو آپ ان سے جنگ کرتے تھے اور آج ان پر روتے ہیں۔آپ نے فرمایا: تو ہلاک ہو میں اس لئے روتا ہوں کہ لوگوں نے ان کے علم و حلم، فیصلوں، اقدمیت اور بھلائی کو کھو دیا ہے"۔ (تاریخ ابن کثیر جلد ہشتم ص ۴۰ء ۱۴ء ۹۷۳)

اولیائے پاک و ہند کے بادشاہ مخدوم الاصفیاء حضرت داتا گنج بخش سیّد علی ہجویری ﷛ بیان فرماتے ہیں کہ:

"ایک روز ایک شخص حضرت امام حسین ﷛ کی خدمت میں

حاضر ہوا اور کہنے لگا اے ابن رسول اللہ ﷺ! میں غریب و مفلس عیالدار ہوں مجھے آپ کی طرف سے آج شب کے کھانے کا انتظام ہونا چاہیے۔
آپ نے فرمایا: بیٹھ جا۔ ہمارا وظیفہ راستہ میں ہے آجائے تو تجھے دیں۔
تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ پانچ تھیلیاں دینار کی لائی گئیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے آئی تھیں۔ ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے۔ لانے والے نے کہا: حضور معاویہ (رضی اللہ عنہ) معافی چاہتے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ یہ رقم غرباء میں تقسیم فرمادیں آپ نے وہ تھیلیاں اسی سائل کو دے دیں اور معذرت فرمائی کہ تجھے انتظار میں بہت دیر ٹھہرنا پڑا"۔ (کشف المحجوب اُردو ص ۱۸۵)

تبرکاتِ رسول ﷺ سے عقیدت

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے پاس نبی کریم ﷺ کے کچھ ناخن شریف ہیں، وہ بعد غسل کفن کے اندر میری آنکھوں میں رکھ دیئے جائیں اور کچھ بال مبارک اور حضور ﷺ کا تہبند، حضور کی چادر اور قمیض شریف ہے مجھے حضور ﷺ کی قمیض میں کفن دینا۔ حضور ﷺ کی چادر میں لپیٹنا۔ حضور کا تہبند مجھے باندھ دینا اور میری ناک کان وغیرہ پر حضور ﷺ کے بال شریف رکھ دینا پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا"۔

(امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک نظر ص ۴۱-۴۲، النار الحامیہ لمن ذم المعاویہ ص ۱۳، اُسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۷، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۶۴، تاریخ ابن کثیر ج ہشتم ص ۹۹۴، معترضین اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ الناہیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۵۷، مدارج النبوت اردو دوم ص ۵۳۱، ازالۃ الخفاء اردو اول ص ۲۹۴، ۳۴۵)

آپ کی یہی وصیت نقل کرنے کے بعد امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"پس مبارک ہو حضرت معاویہ ﷺ کو کہ ان کے جسم سے وہ چیز مس کر رہی تھی جس نے رسولِ خدا ﷺ کے جسمِ اقدس کو مس کیا تھا اور منہ اور آنکھوں میں وہ چیز مخلوط ہو گئی تھی جو نبی ﷺ کے بدن مبارک سے جدا ہوئی تھی"۔ سبحان اللہ (سیدنا امیر معاویہ ﷺ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۶۳)

آپ کی کرامات

حضرت سیدنا امیر معاویہ ﷺ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔

"ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ امیر معاویہ ﷺ نے امور غیبیہ کی خبریں دیں اور پھر وہ کام اسی طرح ہوئے جس طرح آپ نے اطلاع دی تھی اور یہ ان کی کرامت تھی (وَمِنْهَا أَنَّهُ أَخْبَرَ عَنْ أُمُوْرٍ غَيْبِيَّةٍ فَوَقَعَ الْأَمْرُ بَعْدَهُ كَمَا أَخْبَرَهُ وَذَالِكَ كَرَامَةٌ") ان میں سے یہ بھی ہے جو ثقہ راویوں کی سند سے مروی ہے جناب معاویہ نے کہا کہ: اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو ہجرت پر مجبور کیا لہٰذا ان میں کبھی خلافت نہ آئے گی اور یہ کہ اہل مدینہ نے حضرت عثمان (ﷺ) کو شہید کر دیا اس لئے ان میں بھی خلافت کبھی نہ آئے گی"۔

(دشمنانِ امیر معاویہ ﷺ کا علمی محاسبہ ص ۱۱۴، سیدنا امیر معاویہ ﷺ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۶۱)

مفسر قرآن جناب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"امیر معاویہ ﷺ کا یہ واقعہ تو مشہور ہی ہے کہ آپ ایک دفعہ اپنے محل میں سو رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی نے آپ کو جگایا تو آپ نے اس سے پوچھا تو کون ہے اور اس محل میں کیسے پہنچ گیا وہ بولا کہ میں ابلیس ہوں۔ آپ نے فرمایا: تیرا کام نماز کیلئے جگانا نہیں ہے بلکہ نماز سے سُلانا ہے۔ اولاً اس نے بہانے بنائے مگر جب امیر معاویہ ﷺ نے اسے ڈرایا دھمکایا تو آخر بولا کہ اس سے پہلے ایک دفعہ میں نے آپ کو فجر

کے وقت سلا دیا تھا جس سے آپ کی نماز قضا ہوگئی تھی اور آپ اس کے غم میں اتنا روئے تھے کہ میں نے فرشتوں کو آپس میں کلام کرتے سنا کہ امیر معاویہ کو اس رنج و غم کی وجہ سے پانچ سو نمازوں کا ثواب دیا گیا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر آج بھی آپ فجر نہ پڑھ سکے تو پھر روئیں گے اور ایسا نہ ہو کہ ایک ہزار نمازوں کا ثواب حاصل کر لیں۔ اس لئے جگا دیا کہ صرف ایک ہی نماز کا ثواب حاصل کریں۔

مثنوی شریف دفتر دوم ص ۲۳ میں مولانا روم قدس سرہٗ نے اس قصہ کو بہت تفصیل سے میں کچھ فرق سے بیان فرمایا۔ جس کا عنوان یوں نائم کیا "بیدار کردن ابلیس حضرت امیر المومنین معاویہ ﷺ را بر خیز کہ وقت نماز است" (ترجمہ) شیطان کا حضرت امیر المومنین معاویہ ﷺ کو بیدار کرنا کہ اٹھئے نماز کا وقت ہے۔ اور اس طرح اس واقعہ کو شروع فرمایا:

در خبر آمد کہ خال مومناں
بود اندر قصر خود خفتہ شباں

ترجمہ: قصہ میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کے ماموں (امیر معاویہ ﷺ) رات کے وقت اپنے محل میں سو رہے تھے۔

قصر را از اندروں در بستہ بود
کز زیادت ہائے مردم خستہ بود

محل کا دروازہ اندر سے بند تھا کیونکہ وہ لوگوں کی ملاقات سے تھک گئے تھے۔

ناگہاں مرد اورا بیدار کرد
چشم چوں بکشاد پنہاں گشت مرد

ترجمہ: اچانک ان کو ایک شخص نے جگا دیا جب انہوں نے آنکھ کھولی وہ چھپ گیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ امیر معاویہ ﷛ بہت عابد و زاہد مقبول بارگاہِ الٰہی تھے اور ابلیس جیسا خبیث جو کسی کے قبضہ میں نہ آوے وہ آپ کے قبضہ اور گرفت سے نہ چھوٹ سکتا تھا۔ کیوں نہ ہوں جس کا ہاتھ جنابِ مصطفیٰ ﷺ پکڑ لیں اس کے ہاتھ کی گرفت سے کون چھوٹ سکتا ہے اور جو نگاہ جمالِ مصطفوی دیکھ لے اس سے کون سی چیز چھپ سکتی ہے"۔

(امیر معاویہ ﷛ پر ایک نظر ص ۵۹۔۶۰)

باب نمبر۳

معتقدات اہلسنت اور نظریات اکابر

معتقدات اہلسنت اور نظریات اکابر

شیخ الاسلام امام یحییٰ بن شرف نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام میں جو جنگیں ہوئیں ان میں ہر فریق کو کوئی شبہ لاحق تھا اور ہر فریق کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ صحت اور ثواب پہ ہے اور تمام صحابہ نیک اور عادل ہیں جنگ اور دوسرے نزاعی معاملات میں ہر فریق کی ایک تاویل تھی اور اس میں اختلاف کی وجہ سے کوئی صحابی عدالت اور نیکی سے خارج نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ سب مجتہد تھے اور ان کا مسائل میں اجتہادی اختلاف تھا۔ جس طرح ان کے بعد کے مجتہدین کا قصاص اور دیت کے مسائل میں اجتہادی اختلاف ہے۔ اس سے کسی فریق کی تنقیص لازم نہیں آتی۔ ان جنگوں کا سبب یہ تھا کہ بعض معاملات ان پر مشتبہ ہو گئے تھے اور شدت اشتباہ کی وجہ سے ان کا اجتہاد مختلف ہو گیا تھا۔ اس لحاظ سے صحابہ کی تین قسمیں ہو گئیں۔

۱) بعض صحابہ پر اجتہاد سے یہ منکشف ہوا کہ وہ حق پر ہیں اور ان کا مخالف باغی ہے۔ اس لئے اس پر اپنی جماعت کی نصرت اور اپنے مخالف سے جنگ کرنا واجب تھا سو انہوں نے ایسا ہی کیا۔

۲) بعض صحابہ پر اجتہاد سے اس کے برعکس ظاہر ہوا، یعنی حق دوسری جانب ہے اس لئے ان پر اس جماعت کی موافقت کرنا اور باغیوں سے

قتال کرنا واجب تھا۔

۳) بعض صحابہ پر یہ معاملات مشتبہ ہو گئے اور وہ حیران رہے اور کسی جانب کو ترجیح نہ دے سکے۔ اس لئے وہ دونوں فریقوں سے الگ رہے اور ان کے حق میں الگ رہنا واجب تھا۱۔ کیونکہ اس وقت تک کسی مسلمان سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ کسی دلیل سے یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ قتل کئے جانے کا مستحق ہے۔ اگر کسی فریق کی ترجیح ان پر ظاہر ہو جاتی تو ان پر اس کی حمایت میں ان کے مخالفین سے قتال کرنا واجب تھا۲۔

پس تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معذور ہیں۔ (فَکُلُّھُمْ مَعْذُوْرُوْنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ) اسی وجہ سے اہلِ حق اور قابلِ ذکر لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عدالت میں کامل ہیں اور ان کی شہادت اور روایت کو قبول کرنا واجب ہے"۔

(نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۷۲ باب فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہم)

"اہلِ سنت اور اہلِ حق کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ

---

۱ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہیں میں شامل تھے۔ علامہ ابن اثیر نقل فرماتے ہیں: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فتویٰ دینے میں نہایت دیانت و احتیاط سے کام لیتے تھے اور خود اپنے عمل میں بھی نہایت متقی تھے یہاں تک کہ انہوں نے خلافت میں نزاع کرنا کبھی پسند نہیں کیا۔ باوجودیکہ اہلِ شام کا میلان ان کی طرف بہت تھا اور اہل شام ان سے محبت رکھتے تھے۔ کبھی کسی فتنہ میں انہوں نے جنگ نہیں کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ان کی کسی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے مگر بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر نہ لڑنے پر نادم تھے"۔ (اسد الغابہ اردو ج ششم ص ۳)

۲ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىھُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ (الحجرات۔ ۹)

ترجمہ: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو۔ (کنز الایمان)

عنہم کے ساتھ نیک گمان رکھا جائے ان کے آپس کے اختلافات کے بارے میں توقف کیا جائے اور ان کی لڑائیوں کی صحیح تاویل کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ وہ مجتہد اور متاول (تاویل کرنے والے) تھے۔ انہوں نے نہ تو گناہ کا قصد کیا اور نہ محض دنیا کا بلکہ ہر فریق کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف بغاوت پر۔ پس اس سے قتال کرنا اس پر واجب ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے ان میں سے بعض کی رائے صحیح تھی اور بعض کی غلط لیکن یہ غلط رائے بھی اجتہاد کی وجہ سے قائم ہوئی تھی اور مجتہد اگر غلطی بھی کرے تو اس پر گناہ نہیں ہوتا۔ اس لئے جس فریق کی رائے غلط تھی وہ بھی معذور تھا۔ ان جنگوں میں حضرت علی ﷜ کا اجتہاد واقعۃً صحیح تھا۔ یہ اہلسنت کا مذہب ہے اور اس وقت حق اتنا مشتبہ اور غیر واضح تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اس معاملے میں حیران رہ گئی (کوئی فیصلہ نہ کر سکی) دونوں فریقوں سے الگ رہی اور لڑائی میں شریک نہ ہوئی اور اگر ان صحابہ کے سامنے اس وقت حق یقینی طور پر واضح ہو جاتا تو وہ اس کی نصرت سے پیچھے نہ رہتے"۔

(نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ کتاب الفتن)

مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ کے حاشیہ ۳ میں امام نووی کی اسی شرح مسلم اور بعض مالکیوں کے حوالہ سے مرقوم ہے کہ:

"فِیْ شَرْحِ مُسْلِمٍ اِعْلَمْ اِنَّ سَبَّ الصَّحَابَةَ حَرَامٌ وَمِنْ اَکْبَرِ الْفَوَاحِشِ وَمَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ الْجُمْهُوْرِ اِنَّهٗ یُعَزَّرُ وَقَالَ الْبَعْضُ الْمَالِکِیَّةِ یُقْتَلُ وَقَالَ الْقَاضِیْ عَیَّاضٌ سَبُّ اَحَدِهِمْ مِنَ الْکَبَائِرِ"۔

(ترجمہ) شرح مسلم میں (امام نووی نے) فرمایا خوب جان لو کہ صحابہ کو

برا بھلا کہنا حرام ہے اور بہت بڑی بے حیائی ہے۔ اور ہمارا مذہب اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ (جو صحابہ کو برا بھلا کہے) اس کو کوڑے مارے جائیں اور بعض مالکیہ ؒ کہتے ہیں اسے قتل کیا جائے گا اور جناب قاضی عیاض فرماتے ہیں کسی بھی صحابی کو سب و شتم کرنا کبیرہ گناہ ہے"۔

(مشکوٰۃ ص ۵۵۳ باب مناقب الصحابۃ حاشیہ ۳)

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

"فِيْ بَيَانِ وُجُوْبِ الْكَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ وَوُجُوْبِ اِعْتِقَادِ اَنَّهُمْ مَاْجُوْرُوْنَ وَذَالِكَ لِاَنَّهُمْ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ بِاِتِّفَاقِ اَهْلِ السُّنَّةِ سَوَاءٌ مَنْ لَا بَسَ الْفِتَنَ اَوْ مَنْ لَمْ يَلَا بِسْهَا"۔

ترجمہ: اس چیز کا بیان کہ حضور اکرم ﷺ کے تمام صحابہ کرام کے متعلق ان کی گستاخی سے اپنی زبان ہمیشہ بند رکھنی چاہیے۔ اس وجہ سے جو کہ ان کے درمیان کچھ اختلاف کا وقوع ہوا ہے اور اس بات پر بھی ایمان رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اجتہادی خطاؤں پر بھی انہیں ضرور ثواب عطا فرمائے گا۔ اس بات پر اہلسنت و جماعت کا مکمل اتفاق ہے چاہے ان میں سے کوئی صحابی تنازعات میں شامل ہوا ہو یا نہ شامل ہوا ہو کیونکہ وہ سب ہی عادل و ثقہ تھے"۔

(مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ص ۲۷ بحوالہ شواہد الحق ص ۴۷۸)

"حضرات اہلسنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عادل اور صادق تھے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد قصاص میں جو دیر ہوئی اس سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں نوبت جنگ و جدال تک پہنچی مگر اس اجتہادی اقدام پر صحابہ کرام کو سب و شتم کرنا نہایت ہی ناگوار ہے۔ بعض

حضرات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں رہے اور بعض علیحدہ ہو گئے ان تمام کیلئے نیک ظن رکھنا چاہیے۔ وہ مجتہد تھے اور ایک مجتہد مصیب ہے (اور ایک مخطی جس سے اجتہاد میں خطا ہو جائے) اگر مجتہد خطا بھی کرے تو اسے ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے۔ انہیں اجر ملے گا"۔

(النار الحامیہ لمن ذم معاویہ ص ۸۴ بحوالہ الیواقیت والجواہر ج ۲)

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہم اہلِ سنت کے نزدیک حضرت معاویہ ﷺان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مانند ہیں۔ جنہوں نے حضرت علی ﷺ کے خلاف خروج کیا اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اس طرزِ عمل میں مجتہد تھے ہمارا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ حضرت علی ﷺ اس معاملہ میں مصیب اور ان کے مخالفین مخطی تھے اور مجتہد کو ہر فعل اجتہاد پر ثواب ملتا ہے خطا پر گناہ نہیں ہوتا۔ مصیب مجتہد کو دس نیکیاں ملتی ہیں جبکہ مخطی کو ایک نیکی"۔

(کمالات اصحاب رسول ﷺ اردو ترجمہ الاسالیب البدیعہ فی فضل صحابہ واقناع الشیعہ ص ۱۴۲)

محبوب سبحانی غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ﷺ فرماتے ہیں:

"حضرت علی المرتضیٰ ﷺ اور حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ ﷺ کے درمیان لڑائی اور اس کے علاوہ صحابہ کرام کے درمیان اختلافات اور جھگڑوں وغیرہ کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہنے کا حکم دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے اس چیز کو دور کر دے گا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنَزَعْنَا مَافِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ

(الحجر۔ ۴۷)

ترجمہ: اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لئے آپس

میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے۔

اور حضرت علی ﷛ ان سے لڑائی میں حق پر تھے کیونکہ اپنی امامت وخلافت کو اس بنا پر صحیح سمجھتے تھے کہ اس پر صحابہ کرام میں۔ سے اہل حل وعقد کا اتفاق تھا۔ لہٰذا جو شخص آپ کی اطاعت سے الگ ہو کر جنگ کیلئے تیار ہوا وہ باغی تھا[1]۔ امام کے مقابلے میں نکلا لہٰذا اس کا قتل جائز تھا۔ البتہ حضرت امیر معاویہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے مظلوم مقتول وشہید حضرت عثمان غنی ﷛ کے خون کا مطالبہ کیا اور جنہوں نے حضرت عثمان غنی ﷛ کو شہید کیا وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں تھے۔ بنا بریں ہر ایک کا مقصد درست تھا اور ہمارے لئے اس مسئلہ میں خاموش رہنا اور اسے اللہ کے حوالے کر دینا زیادہ بہتر ہے......

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وصال اور حضرت امام حسن ﷛ کے خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد حضرت امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کیلئے خلافت صحیح ثابت ہے......

اہلسنت وجماعت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان برپا ہونے والے اختلاف اور جھگڑے کے بارے میں گفتگو سے باز رہنا چاہیے۔ ان کی برائی بیان کرنے سے رکنا اور ان کے فضائل ومحاسن کا اظہار کرنا ضروری ہے اور جو کچھ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت

---

[1] مفسر قرآن مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "باغی مسلمانوں کی وہ جماعت ہے جو خلیفہ برحق کے مقابل آجائے کسی غلط فہمی کی بنا پر نہ کہ نفسانی وجہ سے۔ اس کو فاسق وفاجر نہیں کہہ سکتے کہ قرآن نے انہیں مومن فرمایا: دیکھئے الحجرات۔ ۹ (امیر معاویہ ﷛ پر ایک نظر ص ۲۰)
ہاں اب اردو میں باغی کا لفظ بے ادبی کے معنی میں آتا ہے لہٰذا حضرت امیر معاویہ یا ان کی جماعت یا کسی صحابی پر یہ لفظ نہ بولا جائے کیونکہ ہماری اصطلاح میں باغی غدار اور ملک وقوم کے دشمن کو کہا جاتا ہے۔ اصطلاح بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے"۔ (امیر معاویہ ﷛ پر ایک نظر ص ۲۱)

زبیر، حضرت عائشہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف رونما ہوا اسے سپرد خدا کیا جائے ہر صاحب فضل کی فضیلت کو تسلیم کیا جائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں اے رب ہمارے ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزر گئے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔

(غنیۃ الطالبین اردو ص ۲۶۶ تا ۲۶۸)

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا:

"حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ حضرت معاویہ کیسے ہیں؟ حضرت غوث اعظم کو اس سوال سے بہت جوش آیا فرمایا کہ اگر امیر معاویہ گھوڑے پر سوار ہوں اور ایڑ مار کر اللہ کے راستے میں اس کو دوڑائیں تو جو خاک معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں رینٹ سے ملی ہوئی ہوگی عمر بن عبدالعزیز اور اویس قرنی جیسے ہزاروں سے وہ خاک بھی افضل ہے۔ واقعی حضور ﷺ کی زیارت نے صحابہ کو وہ رتبہ بخشا ہے کہ بڑے سے بڑا ولی بھی حتیٰ کہ امام مہدی علیہ السلام بھی ایک ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہو سکتے...... تو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس سائل کو کیسا دندان شکن جواب دیا کہ تو معاویہ رضی اللہ عنہ کی بابت سوال کرتا

ہے۔ عمر بن عبدالعزیز اور اویس قرنی (رضی اللہ عنہما) کو حضرت معاویہ (ﷺ) کے گھوڑے کی ناک کی خاک سے بھی تو نسبت نہیں"۔

(مفاسد گناہ۔ سلسلہ مواعظ اشرفیہ ص ۲۴۰)

سید الاولیاء سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب ہدایت پر ہیں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ: "میرے اصحاب ستاروں کی مثل ہیں تم جس کی بھی پیروی کرلو گے ہدایت پاؤ گے۔

صحابہ کے درمیان جو اختلافات (ونزاعات) ہوئے ہیں ان (کے تذکرہ) سے زبان روک لینا واجب ہے اور بجائے اس کے ان کے محاسن (کمالات اور خوبیاں) بیان کرنا چاہئیں۔ ان سے محبت رکھنا چاہیے۔ ان کی تعریف کرنا چاہیے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ صحابہ سے محبت رکھو۔ ان کے ذکر وتذکرہ سے برکت حاصل کرو اور ان جیسے اخلاق حاصل کرنے کی کوشش کرو"۔ (البیان المشید ترجمہ البرھان المؤید ص ۳۸)

حضرت امام احمد ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں ان کا اثر صرف دنیا تک محدود رہا۔ آخرت کیلئے ان کا کوئی اثر نہیں رہا کیونکہ وہ مجتہد تھے۔ مستحق ثواب تھے ہاں ثواب کی کمی بیشی کا البتہ ان میں فرق تھا اس لئے کہ جو مجتہد اپنے اجتہاد میں حق پر ہوتا ہے مثل حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی پیروی کرنے والوں کے' اس کو دو گنا ثواب بلکہ دس گنا ثواب ملتا ہے اور جو مجتہد اپنے اجتہاد میں خطا پر ہوتا ہے مثل حضرت معاویہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کے اس کو صرف ایک ہی ثواب ملتا ہے۔ یہ سب لوگ اللہ کی خوشنودی اور اس کی اطاعت میں اپنی اپنی سمجھ

اور اجتہاد کے موافق کوشاں تھے۔ علوم ان کے بہت وسیع تھے۔ یہ علوم انہوں نے اپنے نبی ﷺ سے حاصل کیے تھے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو اگر تم اپنے دین کو فتنوں' بدعتوں سے اور دشمنی ورنج سے بچانا چاہتے ہو۔ اللہ ہی راہ راست کی ہدایت کرنے والا ہے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ وہ کیا اچھا کارساز ہے"۔ (سیدنا امیر معاویہ ؓ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۱۶)

حضرت عبداللہ بن مبارک ؓ[1] سے پوچھا گیا کہ اے ابو عبدالرحمٰن معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز ؓ؟ ابن مبارک نے کہا: خدا کی قسم! وہ غبار جو معاویہ ؓ کے گھوڑے کی ناک میں رسول خدا ﷺ کے ہمراہ جاتا تھا عمر بن عبدالعزیز ؓ سے ہزار درجہ افضل ہے۔ معاویہ ؓ نے رسول خدا ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔ آنحضرت "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہتے اور وہ "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہتے۔ اس عظیم الشان شرف سے بڑھ کر اور کیا بندگی ہو سکتی ہے۔ جب عبداللہ بن مبارک جیسے شخص حضرت معاویہ ؓ کے متعلق ایسا کہتے ہیں کہ خود حضرت معاویہ ؓ بھی نہیں بلکہ ان کے گھوڑے کی ناک کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے ہزار درجہ افضل ہے تو اب کیا شبہ کسی معاند کو اور کیا اعتراض کسی غبی منکر کو باقی رہ سکتا ہے"۔ (سیدنا امیر معاویہ ؓ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۲۵)

حافظ ابن کثیر نے نقل فرمایا:

---

[1] علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مبارک تابعی ؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: "ان کی جلالت اور امانت اور پیشوائی متفق علیہ ہے۔ اور وہ علم فقہ، ادب، نحو، لغت، شعر، فصاحت و بلاغت اور سخاوت و کرم کے جامع تھے"۔ (سیدنا امیر معاویہ ؓ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۲۵)

اور مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "عبداللہ بن مبارک وہ بزرگ ہیں جن کے علم' زہد' تقویٰ اور امانت پر تمام امت رسول متفق ہے اور ان سے حضرت خضر علیہ السلام ملاقات کرتے تھے"۔ (امیر معاویہ ؓ پر ایک نظر ص ۴۸)

"سعید بن یعقوب طالقانی نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو بیان کرتے سنا ہے کہ حضرت معاویہ کے ناک کی مٹی حضرت عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

اور محمد بن یحییٰ بن سعید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مبارک سے حضرت معاویہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو آپ کے خلف نے ربنا لك الحمد کہا۔ آپ سے دریافت کیا گیا حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جو مٹی حضرت معاویہ کے دونوں نتھنوں میں پڑتی تھی وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بہتر و افضل ہے"۔ رضی اللہ عنہم (تاریخ ابن کثیر جلد ہشتم ص ۱۹۰)

حضرت شیخ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"اس حقیقت پر غور کرو۔ اس کلمہ کی فضیلت تو تجھے اس وقت معلوم ہوگی جب تجھے عبداللہ بن مبارک اور عمر بن عبدالعزیز کی فضیلتیں معلوم ہو جائیں گی جو کہ بے شمار ہیں اور محدثین کی مبسوط کتب تواریخ میں موجود ہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کو امام الھدیٰ اور پانچواں خلیفہ راشد کہا جاتا ہے۔ محدثین اور فقہا ان کے قول کو عظیم اور حجت مانتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کی زیارت کرتے تھے۔ آپ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حدیث رسول کو جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ جب حضرت معاویہ ﷺ ان سے بھی افضل ہیں تو ان کے مقام و مرتبہ میں تجھے کیا گمان ہو سکتا ہے"۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ ؓ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۴۴)

"ایک آدمی خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یزید کو امیر المؤمنین کہا تو آپ نے اسے کوڑے لگوائے اور دوسری دفعہ کسی نے امیر معاویہ ؓ کی ہجو کی آپ نے اسے بھی کوڑے لگوائے"۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ ؓ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۵۵)

"صحابہ کرام اور محدثین عظام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کی مدح کرتے ہیں حالانکہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل اور واقعاتِ اختلافیہ کے تمام لوگوں سے زیادہ واقف ہیں اور ان کی تصدیق حجت ہے۔ امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ "حضرت معاویہ مناقب کا مجموعہ ہیں"۔ اسی طرح شرح مسلم میں ہے کہ: "آپ کا شمار عدول فضلاء اور صحابہ اخیار میں ہے"۔ امام یافعی فرماتے ہیں کہ: "آپ نہایت بردبار، سخی، سیاستدان، صاحب عقل، سیادت کاملہ کے حقدار اور صاحب الرائے تھے گویا کہ حکومت کرنے کیلئے پیدا ہوئے تھے"۔ محدثین کرام ان کے نام کے ساتھ "ؓ" لکھتے ہیں جیسا کہ دیگر صحابہ کے نام کے ساتھ لکھتے ہیں بلا تفریق جیسا کہ بروایت بخاری حضرت ابن عباس ؓ کا قول گزر چکا ہے۔

ابن اثیر جزری کے نہایہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: "رسول اکرم ﷺ کے بعد حضرت معاویہ سے زیادہ لائق سیادت میں نے کسی کو نہیں دیکھا" تو کسی نے سوال کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی؟ فرمایا کہ: "حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے بہتر ضرور تھے لیکن سیادت کے معاملے میں وہ حضرت عمر ؓ

سے بھی آگے تھے"۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول کی توجیہہ اس طرح کی گئی ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ ﷺ از حد سخی اور مال خرچ کرنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اور بعض نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ وہ واقعی انداز حکمرانی میں ان سے بڑھ کر تھے"۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ ﷺ اردو ترجمہ الناہیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۳۵)

صحیح بخاری میں منقول یہ روایت پہلے گزر چکی ہے کہ "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ آپ کی امیر المؤمنین معاویہ کے بارے میں کیا رائے ہے جبکہ وہ وتر کی ایک ہی رکعت پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بیشک وہ فقیہہ ہیں"۔ (بخاری کتاب المناقب باب ذکر معاویہ ﷺ)

حضرت قاضی عیاض مالکی اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہما نقل فرماتے ہیں:

"ایک شخص نے جناب معافی بن عمران سے کہا کہ جناب عمر بن عبدالعزیز اور امیر معاویہ کا کیا موازنہ۔ یہ سن کر جناب معافی کو غصہ آ گیا اور آپ نے فرمایا: صحابہ کرام کا موازنہ بعد میں آنے والوں سے نہ کرو۔ امیر معاویہ کو جو خصوصیت حاصل ہے وہ دوسروں کو نہیں ہے جناب امیر معاویہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی، ام المؤمنین کے بھائی، حضور علیہ السلام کے کاتب وحی اور وحی الٰہی کے امین تھے"۔

(کتاب الشفاء اردو جلد دوم ص ۱۰۷۔۱۰۸ تاریخ ابن کثیر جلد ۸ ص ۹۹۰)

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں آپ کو بار بار حضرت امیر المؤمنین لکھا ہے۔ (دیکھئے مثنوی شریف جلد دوم)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عقائد کے بیان میں فرماتے ہیں:

"وَنَكُفُّ أَلْسِنَتَنَا عَنْ ذِكْرِ الصَّحَابَةِ إِلَّا بِخَيْرٍ وَهُمْ أَئِمَّتُنَا وَقَادَتُنَا فِي الدِّيْنِ وَسَبُّهُمْ حَرَامٌ وَتَعْظِيْمُ وَاجِبٌ۔

ترجمہ: اور ہم صحابہ کرام کا جب بھی ذکر کریں خیر ہی کے ساتھ ہونا چاہیے وہ سب ہمارے دینی پیشوا اور مقتدا ہیں ان میں سے کسی کے ساتھ بدعقیدگی رکھنا اور ان کی کسی بات پر طعن کرنا یا انہیں برا بھلا کہنا سب حرام ہے۔ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کی تعظیم وتکریم بجالاتے رہیں۔ (العقیدۃ الحسنہ)

عقائد نسفی کی تصریح ملاحظہ ہو فرمایا:

وَنَكُفُّ عَنْ ذِكْرِ الصَّحَابَةِ اِلَّا بِخَيْرٍ۔

ترجمہ: اور ہم کو صحابہ کے ذکر سے زبان کو بند رکھنا چاہیے سوائے کلمہ خیر کے کچھ نہ کہنا چاہیے"۔ (تہذیب العقائد اردو ترجمہ شرح عقائد نسفی ص ۱۰۳)

فقیہہ اجل مؤلف بہارِ شریعت حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عقیدہ۔ امیر معاویہ ﷛ مجتہد تھے ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث بخاری میں بیان فرمایا ہے۔مجتہد سے صواب وخطا دونوں صادر ہوتے ہیں۔خطا دو قسم ہے۔خطا عنادی یہ مجتہد کی شان نہیں اور خطا اجتہادی یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اس میں اس پر عنداللہ اصلاً مواخذہ نہیں"۔ (بہارِ شریعت اوّل ص ۵۸۔ امامت کا بیان)

اب آخر میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی ﷛ جن کی شانِ تجدید کے ڈنکے آج بھی بج رہے ہیں' کی تصریحات وتعلیمات پیش کی جاتی ہیں تاکہ کوئی سنے تو قبول کرے اور اپنی اصلاح کرلے۔اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

"سب سے پہلے آدمی کو فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی رائے کے مطابق جو کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت ہے عقیدے کا درست کرنا لازمی ہے تاکہ اخروی نجات و کامیابی متصور ہوسکے اور بداعتقادی جو اہلسنت کے عقیدہ کے خلاف ہے'

سمِ قاتل ہے۔ جو ابدی موت اور دائمی عذاب تک پہنچاتی ہے اور اگر عمل میں کچھ کوتاہی اور سستی ہو تو اس کی بخشش کی امید ہو سکتی ہے لیکن اگر عقیدہ میں سستی ہو تو اس کی معافی کی امید نہیں ہے۔ ''اللہ تعالیٰ و تبارک شرک کو معاف نہیں کریں گے اور اس کے علاوہ جو گناہ ہیں وہ جسے چاہیں معاف کر دیں''۔ (سورہ نساء)

اہل سنت و جماعت کے عقائد کو مختصر طور پر لکھا جاتا ہے۔ ان کے عقیدے کے مطابق اپنے عقیدہ کی تصحیح کریں اور اس دولت پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے عاجزی اور زاری سے استقامت کی دعا کریں......

(آگے عقائد کے بیان میں فرماتے ہیں کہ)

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان جو جھگڑے اور جنگیں ہوئی ہیں مثلاً جنگ جمل و جنگ صفین تو ان کو اچھے معانی پر محمول کرنا چاہیے اور خواہشات اور تعصب سے دور رہنا چاہیے[1]۔ کہ ان بزرگواروں کے نفوس خیر البشر علیہ الصلوات والتسلیمات کی صحبت میں خواہشات اور تعصب سے پاک ہو چکے تھے۔ اور حرص و کینہ سے بالکل صاف تھے۔ وہ اگر صلح کرتے تھے تو حق کیلئے اور اگر جھگڑا کرتے تھے تو وہ بھی حق کیلئے۔ ہر گروہ اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرتا تھا۔ اور خواہشات اور تعصب کے شائبہ سے پاک ہو کر مخالف کی مدافعت کرتا تھا۔ پھر جس کا اجتہاد درست ہوا اسے دو درجے اور ایک قول کے مطابق دس درجے کا ثواب ملتا ہے

---

[1] اب جو لوگ کہتے ہیں کہ دو لڑنے والوں میں ایک ضرور باطل پر ہوتا ہے انہیں ضرور غور کرنا چاہیے۔ عاقبت اندیشی کا ثبوت دیتے ہوئے تعصب کو دل سے نکال کر اور اسے اچھے معانی پر محمول کر کے اپنے عقائد کی بھی اصلاح کر لینی چاہیے اور اگر وہ مجددی بھی ہیں تو ان پر مجددی نظریات و عقائد کی پیروی اور بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

اور جس کا اجتہاد درست نہ ہوا اسے بھی ایک درجہ ثواب مل گیا۔ پس خطا کرنے والا بھی درست اجتہاد کرنے والے کی طرح ملامت کا مستحق نہیں ہے۔ وہ بھی درجاتِ ثواب سے ایک درجہ کی امید رکھتا ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ ان جنگوں میں حق حضرت امیر (سیدنا علی کرم اللہ وجہہ) کی طرف تھا۔ اور مخالفوں کا اجتہاد درست نہیں لیکن اس کے باوجود، طعن کرنے کے مستحق نہیں ہیں اور ملامت کی گنجائش نہیں رکھتے چہ جائیکہ ان کو کافر یا فاسق کہا جائے۔ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ "ہمارے بھائی ہم پر باغی ہوئے ہیں وہ نہ کافر ہیں نہ فاسق کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے جو کفر اور فسق سے روکتی ہے" ہمارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے "جو اختلاف میرے صحابہ میں ہوں ان میں زبان کشائی سے بچنا" پس پیغمبر ﷺ کے تمام صحابہ کو بزرگ سمجھنا چاہیے سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہیے اور ان میں سے کسی بزرگ کے حق میں برا نہ ہونا چاہیے اور نہ ہی بدگمانی کرنی چاہیے۔ اور ان کے جھگڑوں کو دوسروں کی مصالحت سے بہتر سمجھنا چاہیے۔ نجات اور خلاصی کا صرف یہی طریقہ ہے۔

کیونکہ صحابہ کرام کی دوستی پیغمبرِ خدا ﷺ کی دوستی کی وجہ سے ہے اور ان سے دشمنی رسول اللہ ﷺ کی دشمنی تک لے جاتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی عزت نہ کی اس کا رسول اللہ ﷺ پر بھی کوئی ایمان نہیں ہے"۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۶۷)

"اور شیخ ابن حجر نے صواعق میں کہا ہے کہ حضرت معاویہ اور امیر کرم اللہ وجہہ کے درمیان جھگڑے از روئے اجتہاد کے ہوئے ہیں اور اس قول کو اہلسنّت کے معتقدات سے فرمایا ہے...... قاضی (عیاض)

نے شفاء میں بیان کیا ہے (ترجمہ)

''حضرت امام مالک ﷺ نے کہا ہے کہ جس نے نبی ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کو یعنی ابوبکر و عمر و عثمان و عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہم) کو گالی دی اور کہا کہ وہ کفر اور گمراہی پر تھے یا اس کے سوا اور کوئی گالی نکالی جس طرح لوگ ایک دوسرے کو گالی نکالتے ہیں تو وہ سخت عذاب کا مستحق ہوا کیونکہ حضرت امیر کے ساتھ لڑائی کرنے والے کفر پر نہ تھے۔ جیسے کہ بعض غالی رافضیوں کا خیال ہے۔ اور نہ ہی فسق پر تھے۔ جیسے کہ بعض نے خیال کیا ہے اور بہت سے اصحاب کی طرف اس کو منسوب کیا ہے۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے جبکہ حضرت صدیقہ اور طلحہ اور زبیر اور بہت سے اصحاب کرام انہی میں سے تھے اور طلحہ اور زبیر جمل کی لڑائی میں معاویہ ﷺ کے خروج سے پہلے تیرہ ہزار مقتولوں کے ساتھ قتل ہوئے پس ان کو ضلالت اور فسق کی طرف منسوب کرنے پر سوائے اس شخص کے کہ جس کے دل میں مرض ہو اور اس کے باطن میں خبث ہو کوئی مسلمان دلیری نہیں کرتا۔

اور امام مالک نے جو تابعین میں سے ہیں اور علمائے مدینہ میں سے زیادہ عالم ہیں نے معاویہ اور عمر ابن العاص رضی اللہ عنہما کو گالی دینے والے کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر وہ گالی کے مستحق ہوتے تو ان کو گالی دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیتے۔ تو معلوم ہوا کہ اس گالی دینے کو کبیرہ جان کر اس گالی نکالنے والے کو قتل کا حکم دیا ہے نیز ان کو گالی دینا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو گالی دینے کی طرح خیال کیا ہے تو حضرت معاویہ برائی کے مستحق نہیں ہیں۔

اے بھائی! معاویہ ﷺ تنہا اس معاملے میں نہیں ہیں۔ کم وبیش

آدھے اصحاب کرام ان کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ پس اگر حضرت امیر علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے کافر یا فاسق ہوں تو نصف دین سے اعتماد اٹھ جاتا ہے جو ان کی تبلیغ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے اور اس بات کو سوائے زندیق کے جس کا مقصود دین کی بربادی ہے کوئی پسند نہیں کرتا۔

اے برادر! اس فتنہ کے برپا ہونے کا منشاء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل اور ان کے قاتلوں سے ان کا قصاص طلب کرنا ہے۔ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما جو اوّل مدینے سے باہر نکلے تاخیر قصاص کے باعث نکلے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس امر میں ان کے ساتھ موافقت کی اور جنگ جمل میں تیرہ ہزار آدمی قتل ہوئے اور طلحہ و زبیر بھی جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، قتل ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے باعث ہوا ہے۔ اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے آ کر ان کے ساتھ شریک ہو کر جنگ صفین کیا۔

امام غزالی نے تصریح کی ہے کہ وہ جھگڑا امر خلافت پر نہیں ہوا بلکہ قصاص کے پورا کرنے کیلئے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتدا میں ہوا ہے۔ اور شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس بات کو اہلسنّت کے معتقدات سے کہا ہے۔

اے برادر! اس امر میں بہتر طریق یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے لڑائی جھگڑوں سے خاموش رہیں اور ان کے ذکر اذکار سے منہ موڑیں۔ جناب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِیَّاکُمْ وَمَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ۔ میرے اصحاب کے درمیان جو جھگڑے

ہوئے ان سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا:

اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِکُوْا۔ (طبرانی)

جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو زبان کو روکو۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا۔

میرے اصحاب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان کو اپنے تیر کا نشانہ نہ بناؤ۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور نیز عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ:

تِلْكَ دِمَآءٌ طَھَّرَ اللّٰہُ اَیْدِیَنَا فَلْنُطَھِّرْ عَنْھَا اَلْسِنَتَنَا۔

یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھتے ہیں۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی خطا کو بھی زبان پر نہ لانا چاہیے اور ان کے ذکر خیر کے سوا اور کچھ نہ بیان کرنا چاہیے...... پس چاہیے کہ اہلِ سنت و جماعت کے معتقدات پر اپنے اعتقاد کا مدار رکھیں اور زید وعمر کی باتوں کو نہ سنیں۔ جھوٹے قصوں پر کام کا مدار رکھنا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ (اہلسنّت و جماعت) کی تقلید ضروری ہے تاکہ نجات کی امید پیدا ہو"۔ (مکتوبات حصہ چہارم دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱)

"اکابر اہلسنّت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے نزدیک اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات آپس میں لڑائیوں اور جھگڑوں کے وقت تین گروہ تھے۔ ایک جماعت دلیل اور اجتہاد کی روشنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے حق پر ہونے کا اعتقاد رکھتی تھی۔ دوسری جماعت دلیل و اجتہاد کے ساتھ آپؓ کے مخالفین کو حق پر تصور کرتی تھی اور تیسری جماعت اس بارے میں متوقف تھی اور اس نے کسی بھی جانب کو دلیل سے ترجیح نہ دی۔

پس پہلی جماعت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد و نصرت ضروری تھی کیونکہ وہ ان کے اجتہاد کے موافق درستی پر تھے۔ اور دوسرے گروہ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نصرت لازم تھی۔ کیونکہ ان کے اجتہاد کا یہی تقاضا تھا اور تیسرے گروہ کیلئے توقف کا راستہ اختیار کرنا ضروری تھا اور کسی ایک جانب کو ترجیح دینا خطا میں داخل تھا۔ پس تینوں گروہوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا اور جو کچھ ان پر ضروری تھا بجا لائے۔ لہٰذا ملامت کی کیا گنجائش ہے اور ان پر طعن و تشنیع کہاں مناسب ہے"......

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

اور بہت سی احادیث تمام صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر میں وارد ہوئی ہیں۔ پس تمام صحابہ کو معزز و مکرم جاننا چاہیے اور ان کی لغزشوں کو اچھے مطالب پر محمول کرنا چاہیے۔ یہ ہے اس مسئلہ میں اہلسنت کا مذہب"۔ (مکتوبات دفتر دوم حصہ اول مکتوب نمبر ۳۶)

باب نمبر۴

اعتراضات ومطاعن کا تجزیہ اور جوابات

اعتراضات ومطاعن کا تجزیہ اور جوابات

اعتراض ۱

آپ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں مہربان، نرم دل اور ذاتی بغض وعناد سے پاک تھے۔ اگر یہ درست ہے تو پھر ان میں جنگیں کیوں ہوئیں؟ یہ بھی بتائیں ان میں سے حق پر کون تھا اور مقابل کس شرعی حکم کا مستحق ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں باہم لڑنے والے دونوں فریق حق پر نہیں ہو سکتے۔ ایک ضرور باطل پر ہوتا ہے اس لئے خلیفۂ برحق خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے باعث حضرت امیر معاویہ ضرور باطل پر تھے۔ اس پر آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب

محبت کا اثر مسلّم ہے اور آدمی اپنی محبت ہی سے پہچانا جاتا ہے۔ ترجمان حقیقت حکیم الامت مفکر اسلام مصور پاکستان حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

محبت اہل صفاء، نور و سرور و حضور
سرخوش و پرکیف ہے لالہ لب آب جو

اور مرشد اقبال حضرت مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ع

صحبت صالح ترا صالح کند

اور مہبط وحی آسمانی، مورد آیات قرآنی، دلیل سبیل عرفان، ہادی انس و جان، سرور دو جہاں، سرخیل پیغمبراں حضور نبی مکرم رسول معظم ﷺ فرماتے ہیں:

۱) مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ

الْكِيْرِ فَحَامِلِ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخِ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۶ باب الحب فی اللہ ومن اللہ بحوالہ بخاری ومسلم)

ترجمہ: اچھے برے ساتھی کی مثال مشک کے اٹھانے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے۔ مشک بردار یا تمہیں کچھ دے دے گا یا تم اس سے خرید لو گے اور یا تم اس سے اچھی خوشبو پالو گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلا دے گا یا تم اس سے بدبو پالو گے۔

جبکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سید الصالحین محبوب رب العالمین جناب سید المرسلین حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پاکیزہ اور مبارک صحبت ومعیت سے فیضیاب ہوئے اور ان پاکیزہ دلوں نے نگاہِ مصطفوی سے براہِ راست تزکیہ حاصل کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَيُزَكِّيْهِمْ۔ (البقرہ۔۱۲۹)

ترجمہ: اور وہ انہیں خوب پاک کرتا ہے۔

جب عام صالحین کی صحبت صالحیت بخش ہے اور آدمی کو صالح بنا دیتی ہے تو پھر سید الصالحین حضور اکرم ﷺ کی صحبت وتربیت کے فیض واثر کا کیا عالم ہو گا۔ یقیناً صحبتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی دولت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ان کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہو چکا ہے۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۵۹)

تو اب ذرا خود ہی غور فرمائیں کہ صحبت نبوی کے شرف سے مشرف اور نگاہ مصطفوی سے فیضیاب ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تزکیۂ نفس "للہیت" با ہمی

رواداری، شفقت ومحبت اور صالحیت کے کس بلند مقام پر فائز ہیں۔ بے مثل آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے مثل فیضِ صحبت سے فیضیاب فرما کر اپنے صحابہ کو بھی بے مثل بنا دیا ہے۔کوئی بھی طبقہ امت ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اَکْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ خِیَارُکُمْ۔ (مشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)

ترجمہ: میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تمہارے بہترین ہیں۔

حتیٰ کہ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ خیر التابعین ہونے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی کے ادنیٰ مرتبہ تک نہیں پہنچ سکے۔ حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جناب خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی فضیلت میں یہ سب حضرات مشترک ہیں اور صحبت کی فضیلت سب فضائل و کمالات سے فائق اور بلند ہے۔ اسی بنا پر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ جو خیر التابعین ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی کے ادنیٰ مرتبہ تک بھی نہیں پہنچ سکے۔ لہٰذا صحبت کی فضیلت کا کوئی شے بھی مقابلہ نہیں کر سکتی"۔

(مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۵۹)

اور صحبت نبوی کی برکت سے صالحیت اور تزکیۂ نفس کی یہ دولت بلا استثناء سب کے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوئی۔ شیخ المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (ترجمہ)

"صحابہ کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف صحابیت یقینی ہے اور ان کے خلاف جو کچھ لکھا گیا وہ ظنی ہے اور ظن یقین کے معارض نہیں ہو سکتا۔ اور یقین کو ظن کی وجہ سے نہیں چھوڑا جا سکتا"۔

(تکمیل الایمان فارسی بحوالہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل حق کی نظر میں ص ۷۱)

پس تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بغض وعناد اور ذاتی کینہ وحسد ایسی تمام اخلاقی کمزوریوں سے پاک تھے۔ وہ یقیناً آپس میں نرم دل اور مہربان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کے فیضِ صحبت اور نظرِ رحمت سے مستفید و مستفیض ہونے والے صحابہ کرام کے اخلاق حسنہ کی خود تعریف فرمائی کہ صحابہ کرام وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو آپس میں ذاتی بغض وحسد اور عداوت و کینہ سے پاک اور ایک دوسرے پر مہربان ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ ہو۔ فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔ (الفتح۔۲۹)

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول اور ان کے ساتھ والے (صحابہ کرام) کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل مہربان۔

اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ کہہ کر رسول اکرم ﷺ کی معیت وصحبت سے فیضیاب ہونے والے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ یعنی آپس میں نرم دل اور مہربان فرمایا ہے۔ حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

"حضرت سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید میں پیغمبر ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ فرماتا ہے۔ پس ان بزرگواروں کے حق میں ایک دوسرے سے عداوت و کینہ رکھنے کا گمان کرنا نص قرآن کے برخلاف ہے"۔ (مکتوبات دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۹۶)

لہٰذا جو شخص مسلمان ہے اور وہ قرآن کو سچے دل سے مانتا بھی ہے تو اسے یہ محکم عقیدہ رکھنا چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں نرم دل اور مہربان تھے۔ بغض وحسد سے پاک اور نفرت و کینہ سے مبرّا تھے۔ البتہ کافروں پر ضرور سخت تھے۔ (اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ) ترجمان حقیقت حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ نے کیا خوب ترجمانی فرمائی:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اور جو صحابہ کرام کے درمیان جنگیں ہوئیں تو وہ غلط فہمی سے رب تعالیٰ کی رضا کی طلب اور جستجو میں اجتہادی خطا ہو جانے کے باعث ہو گئیں۔ کسی ذاتی عناد اور نفسانی خواہش کی بنا پر انہوں نے آپس میں لڑائیاں نہیں کیں۔ شارح صحیح مسلم حضرت امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔ (ترجمہ)

"حضرت علی ﷺ کی خلافت بالا جماع صحیح ہے اور اپنے وقت میں وہ ہی خلیفہ تھے ان کے علاوہ کسی کی خلافت نہیں تھی۔ حضرت معاویہ ﷺ عادل فضلاء صحابہ نجباء میں سے ہیں ان میں جو جنگیں ہوئیں ان میں ہر فریق کو کوئی شبہ لاحق تھا اور ہر فریق کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ صحت اور ثواب پر ہے اور تمام صحابہ نیک اور عادل ہیں۔ جنگ اور دوسرے نزاعی معاملات میں ہر فریق کی ایک تاویل تھی اور اس اختلاف کی وجہ سے کوئی صحابی عدالت اور نیکی سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ وہ سب مجتہد تھے اور ان کا مسائل میں اجتہادی اختلاف تھا جس طرح ان کے بعد کے مجتہدین کا قصاص اور دیت کے مسائل میں اجتہادی اختلاف ہے اس سے کسی فریق کی تنقیص لازم نہیں آتی"۔

(نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۷۲ باب فضائل الصحابۃ)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایک یہ حدیث بھی منقول ہے۔ مخبرِ صادق حضور رسول اکرم نبی معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيْمَتَانِ تَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ"۔

(صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۰۵۴ کتاب الفتن، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰ کتاب الفتن)

ترجمہ: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتیں لڑ نہ لیں ان کے درمیان شدت کی لڑائی ہوگی۔ دعویٰ ان کا ایک ہوگا۔

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی روایت کو نقل فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

"آنحضرت ﷺ نے صفین کے واقعہ کی خبر دی ہے اور شیخان (بخاری و مسلم) نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول خدا ﷺ نے فرمایا "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی کہ دو بڑے گروہ لڑیں اور دونوں میں قتل عام ہو اور دونوں کا دعویٰ ایک ہو"۔

(ازالۃ الخفاء اردو دوم ص ۵۴۰)

اس حدیث پاک سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ دونوں جماعتوں میں سے کسی کے بھی پیش نظر بغض و عناد ذاتی لڑائی یا اقتدار کی خواہش نہیں تھی۔ بلکہ دونوں اسلام کی دعوت لے کر کھڑی ہوئی تھیں اور اپنی اپنی رائے کے مطابق دونوں ہی اسلام کی سربلندی اور دین کی بھلائی چاہتی تھیں۔

اور حضور مخبر صادق جناب نبی اکرم ﷺ نے جیسے فرمایا ویسے ہی ہوا۔ دو گروہوں میں لڑائی بھی ہوئی۔ قتل عام بھی ہوا اور دونوں کا دعویٰ بھی ایک ہی تھا۔ مولائے کائنات جناب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب آپ کا فرمان عالیشان سنیئے۔ آپ نے جنگ صفین کے بعد اپنے عمال کے نام بطور وضاحت لکھا۔

وَالظَّاهِرُ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِي الْاِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَلَا نَسْتَزِيْدُهُمْ فِي الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَالتَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَسْتَزِيْدُوْنَنَا اَلْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَاءٌ۔

ترجمہ: ظاہر میں ہم سب کا پروردگار ایک تھا ہمارا نبی ایک تھا ہماری دعوت اسلام ایک تھی نہ ہم ان سے ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول میں کسی اضافے کا مطالبہ کرتے تھے نہ وہ ہم سے کرتے تھے۔ (اس معاملہ میں) ہم سب ایک تھے اختلاف تھا تو صرف عثمان ﷛ کے خون میں اختلاف تھا حالانکہ اس خون سے ہم بالکل بری الذمہ تھے۔

(نہج البلاغہ مع ترجمہ وتشریح حصہ دوم نمبر ۵۸ ص ۸۲۴)

اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جب دونوں گروہوں کا دعویٰ ایک ہی تھا تو ضروری ہوا کہ یہ لڑائی کفر و اسلام کی وجہ سے یا کسی جانب سے ذاتی بغض وعناد کے باعث نہ ہوئی بلکہ محض غلط فہمی اور اجتہادی خطا کے باعث ہوئی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں:

''اور لڑائیاں جھگڑے جو ان (صحابہ) کے درمیان واقع ہوئے وہ نیک مرادوں اور بلیغ حکمتوں پر محمول ہیں وہ جہالت یا خواہش نفسانی کے تحت نہیں تھے بلکہ اجتہاد اور علم کی بنا پر تھے اگرچہ بعض کے اجتہاد میں غلطی ہوگئی۔ ایسے خطا کار کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کا ایک درجہ ہے یہی افراط و تفریط کے درمیان راہ ہے جس کو اہلسنت و جماعت نے اختیار کیا اور یہی محفوظ اور مضبوط تر راستہ ہے''۔

(مکتوبات دفتر اوّل مکتوب نمبر ۵۹)

''ان بزرگوں کے نفوس جناب خیر البشر علیہ الصلوات والتسلیمات کی صحبت میں خواہشات اور تعصب سے پاک ہو چکے تھے اور حرص و کینہ سے بالکل صاف تھے وہ اگر صلح کرتے تھے تو حق کیلئے اور اگر جھگڑا کرتے تھے تو وہ بھی حق کیلئے ہر گروہ اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرتا تھا اور خواہشات اور تعصب کے شائبہ سے پاک ہو کر مخالف کی مدافعت کرتا

تھا"۔ (مکتوبات دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۶۷)

"جاننا چاہیے کہ ضروری نہیں کہ تمام امور خلافیہ میں حضرت امیر (سیدنا علی ﷜) حق پر ہوں اور ان کا مخالف خطا پر[1]۔ اگرچہ معاملہ جنگ میں حق حضرت امیر کی طرف تھا۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ زمانہ صحابہ کے اختلافی امور میں علماء تابعین اور ائمہ مجتہدین نے حضرت امیر کے غیر کا مذہب اختیار کیا ہے اور حضرت امیر کے مذہب کے مطابق فیصلہ نہیں کیا۔ اگر حق جانب امیر کیلئے متعین ومقرر ہوتا تو اس کے مذہب کے خلاف فیصلہ نہ دیتے۔ قاضی شریح نے جو تابعین میں سے ہیں اور صاحب اجتہاد ہوئے ہیں۔ مذہب امیر کے مخالف فیصلہ کیا اور حضرت امام حسن علیہ الرضوان کی گواہی ان کا بیٹا ہونے کی وجہ سے ان کے حق میں قبول نہ کی اور مجتہدین نے قاضی شریح کے قول کے مطابق عمل کیا ہے اور بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں جائز نہیں تسلیم کی۔ اور بہت سے دوسرے مسائل میں بھی حضرت علی ﷜ کے سوا دوسروں کے اقوال اختیار کیے ہیں جو حضرت علی ﷜ کی رائے کے مخالف ہیں۔ انصاف سے تحقیق و تفتیش کرنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی (اس بارے میں زیادہ کچھ

---

[1] حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں: آپ (یعنی حضرت علی ﷜) صفین میں تھے کہ ایک زرہ گم ہوگئی جو ایک یہودی کے پاس سے ملی آپ اس معاملہ کا فیصلہ کرانے کیلئے اسے قاضی شریح کے پاس لے گئے۔ اور آپ نے زرہ کا دعویٰ دائر کیا تو یہودی نے انکار کر دیا۔ قاضی شریح نے حضرت علی سے شہادت طلب کی تو آپ اپنے غلام قنبر اور حضرت حسن کو لے آئے۔ قاضی شریح نے آپ سے (اختلاف کیا اور) کہا باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت جائز نہیں۔ یہودی نے کہا: امیر المؤمنین نے مجھے اپنے قاضی کے آگے پیش کیا۔ قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دیا۔ اس کے بعد وہ (اسلام کی حقانیت اور انصاف دیکھتے ہوئے) کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگیا اور کہا کہ وہ زرہ آپ ہی کی ہے"۔ (الصواعق المحرقہ اردو ص ۴۴۵)

لکھنے کی گنجائش نہیں کیونکہ) اس کی تفصیل طوالت چاہتی ہے۔ پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مخالفتِ امیر میں اعتراض کی گنجائش نہیں اور آپ کے مخالف طعن وملامت کے لائق نہیں''۔ (مکتوبات دفتر دوم حصہ اوّل مکتوب نمبر ۳۶)

سند المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''واضح رہے کہ فقہی اجتہادی مسائل مثلاً امامت، میراث پیغمبر، ہبہ قبل القبض کا تمام نہ ہونا، تقسیم خمس، حج تمتع وغیرہ میں جناب امیر (حضرت علی) رضی اللہ عنہ کی مخالفت ہرگز کفر نہیں، کفر کیا معصیت وگناہ بھی نہیں کیونکہ آپ بھی منجملہ مجتہدین ایک مجتہد تھے اور مسائل اجتہادیہ میں مجتہدوں کا اختلاف جائز ہے اور ہر مجتہد اجر کا مستحق ہے''۔

(تحفہ اثناء عشریہ اردو ص ۷۴۸)

بہر حال یہ خطا جو لڑائی کا باعث بنی' اہلسنّت کے نزدیک اجتہادی خطا تھی، خلیفہ برحق حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرنے والوں سے ہوئی۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔''نَحْنُ مِنْهُ بَرَاءٌ'' ہم اس سے بری ہیں (نہج البلاغہ) اور الحمد للہ اہلسنّت انہیں اس سے بری ہی مانتے ہیں۔ بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف لڑنے والوں کی خطائے اجتہادی نے بھی انہیں ثواب ہی کا حق دار ٹھہرایا ہے گناہ کا نہیں۔ دیگر اگر بعض صحابہ (گروہ علی المرتضیٰ) کا مقصود تو رضائے الٰہی کا حصول مانا جائے اور بعض صحابہ (گروہ امیر معاویہ) کا مقصود رضائے خداوندی کا حصول نہ مانا جائے تو اس سے قرآن کریم کی آیت ''یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا یعنی وہ (سب) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلبگار ہیں''۔ (الفتح۔۲۹) کا انکار لازم آتا ہے اور ایمان برباد ہو جاتا ہے۔ یا کسی فریق کو بغض وعناد اور نفرت وکینہ کا مرتکب قرار دیا جائے تو مذکورہ قرآنی ڈگری ''رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ یعنی آپس میں مہربان ہیں'' کی مخالفت لازم آتی ہے اور ایمان پھر بھی برباد ہو جاتا ہے۔ پھر چونکہ ایسے عقیدے سے

دونوں گروہوں کے دعوے کے ایک ہونے کا بھی انکار ہوتا تو اس انکار سے حدیثِ رسول خدا ﷺ اور فرمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مخالفت بھی لازم آتی ہے اور اس سے بھی ایمان سلامت نہیں رہتا۔ ایسے لوگوں کیلئے بھی جہنم میں پھینک دیئے جانے کی وعید موجود ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔ (النساء۔۱۱۵)

ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

(کنز الایمان)

جنابِ من! اب ذرا غور کریں کہ آپ کس مقام پر کھڑے ہیں اور آپ کا زاویۂ نگاہ کیا ہے۔ قرآن و حدیث کی مخالفت میں آپ کتنے دلیر ہو چکے ہیں۔ اہلسنّت کا عقیدہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے یا آپ کا؟

کون ہے تارکِ آئینِ رسول ﷺ مختار؟ مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟ ہوگئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار؟
قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمد ﷺ کا تمہیں پاس نہیں

ہماری تو یہی گزارش ہے کہ دونوں گروہوں کو ذاتی بغض و عناد سے پاک ایک دوسرے پر مہربان اور رب کی رضا چاہنے والا مان لیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو "رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ" اور "يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا" فرمایا ہے۔ تو بغیر کسی استثناء کے سب صحابہ کیلئے فرمایا ہے۔ کسی ایک کیلئے نہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی

دونوں گروہوں کے دعویٰ کو ایک ہی قرار دیا ہے۔اور جناب علی المرتضٰی رضی اللہ عنہم نے بھی محض قتل عثمان ﷺ کے قصاص کے مسئلہ کو جنگ کی وجہ بتایا ہے اور اسی پر تمام اُمت نے صاد کیا ہے گویا یہی اسلام ہے اور یہی ایمان ہے لہٰذا اسے قبول کر لینا بہت ضروری ہے۔کیونکہ اسلام وحدت امت چاہتا ہے تفرقہ بازی ہرگز نہیں چاہتا۔

آ غیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں
بچھڑوں کو پھر ملا دیں، نقش دوئی مٹا دیں

اور ذاتی بغض وعناد کے بغیر صرف غلط فہمی سے اختلاف اور جھگڑا ہو جانا ناممکن نہیں اور خلاف واقعہ بھی نہیں۔مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

''بہت دفعہ جناب علی مرتضٰی اور سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما میں خانگی معاملات میں شکر رنجی ہو جاتی تھی۔شہادت عثمان کے دن حضرت علی ﷺ نے امام حسین ﷺ کے رخ شریف پر طمانچہ مارا کہ تم نے حفاظت میں سُستی کیوں کی۔ایک بار حضرت عباس ﷺ اور حضرت علی ﷺ میں سخت رنجش ہو گئی جو حضرت عمر ﷺ نے دور کی۔(مسلم شریف[1]) حضرت عباس نے حضرت علی رضی اللہ عنہما کیلئے بہت سخت الفاظ استعمال کئے''۔

(امیر معاویہ ﷺ پر ایک نظر ص ۶۵)

مولانا مودودی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

''یہ مقدس انسان (صحابہ کرام) جب آپس میں لڑ بھی جاتے تھے تو ان کی اس لڑائی میں بھی ''رحماء بینھم'' ہونے کی ایک انوکھی شان پائی جاتی تھی۔بے شک وہ جنگ جمل وصفین میں ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہوئے ہیں۔مگر کیا دنیا کی کسی خانہ جنگی میں آپ فریقین کو ایک

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب حکم الفَیٔ۔اس حدیث کو ہم ''فیصلہ قرآن وحدیث سے کیوں تاریخ سے کیوں نہیں؟ کے عنوان کے تحت نقل کر چکے ہیں۔

دوسرے کے ساتھ لڑتے ہوئے بھی ایک دوسرے کا وہ احترام ملحوظ رکھتے دیکھتے ہیں جوان بزرگوں کی لڑائی میں نظر آتا ہے وہ نیک نیتی کے ساتھ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے ہوئے لڑے تھے۔ نفسانی عداوتوں اور اغراض کی خاطر نہیں لڑے تھے''۔ (رسائل و مسائل حصہ سوم ص ۱۷۱)

دیگر غلط فہمی سے لڑائی ہو جانا دونوں گروہوں میں سے کسی کے اسلام کے خلاف بھی نہیں کہ ایک کو مسلمان اور دوسرے کو کافر کہا جائے۔ یا ایک کو حق پر اور دوسرے کو باطل پر کہا جائے یا ایک کو ثواب کا حق دار اور دوسرے کو گنہگار ٹھہرایا جائے۔ کیونکہ یہ دونوں گروہ ہی اسلام پر تھے اور دونوں ہی ثواب پانے والے تھے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

''غزوہ صفین میں ایک شخص کو حضرت معاویہ ﷺ کی فوجوں سے قید کر کے لایا گیا حاضرین میں سے ایک شخص کو اس پر ترس آ گیا وہ کہنے لگا: خدا کی قسم! میں اسے جانتا ہوں کہ یہ مسلمان تھا اور بڑا صالح مسلمان تھا۔ افسوس کہ اس کا خاتمہ اس حالت پر ہو رہا ہے حضرت علی ﷺ نے فرمایا کیا کہتے ہو؟ وہ تو اب بھی مسلمان ہی ہے''۔

(تکمیل الایمان اردو ص ۱۷۷)

نیز منقول ہے کہ:

''ایک روز سیدنا علی ﷺ جنگ کے دوران باہر نکلے آپ کے ساتھ صحابی رسول سیدنا عدی بن حاتم ﷺ تھے۔ انہوں نے بنی طے کے ایک مقتول کو پڑا ہوا پایا۔ سیدنا عدی ﷺ کے منہ سے نکلا''۔ افسوس! مسلمان تھا اور آج کافر ہو کر مرا پڑا ہے''۔ حضرت علی ﷺ نے جب ان کے منہ سے یہ سنا تو فرمایا:

''کَانَ اَمْسِ مُؤْمِنًا وَّالْیَوْمَ ھُوَ مُؤْمِنٌ۔ یعنی یہ کل بھی مومن تھا اور آج

بھی مومن ہے"۔اور حضرت علی ﷺ کے ساتھیوں نے ان سے پوچھا کہ معاویہ ﷺ کے جو ساتھی جنگ صفین میں مارے گئے ہیں ان کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا وہ مومن تھے یا کافر؟ آپ نے بلا جھجک فرمایا: هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ۔یعنی وہ سب مومن ہیں"۔

(ابن عساکر "تہذیب تاریخ دمشق الکبیر" ج ا ص ۲۷۴)

بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے خود بھی دونوں کے دعویٰ کو ایک کہا (ازالۃ الخفاء اردو دوم ص ۵۴۰) اور امام حسن ﷺ کے صلح کروانے والی روایت میں دونوں گروہوں کو فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (بخاری،مشکوٰۃ) کے الفاظ سے مسلمان قرار دیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے بھی دونوں گروہوں کو مسلمان ہی فرمایا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ ہو:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا۔

(الحجرات۔۹)

ترجمہ:اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ۔

اور ظاہر ہے اسلام کے دعویٰ کے ساتھ جو بھی لڑے گا ثواب ہی کا حقدار ہوگا گناہ کا نہیں۔پس دونوں گروہوں کو، جو مسلمان ہی تھے،ثواب ہی ہوا۔گنہگار کوئی بھی نہ ہوا۔محقق العصر علامہ حافظ شفقات احمد نقشبندی نے اس پر قرآن کریم سے ایک شاندار دلیل پیش کی ہے۔ملاحظہ ہو،فرماتے ہیں:

"اگر کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ صحابہ کرام کے درمیان اختلافات بھی پیدا ہوئے بلکہ جنگیں تک بھی ہوئیں۔پھر ان میں سے حق پر کون تھا اور مقابل کے متعلق کیا شرعی حکم ہوگا تو گزارش ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان جو بھی اختلافات پیدا ہوئے وہ اصولِ دین کے متعلق نہیں تھے۔اور نہ ہی ان کی جنگیں اسلام اور کفر کی جنگیں تھیں بلکہ ان کے

اختلافات اجتہادی غلطیوں یا بعض غلط فہمیوں پر مبنی تھے جس کا ایمان اور اسلام پر کچھ اثر نہیں پڑتا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بڑے بھائی اللہ کے پیغمبر ہارون علیہ السلام سے غلط فہمی کی بنا پر جھگڑا کیا۔ تورات کی تختیاں زمین پر پھینک دیں اور ایک ہاتھ سے حضرت ہارون علیہ السلام کے سر کے بال پکڑ لئے اور دوسرے ہاتھ سے آپ کی داڑھی پکڑ لی اور کھینچی تو حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا: "یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ"۔ (طٰہٰ۔۹۴،اعراف۔۱۵۰) اے میرے ماں جائے میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ کھینچ۔ لیکن اس مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذمہ کوئی گناہ نہیں کیونکہ آپ اس غلط فہمی میں حضرت ہارون علیہ السلام سے دست و گریباں ہوئے تھے کہ شاید حضرت ہارون نے قوم کو بچھڑے کی پوجا کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا حالانکہ حضرت ہارون علیہ السلام اس سے بریُ الذمہ تھے۔ اسی طرح اگر کسی صحابی کو کسی صحابی کے بارے میں کوئی غلط فہمی پیدا ہوئی اور وہ ان سے جھگڑا لیکن درحقیقت وہ صحابی اس الزام سے بریُ الذمہ تھے تو دونوں گروہ خدا کی بارگاہ میں گنہگار نہیں ہوں گے"۔ (مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۲۹)

قابلِ غور یہ بات ہے کہ جب معصوم (نبی) سے ایسی بات ہو جانا اس کی عصمت کے خلاف نہیں تو غیر معصوم (صحابی) سے غلط فہمی میں اگر ایسی بات ہو جائے تو کیا مضائقہ ہے اور جب اس ہاتھا پائی پر اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مواخذہ نہیں فرمایا تو کیا غلط فہمی اور اجتہادی خطاء کے باعث سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کرنے پر مواخذہ متروک نہیں ہو سکتا۔

اور تحکیم یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا صلح کیلئے ثالثی اختیار کرنے سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جنگ کفر و اسلام اور حق و باطل یا بغض و عناد کے باعث

نہیں ہوئی تھی بلکہ اختلاف رائے اور غلط فہمی کا نتیجہ تھی۔ پھر جب خارجیوں نے یہ کہہ کر کہ خدا کے دین میں تحکیم درست نہیں، خروج کیا تو حضرت علی ﷺ نے تحکیم کے جواز و اثبات پر قرآن کریم سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ایک مرد و عورت کے معاملہ میں کہتا ہے کہ: "وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا۔ (النسآء۔۳۵) اور اگر ان دونوں کے درمیان اختلاف کا خوف ہو تو ایک حکم شوہر کے اہل سے اور ایک عورت کے اہل سے بھیجو۔ اگر وہ دونوں صلح کرانے کا ارادہ کریں گے تو خدا ان دونوں کو توفیق دے گا"۔ پس امت محمد ﷺ ایک عورت و مرد کے خون و حرمت سے بہت بڑی ہے تم مجھ سے اس بات کو ناپسند کرتے ہو کہ میں نے معاویہ سے صلح کر لی"۔ (ازالۃ الخفاء اردو دوم ص ۵۴۱۔۵۴۲)

باب مدینۃ العلم سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ کی پیش کردہ اس آیت مبارکہ کے مطابق صرف ان دو مرد و عورت (شوہر اور بیوی) میں صلح کرانے کیلئے حکم مقرر کئے جائیں گے جن میں مسلمان ہوتے ہوئے غلط فہمی کے باعث اختلاف ہوگا۔ اگر خدانخواستہ مرد و عورت میں کفر و اسلام کا مسئلہ پیدا ہوا یعنی دونوں میں سے کوئی ایک معاذ اللہ مُرتد ہو گیا تو ان میں نہ صلح درست ہوگی اور نہ صلح کیلئے حکم مقرر کرنا درست ہوگا۔ بلکہ ان میں تفریق ہو جائے گی۔ گویا تحکیم کے فیصلہ نے مرد و عورت دونوں کو مسلمان مان لیا تو جب مولائے کائنات حضرت علی ﷺ نے امیر معاویہ ﷺ سے صلح اور اس کیلئے حکم مقرر کرنے کے جواز و اثبات کیلئے مذکورہ آیت سے استدلال کیا ہے تو ضروری ہوا کہ یہاں بھی دونوں ہی فریقوں کا اسلام اور ایمان درست ہو اور یہاں بھی نزاع اور اختلاف کا سبب صرف غلط فہمی اور اجتہادی خطا ہی ہو۔ پس غلط فہمی اگرچہ تھی لیکن دونوں گروہ مسلمان ہی تھے یاد رہے کہ حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ (رضی اللہ

عنہما) نے صلح کیلئے ابوموسیٰ اشعری اور عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما کو اپنا پنچ مقرر فرمایا۔ (تفسیر نورالعرفان: زیرآیت النسآء ۳۵) اور پھر صلح بھی ہوگئی اور اللہ کے حکم کے مطابق ہی ہوئی۔ فرمایا: "وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا" (الحجرات۔۹) اور جب خلیفۂ راشد سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے صلح فرمالی تو اے مولا علی کی محبت اور غلامی کا دعویٰ کرنے والو! کیا وجہ ہے کہ تم حضرت امیر معاویہ سے کی گئی اس صلح پر راضی نہیں ہوتے؟ یہ بھی کوئی محبت ہے؟ یہ محبت نہیں بلکہ مخالفت ہے۔ اگر کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صلح میں صریح مخالفت کو بھی ان کی محبت اور غلامی سمجھتا ہے تو پھر یہ فلسفۂ محبت ہماری سمجھ سے بالا ہے۔

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کون سی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

ذرا سوچئے! جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نزدیک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اسلام ہی کی دعوت دینے والے ہیں اور غلط فہمی کے باعث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے قصاص پر اختلاف کے علاوہ کوئی سبب اختلافِ ونزاع بھی نہیں تو پھر آپ لوگوں کے سینے کیوں نہیں صاف ہوتے؟ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے باطل باطل اور غلط غلط ہونے کی کیوں رَٹ لگا رکھی ہے؟

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے لڑنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے تو نہیں۔ ان سے بلند مرتبہ اور عشرہ مبشرہ میں شامل کئی دیگر بزرگ بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لڑ چکے تھے۔ تو کیا کوئی ان سب کو بھی باطل پر ہونے کا طعن کر سکتا ہے؟ سنیئے حضرت امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تخصیص ایک صریح نا انصافی ہے کیونکہ وہ اس بات میں اکیلے نہیں بلکہ بہت بڑے بڑے صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم اس میں ان کے موافق ہیں جیسا کہ سیر وسوانح سے

معلوم ہوتا ہے، حضرت معاویہ ؓ سے پہلے حضرت علی ؓ سے وہ لوگ لڑ چکے تھے جو حضرت معاویہ ؓ سے زیادہ بلند مرتبہ تھے مثلاً ام المومنین عائشہ صدیقہ اور زبیر اور ان کے ساتھ والے صحابہ رضی اللہ عنہم یہ سب لوگ واقعہ جمل میں حضرت علی ؓ سے لڑے یہاں تک کہ حضرت طلحہ ؓ شہید ہو گئے اور حضرت زبیر ؓ واپس جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں قتل کر دیئے گئے۔

اور تاویل ان لوگوں کی یہ تھی کہ حضرت علی ؓ نے وارثان حضرت عثمان کو قاتلانِ عثمان کے قتل کرنے سے روک دیا تھا۔ یہی تاویل حضرت معاویہ ؓ کی بھی تھی"۔ (سیدنا امیر معاویہ ؓ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۸۱)

تو کیا آپ کے ہاں کوئی اصول کی بات نہیں؟ اگر آپ حضرت امیر معاویہ ؓ سے محض اس لئے ناراض ہیں کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے جنگ کی تو پھر اسی وجہ سے باقی حضرات سے کیوں ناراض نہیں اور اگر دیگر بزرگوں سے حضرت مولا علی ؓ کے ساتھ لڑائی لڑنے کے باوجود آپ راضی ہیں تو پھر حضرت امیر معاویہ ؓ سے کیوں راضی نہیں؟ حالانکہ حضرت امیر معاویہ ؓ سے حضرت علی ؓ نے صلح بھی فرمالی۔ وحدت امت کے دشمن خارجیوں کو حضرت مولا علی ؓ کی یہ صلح اور تحکیم پسند نہ آئی اس لئے انہوں نے خروج کیا تو کیا آپ کو بھی ان کی طرح یہ صلح پسند نہیں آئی۔ فتنہ پرداز خارجیوں نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کے فیصلہ سے اختلاف کیا اور صلح کیلئے تحکیم کو شرک اور خلاف اسلام قرار دیتے ہوئے خروج کیا اور امت سے الگ ہو گئے تو کیا آپ بھی ان خارجیوں کی پیروی میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اختلاف ہی کریں گے اور اپنا تشخص الگ قائم رکھیں گے؟ ارے جناب! اس طرح تو آپ بھی خارجیوں کی صف میں کھڑے ہو جائیں گے۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ خارجیوں کی پیروی کی بجائے حضرت مولا علی ؓ کی پیروی کریں

بلکہ سیدنا امام حسن ﷺ کی بھی پیروی کریں جنہوں نے خلیفہ ہونے کے تقریباً چھ ماہ بعد حضرت امیر معاویہ ﷺ سے مصالحت کرلی اور خلافت ان کے سپرد کرکے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

حضرت مولا علی ﷺ بھی خلیفۂ راشد ہیں اور حضرت امام حسن ﷺ بھی خلفائے راشدین میں شمار ہوتے ہیں جبکہ حدیث پاک کے مطابق مسلمانوں پر خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی واجب ولازم ہے۔ سنئے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ۔

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بروایت احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: تم میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو۔

پس جو مسلمان ہے اس پر حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ اور سیدنا امام حسن ﷺ کی پیروی لازم ہے۔ کوئی نام نہاد "مفکر اسلام" ہو، کسی "جماعت کا امیر" ہو یا "سنیوں کا کوئی عالم اور پیر" اسے سیدنا حضرت علی المرتضٰی اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہما کی پیروی سے چارہ نہیں۔ جب انہوں نے حضرت امیر معاویہ ﷺ سے صلح فرمالی تو پھر سب کو اسے قبول کرلینا چاہیے اور حضرت امیر معاویہ ﷺ سے صلح کرلینی چاہیے۔ خارجیت سے بچنے اور اہلسنّت کی متابعت پر کاربند ہونے کیلئے یہ ازحد ضروری ہے۔

اندھیری شب ہے، جدا اپنے قافلے سے ہے تو
تیرے لئے ہے میرا شعلۂ نوا قندیل

اعتراض ۲

آپ کہتے ہیں دونوں گروہ اسلام پر تھے اور دونوں ہی ثواب پانے والے تھے تو کیا مسلمان کو کوئی غلط کام کرنے پر گناہ نہیں ہوتا؟ حضرت امیر معاویہ نے خلیفۂ برحق سے جنگ کی اور ہزاروں لوگ قتل ہوئے۔ کیا انہیں پھر بھی کوئی گناہ نہیں ہوا اور جو مقتولین تھے ان کا کیا حکم ہے؟

جواب

حدیثِ رسول مقبول ﷺ اور فرمان علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے مطابق دونوں کا دعویٰ ایک تھا۔ دونوں اسلام ہی کی دعوت دینے والے تھے اور قرآن کریم اور حدیث پاک نے دونوں گروہوں کو مسلمان ہی فرمایا۔ لہٰذا ہم نے جو یہ کہا کہ دونوں گروہ اسلام پر تھے تو قرآن وحدیث کے مطابق کہا اور یہ کہ دونوں ہی ثواب پانے والے تھے تو یہ اس لئے کہ جب قرآن وحدیث کے نزدیک کسی کام میں کسی مسلمان کا دعویٰ اسلام اور اسلام کی سربلندی ہو تو پھر اسے ثواب ہی ہوتا ہے گناہ نہیں۔ لہٰذا گناہ تو جب ہوتا کہ ان میں سے کسی کا دعویٰ اسلام کے خلاف ہوتا اور وہ نفسانی خواہش سے لڑتا۔ چونکہ دونوں کا دعویٰ اسلام اور اسلام کی سربلندی تھا لہٰذا دونوں ہی ثواب پانے والے تھے۔

یہ درست ہے کہ ہر مسلمان دین کا عالم نہیں ہوتا۔ لیکن یہ درست نہیں کہ کوئی مسلمان بھی دین کا عالم اور مجتہد نہ ہو جو مسلمانوں کی راہنمائی کر سکے اور حق یہ ہے کہ مسلمانوں میں اہل علم فقہا و مجتہدین بھی ہوئے اور غیر عالم و غیر مجتہدین بھی۔ جو عالم نہیں قرآن کریم نے انہیں مجتہدین علماء سے راہنمائی لینے اور ان کی اتباع کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱) فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔(النحل۔۴۳)

ترجمہ: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (کنز الایمان)

۲) وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ۔(لقمٰن۔۱۵)

ترجمہ: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔ (کنز الایمان)

پس غیر مجتہدین ایسے مسائل جنہیں وہ خود نہیں جانتے اور بغیر اجتہاد کے مستنبط نہیں ہوتے مسلمان انہیں سمجھ نہیں سکتے تو مجتہدین اپنے اجتہاد سے وہ مسائل معلوم کرتے ہیں اور ان میں غیر مجتہدین کی راہنمائی فرماتے ہیں یعنی احکام شریعت کے

استنباط کیلئے اجتہاد ضروری ہے۔ جبکہ اجتہاد میں خطا کا امکان بھی ہوتا ہے۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ مجتہد حق اور صحیح تک ضرور ہی پہنچ جائے۔ لہٰذا ایسا ہوسکتا تھا کہ خطا کی صورت میں گناہ ہونے کے خوف سے کوئی اجتہاد ہی نہ کرتا اور لوگ راہنمائی سے محروم رہتے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ایسی رکاوٹوں کا ازالہ فرمایا اور اپنی امت کی راہنمائی کیلئے مجتہدین کو اجتہاد کی ترغیب دیتے ہوئے ثواب کی خوشخبری سنائی اور فرمایا اگر اجتہاد کرنے سے فیصلہ صحیح ہوا تو دوگنا ثواب اور ایک روایت کے مطابق دس گنا[1] ثواب ہوگا اور اگر خطا واقع ہوگئی تو ایک درجہ ثواب پھر بھی ملے گا اور یہ ثواب اس کی پُر خلوص محنت و کوشش، خدمت استنباط اور استخراج مسائل پر ملتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَخْطَاَ فَلَهٗ اَجْرٌ"۔

(مسلم ج ۲ ص ۷۶ باب بیان اجر الحاکم، بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲ کتاب الاعتصام باب اجر الحاکم، مشکوٰۃ کتاب الامارۃ)

ترجمہ: جب حاکم فیصلہ کرے تو اجتہاد کرے پھر صحیح کرے تو اس کو دو ثواب ہیں اور جب فیصلہ کرے تو اجتہاد کرے اور خطا کرے تو اس کیلئے ایک ثواب ہے۔

گویا مجتہد (حاکم) جب کسی معاملہ میں فیصلہ کرے گا تو خود اپنے اجتہاد سے کرے گا کسی دوسرے کی پیروی نہیں کرے گا جیسا کہ حضرات ائمہ اربعہ (حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم) نے اجتہاد فرمایا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ﷫ فرماتے ہیں:

---

[1] علامہ ابن حجر مکی نقل فرماتے ہیں: جب مجتہد اجتہاد کرے تو اسے دس اجر ملتے ہیں۔ (صواعق محرقہ اردو ص ۱۹۷)

"جو شخص درجہ اجتہاد پر فائز ہو، اجتہادی امور میں اس کیلئے دوسرے کی رائے اور اجتہاد کی تقلید کرنا خطا اور ناروا ہے"۔

(مکتوبات دفتر دوم مکتوب نمبر ۳۶)

اور مذکورہ بالا حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجتہاد میں خطا ہو جانے کی صورت میں بھی مجتہد کو ثواب ہی ہوگا۔ گناہ ہرگز نہیں ہوگا۔ اور قرآن کریم نے جو فرمایا:

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ۔ (لقمٰن۔۱۵)

ترجمہ: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

اس کے مطابق مجتہدین کی پیروی کرنے والوں کو بھی ثواب ہی حاصل ہوگا۔ جیسا کہ احناف وشوافع وغیرہ ثواب پا رہے ہیں۔ حدیث وفقہ کے امام سیدنا امام مالک ﷺ "موطا کتاب العقول" میں ایک روایت یوں درج فرماتے ہیں: (ترجمہ)

"یحییٰ بن سعید نے سعید بن مسیب کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے داڑھوں (کی دیت) میں ایک ایک اونٹ کا فیصلہ کیا اور حضرت معاویہ بن ابو سفیان نے داڑھوں میں پانچ پانچ اونٹوں کا فیصلہ کیا۔

سعید بن مسیب نے فرمایا کہ حضرت عمر ﷺ کے فیصلہ میں دیت گھٹ گئی اور معاویہ ﷺ کے فیصلہ میں بڑھ گئی۔ اگر میں ہوتا تو داڑھوں میں دو دو اونٹ دلاتا کہ دیت برابر ہو جاتی اور اجر ہر مجتہد کو ملتا ہے"۔

(موطا امام مالک کتاب العقول مترجم)

اس روایت سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ ثواب ہر مجتہد کو ملتا ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت عمر ﷺ کی طرح حضرت امیر معاویہ ﷺ بھی مجتہد تھے اور انہوں نے داڑھوں کی دیت کے بارے میں جو فیصلہ کیا اس پر اجر کے مستحق بھی ہیں۔ اور حضرت امیر معاویہ ﷺ کس درجہ کے عالم، فقیہہ اور مجتہد ہوئے وہ ایک تو اس بات

سے ظاہر ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کیلئے کتاب اللہ کا عالم اور ہادی و مہدی بنائے جانے کی دعائیں کی ہیں جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں نقل کر آئے ہیں اور دوسرے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایسی عظیم و جلیل ہستی نے ان کے فقیہہ ہونے کی گواہی دی ہے۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں۔ (ترجمہ)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سیدنا معاویہ ﷛ کی تعریف کی اور ابن عباس سردارانِ اہلبیت اور جنابِ علی المرتضٰی (﷛) کے تابعین میں سے ہیں۔ صحیح بخاری میں عکرمہ کہتے ہیں کہ ''میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ امیر معاویہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں فرمانے لگے وہ بے شک فقیہہ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی صحبت پائی ہے''۔ امیر معاویہ کے مناقب میں سے یہ بہت بڑی منقبت ہے اوّلاً اس طرح کہ فقیہہ مطلقاً اعلٰی مراتب کا حامل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن عباس کیلئے دعا فرماتے ہوئے کہا: ''اے اللہ! اسے دین کی فقہ اور تاویل کا علم عطا فرما'' اور حضور ﷺ کا ارشاد صحیح حدیث میں یوں ہے: ''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے' اسے دین کی فقہ اور تاویل کا علم عطا فرما دیتا ہے''۔ ثانیاً اس عظیم وصف کا حضرت امیر معاویہ ﷛ کیلئے اطلاق اس شخصیت نے کیا ہے جو حبر الامۃ، ترجمان القرآن، رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی، علی المرتضٰی کے چچازاد بھائی اور جناب علی المرتضٰی کی زندگی اور وفات کے بعد ان کے معاون ہیں یعنی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور یہ بات صحیح بخاری میں بھی موجود ثابت ہے جو قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتاب ہے۔ یعنی حضرت امیر معاویہ ﷛ کے بارے میں فقیہہ کا لفظ جو عظیم وصف ہے' موجود ہے اور اس کے قائل ابن عباس بھی فقیہہ ہیں اور اس بات پر تمام اصول و فروع کے علماء

متفق ہیں کہ فقیہہ حضرات صحابہ کرام اور سلفِ صالحین اور ان کے بعد والے حضرات کے نزدیک ایسے شخص کو کہتے ہیں جو مجتہد مطلق ہوتا ہے"۔

(دشمنانِ امیر معاویہ ﷺ کا علمی محاسبہ ص ۱۰۹۔۱۱۰ بحوالہ تطہیر الجنان ص ۲۰۔۲۱، سیدنا امیر معاویہ اُردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۴۷۔۴۸)

"حضرت علی المرتضیٰ ﷺ نے ان کی تعریف کی فرمایا کہ میرے لشکر کے مقتول اور معاویہ کے لشکر کے مقتول دونوں جنتی ہیں اس کو "طبرانی" نے بسند صحیح روایت کیا ہے اس کے سب راوی ثقہ ہیں صرف بعض میں اختلاف ہے۔ یہ قول حضرت علی ﷺ کا ایسا صریح ہے کہ اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہوسکتی۔ معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ ﷺ مجتہد تھے اور تمام شرائط اجتہاد ان میں جمع تھیں۔ اور بالاتفاق ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید جائز نہیں ہوتی۔ گو اس کے مخالف مجتہد کا اجتہاد بہت واضح ہو کیونکہ وہ بھی جو کچھ کہتا ہے دلیل ہی سے کہتا ہے۔ ہاں اگر دو مجتہدوں کا قول موافق ہوجائے تو اس کو موافقت کہیں گے تقلید نہ کہیں گے۔

حضرت علی ﷺ کا یہ قول ایسا صریح ہے کہ کسی طرح اس کی تاویل نہیں ہوسکتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ ﷺ بوجہ اپنے اجتہاد کے گو اس اجتہاد میں ان سے خطا ہوئی جیسا کہ اور مجتہدین سے ہوتی ہے' موافق حدیث کے مستحق ثواب ہیں۔ وہ بھی اور ان کے مقلدین بھی اور ان کے موافق بھی کیونکہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور بہت سے فقہائے تابعین ان کے دعویٰ کی حقیت میں حق کہ حضرت علی ﷺ سے لڑنے میں بھی ان کے موافق تھے۔ پس ان کا یہ فعل کچھ اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ حضرت علی ﷺ سے حسد رکھتے تھے یا ان پر کچھ طعن کرتے تھے بلکہ یہ ان کا اجتہاد تھا جو کسی دلیل سے ان کو حاصل ہوا تھا۔ کیونکہ مجتہد

تو دلیل کا پابند ہوتا ہے اس کو اپنی دلیل کی مخالفت جائز نہیں ہوتی اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے پیرو مستحق ثواب ہیں گو حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا"۔ (سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۴۵،۴۶)

"اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہیں ہو سکتا ہاں اگر وہ یہ کام بغیر کسی تاویل محتمل کے کرتے تو البتہ ایسا ہوتا اور یہ کئی مرتبہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک تاویل متحمل کی بنا پر یہ کام کیا تھا۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ وہ مجتہد تھے۔ غایت یہ ہے کہ وہ مجتہد مخطی تھے بہر حال وہ مستحق ثواب ہیں نہ کہ گنہگار۔

اس کے علاوہ حضرت معاویہ کی تخصیص ایک صریح ناانصافی ہے کیونکہ وہ اس بات میں اکیلے نہیں بلکہ بڑے بڑے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اس میں ان کے موافق ہیں جیسا کہ سیر و سوانح سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے وہ لوگ لڑ چکے تھے جو حضرت معاویہ سے زیادہ بلند مرتبہ تھے۔ مثلاً ام المؤمنین عائشہ اور زبیر اور ان کے ساتھ والے صحابی رضی اللہ عنہم یہ سب لوگ واقعہ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑے یہاں تک کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ واپس جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں قتل کر دیے گئے۔

اور تاویل ان لوگوں کی یہ تھی کہ حضرت علی نے وارثان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قاتلان حضرت عثمان کے قتل کرنے سے روک دیا تھا۔ یہی تاویل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی تھی۔ پس جیسا کہ ان جلیل القدر صحابہ نے بوجہ اس تاویل کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنا جائز سمجھ لیا تھا۔ اس طرح

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے بھی ان کا قتل جائز سمجھ لیا تھا اور باوجود یکہ وہ حضرت علی ﷛ سے لڑنا جائز سمجھتے تھے۔ حضرت علی ﷛ نے ان کی طرف سے عذر خواہی کی بوجہ اس کے کہ ان کی تاویل قطعی البطلان نہ تھی۔ حضرت علی ﷛ نے فرمایا: کہ ہمارے بھائیوں نے ہم سے بغاوت کی۔ اس کو ابن الجاشیہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"حضرت علی ﷛ سے جنگ جمل میں پوچھا گیا کہ اہل جمل جو آپ سے لڑے کیا مشرک ہیں؟ حضرت علی ﷛ نے فرمایا: شرک سے تو وہ بھاگتے ہیں۔ پوچھا گیا پھر کیا منافق ہیں؟ فرمایا کہ منافق اللہ کی بات بہت کم کرتے ہیں۔ پوچھا گیا پھر وہ کیا ہیں؟ فرمایا کہ وہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہم سے بغاوت کی ہے"۔

نوٹ: حضرت علی ﷛ نے ان کو اپنا بھائی کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا اسلام بلکہ کمال اسلام باقی ہے اور وہ حضرت علی ﷛ سے لڑنے میں معذور تھے......

پس اے صاحب توفیق! رسول اللہ ﷺ کے احکام کو جو باغیوں کے متعلق ہیں اور خود حضرت علی ﷛ کے حکم کو باغیوں کی بابت غور کر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کچھ بیان کیا اس پر غور کر، تجھے معلوم ہو جائے گا کہ یہ بات بالکل صریح ہے' اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی کہ خوارج کے علاوہ جس قدر لوگ حضرت علی ﷛ سے لڑے وہ سب مسلمان اور وہ اپنے مرتبہ کمال پر باقی تھے اور جس اجتہاد نے ان کو حضرت علی ﷛ سے لڑنے پر راغب کیا اس میں وہ معذور تھے۔ اور وہ لوگ اس اجتہاد میں خطا پر تھے اور اگر اس لڑائی کی وجہ سے ان پر کسی قسم کا

گناہ یا ان کے رتبہ میں کسی قسم کا نقص عائد ہوتا تو حضرت علی ﷺ لڑائی ختم ہونے کے بعد ضرور ان پر عتاب کرتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ لڑائی کے بعد حضرت علی ﷺ نے کسی لڑنے والے سے کچھ تعرض نہیں کیا بلکہ ان سے نہایت حلم اور احسان اور صلح و منت کے ساتھ پیش آئے"۔

نیز حضرت معاویہ ﷺ کی تعریف میں وہ حدیث صحیح ہے جو آئندہ حضرت علی ﷺ سے حالات خوارج کے متعلق منقول ہوگی۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی ﷺ سے فرمایا کہ "تم لوگوں کو قتل کرو گے اس حال میں کہ تم بہ نسبت ان کے حق سے زیادہ قریب ہو گے" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ ﷺ کا گروہ بھی حق سے قریب تھا۔ (ہاں! زیادہ قریب نہ تھا بلکہ حضرت علی ﷺ کی بہ نسبت کم قریب تھا) پس اب ان پر حضرت علی ﷺ سے لڑنے کے باعث کوئی ملامت نہ رہی اگرچہ وہ لوگ باغی تھے بوجہ اس کے کہ وہ مجتہد تھے اور تاویل کرتے تھے یہ روایت اس بات کو صاف ظاہر کر رہی ہے"۔

آنحضرت ﷺ کی بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک جماعت کے روبرو اپنے صاحبزادہ حسن ﷺ کی تعریف فرمائی کہ "میرا بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا"۔ اس سے صاف

(بقیہ سابقہ) صرف قصاص کے متعلق تھا۔ خلافت و امارت میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ اس بات کا ایک بیّن ثبوت یہ بھی ہے کہ جناب سیدنا امیر معاویہؓ جناب سیدنا طلحہؓ جناب سیدنا زبیرؓ (حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ) رضی اللہ عنہم نے خلافت علی کو تسلیم کرتے ہوئے ان سے قصاص لینے کا مطالبہ کیا تھا اگر یہ حضرات جناب علی المرتضی ﷺ کی خلافت کو قبول نہ فرماتے ہوتے تو پھر جناب سیدنا امیر معاویہ ﷺ جناب سیدنا عثمان ذوالنورین ﷺ کے قصاص کے احکام خود جاری فرماتے"۔

(مناقب سیدنا امیر معاویہ ﷺ ص ۱۰۸۔۱۰۹)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کمال اسلام پر قائم تھے اور جو کچھ ان سے خلاف صادر ہوا اس میں وہ معذور تھے گو امام برحق حضرت علی ﷛ ہیں۔

جمل وصفین والے حضرت علی ﷛ سے محض اس وجہ سے لڑے کہ ان کو یہ خیال تھا کہ حضرت علی ﷛ نے قاتلان عثمان سے قصاص نہیں لیا حالانکہ حضرت علی ﷛ اس سے بری تھے۔ باوجود اس کے پھر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو معذور سمجھا، بوجہ اس کے کہ حضرت علی ﷛ جانتے تھے کہ یہ لوگ امام ہیں فقیہہ ہیں اور آنحضرت ﷺ فرما چکے تھے کہ جب مجتہد سے اجتہاد میں غلطی نہ ہو تو اس کو دوگنا ثواب ملے گا اور اگر اس سے غلطی ہو جائے تو صرف ایک ہی ثواب ملے گا۔ پس حضرت علی ﷛ مجتہد غیر خاطی تھے لہٰذا ان کو دوگنا بلکہ دس گنا ثواب ملے گا جیسا کہ ایک روایت میں ہے اور حضرت علی ﷛ سے لڑنے والے مثل عائشہ، طلحہ، زبیر، معاویہ، عمرو بن عاص اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو ان کے ہمراہ تھے جن میں اہل بدر بھی شامل تھے مجتہد خاطی تھے۔ لہٰذا ان کو ایک ہی ثواب ملے گا''۔

(سیدنا امیر معاویہ ﷛ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۸۰ تا ۸۴)

اب دیکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ ﷛ اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کے درمیان اختلاف کیسے ہو گیا۔ جناب مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کا مصریوں نے محاصرہ کیا۔ تین دن یا زیادہ تک پانی نہ پہنچنے دیا۔ اور پھر گھر میں داخل ہو کر محمد بن ابوبکر صدیق اور تیرہ دیگر آدمیوں نے انہیں نہایت بے دردی سے شہید کیا۔ آپ کی شہادت کے بعد امیر المؤمنین علی ﷛ مہاجرین و انصار کے اتفاق رائے سے خلیفہ مقرر ہوئے لیکن چند وجوہات کی بنا پر

قاتلین عثمان غنی سے قصاص نہ لیا جا سکا۔ یہ خبریں شام میں امیر معاویہ کو پہنچیں۔ انہوں نے پیغام بھیجا کہ خلیفۃ المسلمین کا خاص مدینہ شریف میں شہید کر دیا جانا بہت ہی اہم معاملہ ہے ازراہ کرم سب سے پہلے قاتلین پر قصاص جاری کیا جائے لیکن کچھ مجبوریوں کی بنا پر قصاص نہ لیا جا سکا۔ ادھر امیر معاویہ کے دل میں یہ بات ذہن نشین کرائی گئی کہ علی مرتضیٰ معاذ اللہ دیدہ و دانستہ قصاص لینے میں کوتاہی فرما رہے ہیں اور اس قتل میں نعوذ باللہ منہ ان کا ہاتھ ہے بلکہ خود ان کے قاتلین کو پولیس یا فوج میں بھرتی کر لیا گیا ہے۔ غرضیکہ بیچ کے بعض مفسدوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ بات جانشین کر دی کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ دیدہ دانستہ قصاص جاری کرنے میں چشم پوشی فرما رہے ہیں۔ امیر معاویہ کی طرف سے برابر قصاص کا مطالبہ رہا۔ ابھی تک نہ آپ کی خلافت کا انکار کیا تھا[1] نہ اپنی حکومت علیحدہ کرنے کا خیال تھا۔ صرف خون عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ تھا۔

آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ امیر معاویہ کے دل میں یہ بات جاگزیں ہو گئی کہ علی مرتضیٰ خلافت کے لائق نہیں اور خلافت کی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا نہیں کر سکتے کیونکہ اتنے بڑے اہم خون کا قصاص نہ لیا جا سکا تو دیگر انتظامی امور کیا ادا ہو سکیں گے۔ اختلاف کی اصل بنیاد یہ تھی باقی سارے اختلافات اسی جڑ کی شاخیں تھیں۔ دیگر تمام

---

[1] حاشیہ شرح عقائد نمبر ۴ ص ۱۰۹ سے منقول ہے۔ (ترجمہ)
جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لئے اختلاف نہیں کیا تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اپنے آپ کو خلافت کا زیادہ حق دار سمجھتے تھے بلکہ یہ اختلاف اس شبہ میں ہوا تھا کہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قتل کا قصاص لینے کیلئے موجودہ حالات میں خلیفۂ وقت کے ساتھ جنگ کرنا جائز ہے ان کا اختلاف

حضرات کی وجہ مخالفت بھی یہی قتل عثمان تھا‘‘۔

(امیر معاویہ ﷛ پر ایک نظر ص ۱۷۰ ۔ ۱۷۱)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف ’’احیاء العلوم‘‘ کے حوالہ سے منقول ہے۔ (ترجمہ)

’’وہ جھگڑا جو امیر معاویہ اور علی المرتضٰی ﷛ کے درمیان ہوا ۔اس کا دارومدار اجتہاد پر تھا یہ نہیں کہ امیر معاویہ نے امامت کی خاطر یہ جنگ کی تھی کیونکہ حضرت علی المرتضٰی کا ظن یہ تھا کہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو جناب عثمان ﷛ کے ورثاء کے سپرد کر دینا خطرہ سے خالی نہیں کیونکہ ان قاتلین کے خاندان لمبے چوڑے تھے اور ان کے بہت سے افراد فوج اسلام میں شامل تھے لہٰذا خلافت کے ابتدائی دور میں ہلچل مچ جائے گی ۔اس بنا پر آپ نے یہ رائے قائم کی کہ اس معاملہ کو ذرا مؤخر کر دیا جائے۔ ادھر حضرت امیر معاویہ ﷛ کا ظن یہ تھا کہ اگر یہ معاملہ مؤخر کر دیا گیا باوجود اس کے کہ یہ بہت بڑا جرم تھا تو لوگوں کو پھر ائمہ دین کے قتل کرنے کی شہ (ترغیب) مل جائے گی اور خون ریزی کا بازار گرم ہو جائے گا‘‘۔

(دشمنانِ امیر معاویہ ﷛ کا علمی محاسبہ ج ا ص ۱۳۳ ۔ ۱۳۴ بحوالہ شواہد الحق ص ۲۶۳ تا ۲۶۵)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف کی بنیاد حضرت عثمان ذوالنورین ﷛ کی شہادت تھی ۔امیر معاویہ ﷛ کہتے اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی موافقت میں کہتیں کہ حضرت عثمان ﷛ کے قاتلوں سے قصاص لینے میں عجلت کرنی چاہیے تا کہ لوگوں کو خلفاء پر جرأت نہ ہو ۔مگر حضرت علی ﷛ نے دیر اور

تاخیر میں مصلحت دیکھی تاکہ امر خلافت میں خلل واقع نہ ہو۔ اس اختلاف کی بنیاد یہ بات ہے جس کے بارے میں علماء یہ فرماتے ہیں کہ اختلاف کی بنیاد اجتہاد کی غلطی تھی"۔ (مدارج النبوت اردو دوم ص ۹۳۶)

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ علامہ علقمی سے نقل کرتے ہیں کہ:

حضور نبی اکرم ﷺ نے ہم پر واجب فرمایا تھا کہ ہم صحابہ کرام کے اختلافات کے بارے میں اپنی زبان بند رکھیں۔ ان کے درمیان جو لڑائیاں اور اختلافات واقع ہوئے' جن کے سبب بہت سے صحابہ شہید ہوئے تو یہ ایسے خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا لہٰذا ہم اپنی زبانوں کو ان سے ملوث نہیں کرتے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ سب اس بارے میں ماجور (اجر دیئے گئے) ہیں کیونکہ ان سے جو کچھ صادر ہوا وہ ان کے اجتہاد پر مبنی تھا اور ظنی مسئلہ میں مجتہد اگر خطا بھی کر جائے' مستحق ثواب ہے"۔ (برکاتِ آل رسول ﷺ ص ۲۷۹ ترجمہ الشرف المؤبد)

یہی امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ امام ابن حجر مکی سے نقل کرتے ہیں:

"مسلمان پر لازم ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے صحابہ اور اہل بیت کا ادب واحترام کرے۔ ان سے راضی ہو۔ ان کے فضائل وحقوق پہچانے اور ان کے اختلافات سے زبان کو روکے کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی ایسے امر کا ارتکاب نہیں کیا جسے وہ حرام سمجھتے ہوں بلکہ ان میں سے ہر ایک مجتہد ہے' پس وہ سب ایسے مجتہد ہیں کہ ان کیلئے ثواب ہے۔ حق تک پہنچنے والے کیلئے دس ثواب اور خطا کرنے والے کیلئے ایک ثواب ہے۔ عتاب، ملامت اور نقص ان سب سے مرفوع (یعنی اٹھا لیا گیا) ہے' یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لے ورنہ تو پھسل جائے گا اور تیری ہلاکت و ندامت میں کوئی کسر نہ رہ جائے گی"۔

آگے نقل کرتے ہیں کہ علامہ لقانی نے جوہرہ کی شرح کبیر میں فرمایا:

''ان سب لڑائیوں کا سبب یہ تھا کہ معاملات مشتبہ تھے۔ ان کے شدید اشتباہ کی بنا پر ان میں اجتہادی اختلاف پیدا ہو گیا اور ان کی تین قسمیں ہو گئیں' ایک قسم پر اجتہاد سے یہ ظاہر ہوا کہ حق اس طرف ہے اور مخالف باغی ہے لہٰذا ان پر واجب تھا کہ ان کے عقیدے میں جو حق پر تھا اس کی امداد کرتے اور باغی سے جنگ کرتے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جس شخص کا یہ حال ہوا سے روا نہیں کہ اس کے عقیدے میں جو لوگ باغی ہیں ان کے ساتھ جنگ کے موقع پر امام عادل کی امداد سے کنارہ کش ہو۔ دوسری قسم تمام امور میں پہلی قسم کے برعکس تھی۔ تیسری قسم وہ تھی جن پر معاملہ مشتبہ ہو گیا اور وہ حیرت میں مبتلا ہو گئے۔ ان پر کسی جانب کی ترجیح واضح نہ ہوئی تو وہ دونوں فریقوں سے الگ ہو گئے۔ ان کیلئے یہ علیحدگی ہی واجب تھی کیونکہ کسی مسلمان سے جنگ اس وقت تک جائز نہیں جب تک یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ وہ اس کا مستحق ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ وہ سب معذور اور ماجور ہیں۔ اسی لئے اہل حق اور وہ حضرات جو قابل اعتماد ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں اور ان کی شہادت اور روایت مقبول ہے''۔

اور پھر علامہ سعد الدین تفتازانی سے نقل فرماتے ہیں:

''اہل حق کا اتفاق ہے کہ ان تمام امور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور تحقیق یہ ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اور تمام جنگیں اور اختلافات تاویل پر مبنی ہیں' ان کے سبب کوئی بھی عدالت سے خارج نہیں کیونکہ وہ مجتہد ہیں''۔ (برکاتِ آلِ رسول ﷺ ص ۲۸۱۔۲۸۲ اردو ترجمہ الشرف المؤبد)

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت معاویہ ؓ تنہا اس معاملہ میں نہیں ہیں' کم و بیش آدھے اصحاب کرام ان کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں پس اگر حضرت امیر (سیدنا علی) ؓ کے ساتھ لڑائی کرنے والے کافر یا فاسق ہوں تو نصف دین سے اعتماد اٹھ جاتا ہے جو ان کی تبلیغ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے اس بات کو سوائے زندیق کے جس کا مقصود دین کی بربادی ہے کوئی پسند نہیں کرتا''۔

اے برادر! اس فتنہ کے برپا ہونے کا منشاء حضرت عثمان ؓ کا قتل اور ان کے قاتلوں سے ان کا قصاص طلب کرنا ہے''۔

(مکتوبات دفتر اول حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۵۱)

''صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان جو جھگڑے اور جنگیں ہوئی ہیں مثلاً جنگ جمل اور جنگ صفین تو ان کو اچھے معانی پر محمول کرنا چاہیے اور خواہشات اور تعصب سے دور رہنا چاہیے کہ ان بزرگوں کے نفوس جناب خیر البشر علیہ الصلوات والتسلیمات کی صحبت میں خواہشات اور تعصب سے پاک ہو چکے تھے اور حرص و کینہ سے بالکل صاف تھے۔ وہ اگر صلح کرتے تھے تو حق کیلئے اور اگر جھگڑا کرتے تھے تو وہ بھی حق کیلئے۔ ہر گروہ اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرتا تھا اور خواہشات اور تعصب کے شائبہ سے پاک ہو کر مخالف کی مدافعت کرتا تھا پھر جس کا اجتہاد درست ہوا اسے دو درجے اور ایک قول کے مطابق دس درجے کا ثواب ملتا ہے اور جس کا اجتہاد درست نہ ہوا اسے بھی ایک درجہ ثواب مل گیا۔ پس خطا کرنے والا بھی درست اجتہاد کرنے والے کی طرح ملامت کا مستحق نہیں ہے وہ بھی درجات ثواب میں ایک درجہ ثواب کی امید رکھتا ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ ان جنگوں میں حق حضرت امیر جناب علی کرم اللہ وجہہ کی طرف تھا اور مخالفوں کا اجتہاد درست نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ طعن کرنے کے مستحق نہیں ہیں اور ملامت کی گنجائش نہیں رکھتے چہ جائیکہ ان کو کافر یا فاسق کہا جائے۔ حضرت امیر جناب علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ: ''ہمارے بھائی ہم پر باغی ہوئے ہیں وہ کافر ہیں نہ فاسق کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے جو کفر اور فسق سے روکتی ہے'' اور ہمارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے ''جو اختلاف میرے صحابہ میں ہوں ان میں زبان کشائی سے بچنا'' پس پیغمبر خدا ﷺ کے تمام صحابہ کرام کو بزرگ سمجھنا چاہیے اور سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہیے اور ان میں سے کسی بزرگ کے حق میں برا نہ ہونا چاہیے اور نہ ہی بدگمانی کرنا چاہیے اور ان کے جھگڑوں کو دوسروں کی مصالحت سے بہتر سمجھنا چاہیے نجات اور خلاصی کا صرف یہی طریقہ ہے''۔ (مکتوبات دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۶۷)

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''امیر معاویہ ؓ کا مجتہد مخطی معذور ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ بھی شبہ سے متمسک تھے اگرچہ میزان شرع میں اس سے وزن دار حجت موجود تھی۔ یہ شبہ[1] وہی تھا جو اصحاب جمل کو پیش آیا۔ لیکن اس میں اتنا اشکال اور بھی بڑھا ہوا تھا کہ امیر معاویہ اور اہل شام نے بیعت نہ کی تھی

---

[1] اس شبہ کی وضاحت اور تائید مولانا مودودی کی زبانی سنیے' وہ کہتے ہیں: ''بعض اکابر صحابہ کا حضرت علی ؓ کی بیعت سے الگ رہنا .... یہ طرز عمل اگرچہ ان بزرگوں نے انتہائی نیک نیتی کے ساتھ محض فتنے سے بچنے کی خاطر اختیار فرمایا تھا لیکن بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا جس فتنے سے وہ بچنا چاہتے تھے' اس سے بدرجہا زیادہ بڑے فتنے میں ان کا یہ فعل اُلٹا مددگار بن گیا۔ وہ بہرحال امت کے نہایت بااثر لوگ تھے ان میں سے ہر ایک ایسا تھا جس پر ہزاروں مسلمانوں کو اعتماد تھا ان کی علیحدگی نے دلوں میں شک ڈال دیئے''۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۲۴)

اور جانتے تھے کہ خلافت کا پورا ہونا تسلط اور احکام نافذ ہونے سے ہے اور یہ بات ابھی متحقق نہیں ہوئی۔ پھر تحکیم کے معاملہ نے اس خیال کو اور راسخ کر دیا اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ"۔

(ازالۃ الخفاء اردو ص ۵۵۱)

"حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اصحاب رسول خدا ﷺ میں سے ایک صحابی تھے اور روز مرّہ صحابہ ؓ میں بڑے صاحب فضیلت تھے۔ کبھی ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور ان کی بدگوئی میں مبتلا نہ ہونا ورنہ تم حرام کے مرتکب ہو گے"۔ (ازالۃ الخفاء اردو اول ص ۳۴۴)

حضرت علامہ شیخ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"حدیث مرفوع صحیح السند سے ثابت ہے کہ حاکم اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے تو اگر وہ فیصلہ درست ہے تو اس کیلئے دوہرا اجر ہے اور اگر اجتہادی فیصلہ مبنی بر خطا ہے تو اس کیلئے ایک نیکی ہے۔ اس حدیث کو بخاری، مسلم، مسند احمد، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے ابوہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے پھر بخاری، احمد، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے بھی روایت کیا ہے نیز اسی روایت کو بخاری نے ابوسلمہ سے بھی نقل کیا ہے۔

اجتہاد مصیب پر دو اجر ہیں اور صرف اجتہاد پر ایک نیکی ہے چاروں صحابہ (حضرت طلحہ، حضرت زبیر، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور حضرت امیر معاویہ) علیہم الرضوان اس جنگ میں مجتہد تھے۔ مگر ان کے اجتہاد میں خطا تھی جبکہ حضرت علی مصیب فی الاجتہاد تھے۔ اصول میں یہ بات مقرر شدہ ہے کہ مجتہد کو بہرصورت اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں مجتہد اور اس کے مقلدین پر کوئی ملامت نہیں پس اس جنگ

میں شہید ہونے والے اور شہید کرنے والے دونوں فریقوں کے لوگ جنتی ہیں۔والحمدللہ رب العلمین"۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ الناہیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۴۰)

پس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو فقیہہ و مجتہد تھے، کے سامنے جب خلفائے راشدین میں سے خلیفہ سوم جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قتل کے قصاص کا معاملہ آیا تو انہوں نے اجتہاد فرمایا اور بحیثیت مجتہد یہ اجتہاد کرنا ان کیلئے ضروری اور درست تھا۔ جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ۔

(بخاری کتاب الاعتصام، مشکوۃ کتاب الامارت، کنز العمال ج ۶ ص ۷۔حدیث نمبر ۱۴۵۹۷)

ترجمہ: جب حاکم فیصلہ کرے تو اجتہاد کرے۔

اب اگر غلط فہمی کی بنا پر اجتہاد میں خطا ہوگئی اور جنگ پیش آگئی اور ہزاروں لوگ قتل بھی ہو گئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حدیث پاک کے مطابق گناہ پھر بھی نہ ہوا بلکہ ثواب ہی ہوا۔ کیونکہ رضائے خداوندی اور اسلام کی سربلندی کیلئے آپ پر صرف اجتہاد کرنا لازم تھا۔اور اس میں آپ نے پُرخلوص کوشش فرمائی اور ثواب بھی اسی پُرخلوص کوشش پر ہے۔اب حکم خداوندی "وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ یعنی تو بھی اسی کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔(لقمٰن)" کے مطابق جنہوں نے آپ کی اتباع اور معاونت کی' انہیں بھی ثواب ہی ہوا۔ چاہے انہوں نے مخالف سمت والوں کو قتل کیا' چاہے خود قتل ہو گئے اور ہم کسی غیر مجتہد مسلمان کیلئے جو کسی مجتہد کا متبع اور مقلد بھی نہ ہو، ثواب پر اصرار نہیں کرتے۔لیکن مجتہد تو اپنے اجتہاد میں خطاً ہو جانے کے باوجود بھی ثواب پائے گا اور پھر اس کے متبعین و مقلدین بھی کہ انہوں نے حکم خداوندی کے مطابق ہی اسی کی اتباع و تقلید کی ہے۔اور امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مجتہد کی تقلید احتمال خطا کی صورت میں بھی جائز اور درست بلکہ واجب ولازم ہے"۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۳۱)

پس حضرت امیر معاویہ ﷛ جو فقیہہ و مجتہد ہیں۔ خلیفۂ برحق، خلیفۂ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کرنے کی اجتہادی خطا کے باوجود ثواب پانے والے ہیں۔ اسی طرح ان کے ہمراہ لڑنے والے ان کے معاونین بھی ثواب پانے والے ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ ﷛ کا اپنا فیصلہ بھی یہی ہے۔ فرمایا:

قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَتْلَایَ وَقَتْلٰی مُعَاوِیَةَ فِی الْجَنَّةِ۔ رواہ الطبرانی (تطہیر الجنان ص ۱۹)

ترجمہ: حضرت علی ﷛ نے فرمایا: میری اور معاویہ کی جنگ میں قتل ہونے والے (دونوں طرف کے لوگ) جنتی ہیں۔

قَتْلَانَا وَقَتْلَاهُمْ فِی الْجَنَّةِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۵ ص ۳۰۳)

ترجمہ: ہمارے اور ان کے مقتولین جنت میں ہیں۔

اور جب حضرت علی ﷛ نے طرفین کے مقتولین کو جنتی فرمادیا تو گویا دونوں کو آئینی اور شرعی طرز عمل کا مرتکب تسلیم فرمالیا' دونوں کو ثواب پر بھی قرار دیا' اور وہ ثواب حاصل کر کے جنت چلے گئے۔ اگر ثواب کے حقدار نہ ہوتے تو جنتی کیسے ہوتے اور جب سیدنا علی المرتضیٰ ﷛ نے سب کو جنتی فرمادیا تو محبت اور غلامی کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے "قول" کو درست مان کر سب کو جنتی مان لیا جائے۔

محدث جلیل امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حضرت معاویہ ﷛ کی فضیلت پر دلالت کرنے والی وہ دعا بھی ہے جو حدیث میں آپ کیلئے کی گئی ہے کہ انہیں علم ملے اور عذاب

سے بچائے جائیں۔ (اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَۃَ الْکِتٰبَ وَالْحِسَابَ وَقِہِ الْعَذَابَ) اور بلاشبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اس سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان جنگوں کی وجہ سے کوئی عذاب نہ ہوگا بلکہ اجر ملے گا جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے"۔

(الصواعق المحرقہ اردو ص ۲۲۷)

پس دونوں گروہ ثواب پانے والے تھے۔ اسی لئے طرفین کے مقتولین شہید اور جنتی ہیں حتیٰ کہ حضرت عمار بن یاسر، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم طرفین کے شہیدوں میں شامل ہیں جو یقینی جنتی ہیں۔

توڑا نہیں جادو مری تکبیر نے تیرا؟
ہے تجھ میں مکر جانے کی جرأت تو مکر جا

اعتراض ۳ (طعنِ مودودی)

آپ نے کہا: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا گروہ اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا گروہ دونوں باہم لڑنے کے باوجود ثواب کے مستحق ہیں تو پھر یہ جو حدیث پاک میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: "تم کو باغی گروہ قتل کرے گا"۔ اور یہ بھی کہ "عمار لوگوں کو جنت کی دعوت دیں گے اور وہ عمار کو جہنم کی طرف بلائیں گے"۔ کے بارے میں مولانا مودودی صاحب کہتے ہیں کہ:

"اس جنگ کے دوران میں ایک واقعہ ایسا پیش آ گیا جس نے نصِ صریح سے یہ بات کھول دی کہ فریقین میں سے حق پر کون ہے اور باطل پر کون۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صحابہ رضی اللہ عنہم میں مشہور و معروف تھا اور بہت سے صحابیوں نے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

زبان مبارک سے سنا تھا کہ تقتلك الفئة الباغیه (تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا) مسند احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، طبرانی، بیہقی، مسند ابوداؤد، طیالسی وغیرہ کتب حدیث۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۳۶)

مولانا مودودی صاحب کا کہنا ہے کہ چونکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل ہو کر حضرت امیر معاویہ کے مخالف لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے' لہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باطل پر تھے' تو اب بتائیں آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

جواب

ہم نے جو دونوں گروہوں کو ثواب کا مستحق کہا ہے تو بے دلیل نہیں کہا بلکہ قرآن و حدیث اور علمائے اہلسنت کی تصریحات کی روشنی میں کہا ہے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ کسی مخالف میں یہ جرأت نہیں کہ کسی محکم دلیل کے ساتھ اس کا انکار کر سکے۔ بلکہ آپ نے بھی تو ہمارے پیش کردہ متعدد دلائل میں سے کسی ایک پر اعتراض نہیں کیا۔ ہاں ایک نئی روایت پیش کر کے ایک نیا اعتراض کر دیا ہے۔ ہم چند گزارشات بطور تجزیہ پیش کرتے ہیں' اگر بلا تعصب غور کیا گیا تو امید ہے اصلاحِ احوال میں ضرور مدد ملے گی۔ (انشاء اللہ)

دیگر ہم نے گزشتہ صفحات میں مقاماتِ صحابہ اور فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے ضمن میں جو آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ پیش کی ہیں انہیں ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمالیں تاکہ آپ کو اس وعدہ جو خدا اور رسول ﷺ نے صحابہ کرام سے اپنی رضا کا اور ان کے کامیاب اور جنتی ہونے کا کیا ہے' پر یقین آ جائے۔ اور آپ کو اس کی مخالفت سے تائب ہونے کی توفیق اور سعادت حاصل ہو سکے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی پیش نظر رکھیں اور ہم پہلے بھی اس طرف توجہ دلا چکے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لڑنے والے اکیلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی نہیں کئی دیگر حضرات بھی ہیں پھر وہ عام لوگ بھی نہیں بلکہ حضور ﷺ کے صحابہ کرام ہیں۔ حتیٰ کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ،

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر ایسے قطعی جنتی بھی ہیں جن کے جنتی ہونے میں معترضین و مخالفین کو بھی انکار نہیں۔ لہٰذا منہ اٹھا کر ایسے بزرگوں کو دوزخی کہہ دینا گویا اپنے دین و ایمان کا بیڑہ غرق کرتا ہے۔ امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی ﷜ کا ارشاد گرامی پھر نقل کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"حضرت معاویہ تنہا اس معاملہ میں نہیں ہیں کم و بیش آدھے اصحاب کرام ان کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ پس اگر حضرت امیر (سیدنا علی) ﷜ کے ساتھ لڑائی لڑنے والے کافر یا فاسق ہوں تو نصف دین سے اعتماد اٹھ جاتا ہے جو ان کی تبلیغ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ اس بات کو سوائے زندیق کے جس کا مقصود دین کی بربادی ہے کوئی پسند نہیں کرتا"۔ (مکتوبات دفتر اوّل حصہ چہارم مکتوب نمبر ۲۵۱)

لہٰذا زندقہ اور بے دینی سے بچنے کیلئے اپنی زبانوں کو روکنا بہت ضروری ہے ہاں جسے ایمان ہی عزیز نہ ہو یا جس کا مقصود اپنے دین کی بربادی ہو۔ اس زندیق سے اچھائی کی ہرگز امید نہیں اور ہم اس سے مخاطب بھی نہیں۔

مزید برآں یہ کہ آپ نے جس روایت کو اعتراض کی بنیاد بنایا ہے۔ اس سے آپ کا مؤقف تو ثابت نہیں ہوتا البتہ مقامات صحابہ کو یہ ضرور مجروح کرتی ہے حالانکہ قرآن و حدیث فضائل صحابہ سے بھرے پڑے ہیں اور جب یہ روایت قرآن و حدیث کے برعکس عظمت صحابہ کا انکار کرتی ہے تو ضروری ہے کہ پہلے اس کا جائزہ لیا جائے۔ محدث جلیل امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"مورخین کی خبروں اور صحابہ کے درمیان ہونے والے اختلاف و اضطراب خصوصاً رافضیوں اور شیعوں کی جاہلانہ اور گمراہانہ باتوں اور بدعتیوں کی نکتہ چینیوں سے اعراض کرتے ہوئے ان کے بارے میں خاموشی اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب

میرے صحابہ کا ذکر ہو رہا ہو تو خاموش رہا کرو۔

پس جو شخص کوئی بات سنے اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ محض کسی کتاب میں کسی بات کے دیکھنے یا کسی شخص سے سننے کی وجہ سے اسے مضبوطی سے نہ پکڑے اور نہ ہی اسے کسی کی طرف منسوب کرے۔ بلکہ اس کی تحقیق کرے یہاں تک کہ اس بات کا کسی صحابی کی طرف انتساب درست ثابت ہو جائے۔ پھر بھی اس کیلئے واجب ہے کہ وہ کوئی اچھی سی تاویل کرے اور اس کا کوئی اچھا مفہوم مراد لے کیونکہ وہ لوگ اس کے اہل ہیں۔ جیسا کہ ان کے مناقب میں یہ بات مشہور اور ان کے کارناموں میں شمار ہے"۔ (الصواعق المحرقہ اردو ص ۷۱۴۔۷۱۵)

"ہمارے ائمہ اصول نے بدعتیوں کے اعتراضات بھی ذکر کیے ہیں۔ جن میں انہوں نے حضرت علی اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر افترا پردازیاں کی ہیں ان اعتراضات کو ذکر کر کے ایسا رد کر دیا ہے کہ کسی اعتراض میں کچھ جان باقی نہیں رہی۔ ہمارے ائمہ محدثین نے بیان کر دیا ہے کہ اکثر باتیں جو ان لڑائیوں کے متعلق منقول ہیں' جھوٹی ہیں یا ان کی سند میں کوئی خرابی ہے۔ جیسا کہ میں نے اس کتاب میں اکثر حدیثوں کی بابت بیان کیا ہے۔ مطلب یہ کہ صحابہ کی لڑائیاں اس طرح بیان کرنا جس سے کسی پر الزام عائد ہو یا عوام کو بدگوئی کا موقع ملے نہ چاہیے۔ بعض جاہل لوگ جن کی عادت یہ ہے کہ جو کچھ دیکھ لیتے ہیں' نقل کر لیتے ہیں اور ظاہری مطلب مراد لے لیتے ہیں۔ نہ سند پر غور کرتے ہیں نہ حدیث کا صحیح مطلب بیان کرتے ہیں اس میں بڑا فساد ہوتا ہے"۔

(سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۷۱)

گویا اس روایت کی تحقیق ضروری ہے اور جب ہم تحقیق کی طرف توجہ کرتے ہیں تو

معلوم ہوتا ہے کہ علمائے اہلسنت اس کی صحت سے انکار کرتے ہیں اور اس کے راویوں پر سخت جرح کرتے ہیں جس سے یہ روایت مجروح ثابت ہوتی ہے۔ سب سے پہلے انہی امام ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

"یہ بات اس وقت ثابت ہوگی جبکہ حدیث کو صحیح مان لیا جائے اور اس کی تاویل ممکن نہ ہو۔ مگر جبکہ حدیث ہی صحیح نہ ہو تو اس سے استدلال کیونکر ہو سکتا ہے اور یہاں یہی کیفیت ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے اور ابن حبان کا صحیح کہنا اور لوگوں کے ضعیف کہنے کو رد نہیں کر سکتا۔ خصوصاً اس حال میں کہ ابن حبان صحیح کہنے میں سُست (غیر محتاط) مشہور ہیں"۔

(سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۷۹۔۸۰)

مفسر قرآن مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہم نے اس حدیث پاک کو محدثین اور محققین کے اقوال کی روشنی میں بار بار دیکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اگر صحیح ہوتی تو علمائے کرام اس کی تاویل کی طرف توجہ دیتے۔ ہم بھی اس خودساختہ حدیث کی تاویل نہیں کرتے نہ اسے درخور اعتنا جانتے ہیں......

ابی حاتم جیسے محققین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مگر تم اس حدیث کو لے کر صحابہ کرام کو سب و شتم کر رہے ہو۔ صحابہ کرام کی دونوں جماعتوں کا جنگ و قتال اجتہادی تھا' اگرچہ ایک جماعت نے اجتہاد میں غلطی کی' مگر مجتہد کی غلطی درخور اعتراض نہیں ہوتی۔ پھر جس حدیث سے تم استدلال کرتے ہو اس کا کوئی سر اور پاؤں ہی نہیں ہے"۔

(الناہیہ لمن ذم المعاویہ ص ۱۴۱۔۱۴۲)

شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی رقمطراز ہیں:

''صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں یہ حدیث اسی طرح درج ہے لیکن امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے۔ عمار لوگوں کو جنت کی طرف دعوت دیں گے اور وہ انہیں دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ اس روایت میں ''تَقتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ۔ تم کو باغی جماعت قتل کرے گی'' کے الفاظ نہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی بزاز کی سند کے ساتھ جو صحیح مسلم کی شرط پر ہے، ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری ﷛ نے اعتراف کیا ہے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ الفاظ نہیں سنے۔ اسی لئے امام بخاری نے اپنی صحیح سند میں یہ الفاظ درج نہیں کئے۔ اس تحقیق کے پیش نظر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں جن احادیث میں ''تقتلك الفئة الباغيه''۔ (تم کو باغی گروہ قتل کرے گا) کی زیادتی ہے وہ مدرج ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہے بلکہ راویوں نے اپنی طرف سے یہ زیادتی حدیث میں ملا دی ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۹)

جب یہ ثابت ہوگیا کہ اصل حدیث یوں ہے'' عمار لوگوں کو جنت کی دعوت دیں گے اور وہ ان کو دوزخ کی'' تو اس کو حضرت معاویہ ﷛ کی طرف متوجہ کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ مشرکین کی طرف متوجہ ہے یعنی حضرت عمار مشرکین کو جنت کی دعوت دیں گے اور وہ انہیں دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

نیز قرآن کریم میں ہے:

فقاتلوا الّتی تبغی حتّٰی تفئ الٰی امر اللّٰہ۔ (الحجرات۔۹)

باغی گروہ سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کرے۔

اگر حضرت معاویہ ﷜ باغی ہوتے تو حضرت علی ﷜ پر لازم تھا کہ وہ ان سے مسلسل جنگ کرتے یہاں تک کہ وہ حضرت علی ﷜ کی خلافت کو مان لیتے لیکن حضرت علی ﷜ نے ایسا نہیں کیا بلکہ جنگ موقوف کر دی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کے نزدیک حضرت معاویہ باغی نہیں تھے ورنہ فاتح خیبر اور اسد اللہ الغالب ان سے کبھی جنگ موقوف نہ کرتے بلکہ قرآن کریم کے حکم کے مطابق اخیر دم تک ان سے لڑتے رہتے یہاں تک کہ کامیاب ہو جاتے یا راہِ حق میں شہید ہو جاتے۔

قرآن کریم کی اس نص صریح اور بخاری کی صحیح روایت اور مسند بزاز کی تصریح سے ثابت ہوا کہ حضرت معاویہ معاذ اللہ باغی نہ تھے بلکہ مجتہد تھے اور "**من قتل مظلوماً فقد جعلنا الولیه سلطاناً**"۔ جو شخص مظلوماً شہید ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کا حق دیا ہے" کے بموجب قصاص عثمان کا مطالبہ کر رہے تھے"۔ (مقالات سعیدی ص ۲۶۲، ۲۶۳)

مناظر اسلام علامہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی اپنے مناظرہ مانچسٹر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مناظرہ مانچسٹر میں فریق مخالف کے مناظر کی بڑی دلیل جس نے اسے بہت غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا تھا' یہی دلیل تھی۔ اس الزام کے جواب میں مستقل کتاب لکھے جانے کی ضرورت ہے مگر یہاں اختصار ملحوظ رکھتے ہوئے چند باتیں لکھی جاتی ہیں۔

پہلی بات' یہ الزام اس وقت صحیح ہوگا جب اس کی کوئی تاویل نہ کی جا سکتی ہو۔ لیکن یہ اگر صحیح ہی نہ ہو تو پھر اس سے استدلال ہی درست نہ ہوگا۔

"**والامر کذالک فان فی سندہ ضعفا یسقط الاستدلال به**"۔

کیونکہ اس کی سند میں ضعف ہے اس وجہ سے اس روایت سے استدلال

ساقط ہوگیا۔ رہی یہ بات کہ ابنِ حبان نے اس کی توثیق کی ہے تو ان کی توثیق اس کی تضعیف کرنے والوں کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی کیونکہ ابن حبان توثیق میں بہت سست شمار ہوتے ہیں۔ (تطہیر الجنان ص ۳۵)

اس حدیث کی سند میں مندرجہ ذیل راوی ہیں۔ مسدد، عبدالعزیز بن مختار، خالد الحزاء اور عکرمہ۔

۱) مسدد۔ امام ذہبی اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ: "قَالَ الْقَطَّانِیْ فِیْہِ تَسَاهُلٌ" قطانی نے کہا: مسدد میں تساہل پایا جاتا ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۱۶۲ ج ۳)

محدثین کے نزدیک تساہل کی صفت روایت کو نا قابل اعتبار ٹھہراتی ہے۔

۲) عبدالعزیز بن مختار: امام ذہبی لکھتے ہیں احمد بن زہیر کہتے ہیں۔ اِنَّہٗ لَیْسَ بِشَیْءٍ۔ وہ کچھ بھی نہیں۔ (میزان الاعتدال ص ۱۳۹ ج ۲)

شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ابن ابی خیثمہ ابن معین سے روایت کرتے ہیں۔ لیس بشیء۔ یہ کچھ بھی نہیں۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۵۶ ج ۶)

۳) خالد الحزاء۔ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ ابو حاتم نے کہا: "لا یحتج به" یہ قابل احتجاج نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ابن علیہ سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا کہ خالد اس کی روایت کرتا ہے اور ہم نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ ضعف ابن علیہ امر خالدٍ ابن علیہ نے خالد کو ضعیف کہا ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۳۰۱ ج ۱)

۴) عکرمہ مولا ابن عباس: اس کا نام عکرمہ البربری ابو عبداللہ المدنی مولا ابن عباس ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ یحیٰی بکاء کہتے ہیں۔ میں نے ابن عمر کو اپنے شاگرد نافع سے یہ کہتے ہوئے سنا۔ اے نافع! تجھ

پر افسوس اللہ سے ڈرو۔"لا تكذب علي كما كذب عكرمة علي ابن عباس"۔ مجھ پر جھوٹ نہ باندھنا جیسا کہ عکرمہ نے ابن عباس پر باندھا ہے۔ (تہذیب التہذیب ص۲۶۰ ج۷)

امام ذہبی لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن حارث' علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس گئے تو دیکھا کہ عکرمہ دروازے پر بندھا ہوا ہے تو میں نے ان سے کہا کہ اللہ کا خوف کریں تو انہوں نے کہا "ان هذا الخبيث يكذب علي ابي یہ خبیث میرے والد پر جھوٹ باندھتا ہے"۔

مصعب بن زبیر نے کہا کہ: "كان عكرمة يرى راى الخوارج عکرمہ خوارج کا نظریہ رکھتا تھا"۔ (میزان الاعتدال ص۲۰۸ ج۲)

اس تفصیل سے زیر بحث حدیث کے رواۃ کی اصلیت و حقیقت اور سیرت و کردار واضح ہو گیا ہے۔ جو راوی نا قابل اعتبار "لیس بشیء" نا قابل احتجاج، غیر ثقہ' جھوٹے اور خارجی ہوں تو ان کی روایت سے حضرت معاویہ ﷛ کے خلاف کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

مودودی نے اس حدیث کے رواۃ میں ایک نام حضرت ابو ایوب انصاری کا بھی نقل کیا ہے۔ (خلافت و ملوکیت ص۱۳۷) حضرت علامہ جلال الدین سیوطی نے پوری سند کے ساتھ اس روایت کو نقل کر کے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ علامہ سیوطی اس روایت کے آخر میں لکھتے ہیں:

"موضوع والمعلى متروك يضع و ابو ايوب لم يشهد صفين" (کتاب لوالی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة ص۲۲۱) کہ یہ سب من گھڑت روایت ہے کیونکہ اس روایت کی سند میں المعلی بن عبدالرحمٰن ایسا راوی ہے جس کی روایت کو متروک کہا گیا ہے کیونکہ یہ اپنی طرف سے حدیثیں وضع کرتا تھا۔

دوسری بات کہ ابوایوب انصاری جو اس روایت میں مرکزی کردار ہیں سرے سے جنگ صفین میں شامل ہی نہیں ہوئے اور غیر جانبدار صحابہ کے گروہ میں شامل رہے۔

علامہ ابن حجر العسقلانی معلی بن عبدالرحمٰن کے متعلق لکھتے ہیں،

یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ اسے موت کے وقت استغفار کیلئے کہا گیا تو اس نے کہا مجھے اپنی مغفرت کی کوئی امید نہیں کیونکہ میں نے حضرت علی کی فضیلت میں ستر احادیث گھڑی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ص ۲۳۸)

صحیح بخاری کی زیر بحث حدیث میں دو مضمون بیان ہوئے ہیں ایک "تقتلہ الفئۃ الباغیہ" عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا اور دوسرا "یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار" وہ تو باغی گروہ کو جنت کی طرف دعوت دیں گے اور باغی گروہ انہیں جہنم کی طرف بلا رہا ہوگا۔ یہ جملہ اگر فی الواقع آپ ہی کا ارشاد ہے تو اس جملے کا تعلق حضرت عمارؓ کے ابتدائی اور آزمائشی دور کے ساتھ ہے۔ جسے راویوں نے اپنی کرشمہ سازیوں سے جنگ صفین کے ساتھ جوڑ دیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جملہ صحیح بخاری کے اصل متن و نسخے میں موجود ہی نہیں۔ اسے بعد میں کسی راوی نے اپنی مخصوص ذہنیت کے پیشِ نظر اصل حدیث کا حصہ بنا دیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مذکورہ الفاظ کی زیادتی حمیدی نے اپنی جمع میں ذکر نہیں کی اور کہا کہ بخاری نے اسے بالکل ہی ذکر نہیں کیا اور یوں ہی ابو مسعود نے بھی کہا کہ حمیدی کا کہنا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ بخاری کو یہ زیادتی ملی ہی نہ ہو یا ملی ہو لیکن جان بوجھ کر اسے حذف کر دیا ہو۔ ہاں اسماعیلی اور برقانی نے اس حدیث میں مذکورہ

زیادتی کی ہو میں کہتا ہوں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے اسے جان بوجھ کر حذف کیا ہے اور ایسا انہوں نے ایک باریک نقطے کی بنا پر کیا ہے وہ یہ کہ ابو سعید خدری ﷛ نے یہ اعتراف کیا کہ یہ زیادتی میں نے نبی کریم علیہ السلام سے نہیں سُنی ۔"فدل علی انها فی هذه الروایة مدرجة" تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ مذکورہ زیادتی اس روایت میں بعد میں درج کی گئی اور جس روایت میں یہ زیادتی ذکر کی گئی ہے وہ بخاری کی شرط پر پوری نہیں اترتی اس زیادتی کو بزاز نے داؤد بن ابی ہند عن ابی نذرہ عن ابی سعید کی سند سے ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث مسجد کی تعمیر میں ایک ایک اینٹ اٹھاتے وقت ذکر ہوئی اور اس میں یہ بھی ہے کہ ابو سعید کہتے ہیں مجھ سے میرے ساتھیوں نے یہ زیادتی بیان کی۔"ولم اسمعه من رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال ابن سمیة تقتلك الفئة الباغية"۔ اور میں نے اسے خود آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا کہ آپ نے فرمایا ہو کہ اے ابن سمیہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ امام بخاری نے اسی قدر الفاظ حدیث پر اختصار فرمایا جس قدر ابو سعید خدری ﷛ نے آنحضرت ﷺ سے سنے تھے۔ اور یہی چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ کتنے زیرک تھے اور حدیث کی علتوں پر انہیں کتنا عبور تھا۔ (فتح الباری ص ۵۴۲۔۵۴۳ ج ۱)

حضرت ابو سعید خدری ﷛ کے اس ارشاد کے مطابق بات صرف اتنی تھی کہ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب عمار کو دوسرے سب لوگوں سے زیادہ مشقت کرتے پایا اور وہ زیادہ تھکے ماندے معلوم ہوتے تھے تو آپ کی محبت نے جوش مارا اور از راہ ہمدردی آگے بڑھ کر ان کے کپڑوں سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا:

اُف عمار! تم نے یہ کیا حال بنا رکھا ہے اور بس۔ اس کے آگے ساری عبارت الحاقی ہے۔ کیونکہ "یدعوھم الی الجنة ویدعونه الی النار" کے الفاظ صرف عکرمہ کی روایت میں ہی پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا راوی یہ الفاظ نقل نہیں کرتا اور عکرمہ کا حال اوپر بتایا جاچکا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن العاص اور ان کے حامی دیگر صحابہ کی دعوت جنت یا اللہ کی طرف نہیں تھی؟ کیا ان کی دعوت قرآن اور اسلام کے خلاف تھی؟ کیا حضرت معاویہ ہی عمار کے مخالف تھے یا وہ تمام صحابہ و تابعین بھی جو جنگ جمل اور صفین میں ان کے مقابلے میں آئے؟ ظاہر ہے کہ یہ اپنے ہر مخالف کو جنت کی طرف بلاتے رہے کیا ایک لمحہ کیلئے بھی یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص وغیرہم جہنم کی طرف دعوت دیتے رہے؟ یدعوھم اور یدعونه کے الفاظ ہی اس کے موضوع اور من گھڑت ہونے کی شہادت دے رہے ہیں۔ جبکہ حضرت علی سے صفین کے مقتولین کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "قتلانا وقتلھم فی الجنة" (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۰۳ ج ۱۵) یعنی ہمارے مقتولین اور معاویہ کے مقتولین دونوں جنتی ہیں۔

امام جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی اپنے ساتھ جنگ کرنے والوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ان سے ان کے کفر کی بنا پر جنگ نہیں کی اور نہ ہی انہوں نے ہمارے کفر کی وجہ سے ہمارے ساتھ جنگ کی لیکن ہم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے اور وہ اپنے آپ کو برحق سمجھتے تھے۔ (قرب الاسناد۔ ص ۵۴ ج ۱)

ان حوالہ جات کی رو سے بھی زیرِ بحث حدیث کا دوسرا جملہ غلط ثابت ہوتا ہے"۔

(سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل حق کی نظر میں ص ۱۰۳ تا ۱۱۱)

مشہور محقق علامہ محمد علی صاحب جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور نے بھی اپنی کتاب (دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ ج ۲ ص ۱۱۳ تا ۱۵۹) میں اس جرح کو نہایت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ جس سے اس روایت کی حقیقت خوب ظاہر ہو جاتی ہے۔

اور علامہ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ بطور تاویل فرماتے ہیں:

"انتہائی نتیجہ جو اس حدیث سے نکل سکتا ہے یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی باغی ہوں اور یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ باغی ہونا ان کیلئے کچھ نقص نہیں ہے اور باوجود اس کے بھی وہ لوگ مستحق ثواب ہیں[1] گنہگار نہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجتہد جب اجتہاد کرے اور اس سے خطا ہو جائے تو (بھی) اس کو ایک ثواب ملتا ہے اور یہ بات خوب بسط سے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور اعلیٰ درجہ کے مجتہد تھے انہوں نے اس حدیث کی تاویل بھی ایسی کی ہے جو قطعی البطلان نہیں ہے"۔

(سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۷۲)

علامہ شفقات احمد نقشبندی انہی سے نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"محدث ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں کہ جب یہ حدیث جناب امیر معاویہ کو سنائی گئی تو آپ نے فرمایا: "اَنَحْنُ قَتَلْنَاهُ اِنَّمَا قَتَلَهٗ مَنْ جَاءَ بِهٖ فَاَلْقَوْهُ بَیْنَ رِمَاحِنَا فَصَارَ مِنْ عَسْکَرِ مُعَاوِیَةَ"۔ (تطہیر الجنان ص ۳۳) حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمار کو ہم نے قتل نہیں کیا بلکہ ان کو تو ان ہی کے لوگوں نے قتل کیا تھا جو ان کے ساتھی تھے اور وہ لوگ آپ

---

[1] اور مستحق ثواب جنت کا حقدار ہوتا ہے دوزخ کا نہیں۔

کوشہید کر کے ہمارے درمیان پھینک گئے۔اس طرح آپ کا قتل لشکر معاویہ کے ذمہ لگ گیا (یادرہے معتبر تواریخِ اسلام سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں کچھ شرپسند عناصر بھی شامل ہو گئے تھے۔دراصل وہی جنگ کا سبب بھی بنے تھے۔ہوسکتا ہے کہ انہوں نے ہی آپ کو ہجوم میں شہید کر دیا ہو) اس طرح تو معاملہ ویسے ہی بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جن شرپسندوں نے آپ کو شہید کیا تھا واقعی وہ باغی گروہ تھا۔جن کا تعلق حقیقی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی نہیں تھا بلکہ محض انتشار پیدا کرنے کی خاطر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے''۔(مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ص۱۰۰)

آپ نے علمائے اسلام کی تصریحات ملاحظہ فرمائی ہیں جو مسئلہ کی وضاحت کیلئے کافی وشافی ہیں۔پھر بھی احقاق حق اور ابطال باطل کیلئے چند مزید گزارشات پیش کی جاتی ہیں آپ دیکھیں گے کہ یہ روایت کئی وجوہ سے درست نہیں۔ملاحظہ فرمائیں:

۱) وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو اس وقت غیر جانبدار رہے تھے یا جو صحابہ کرام جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑ رہے تھے انہوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد رجوع نہیں کیا تھا اور فیصلہ تبدیل کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل نہیں ہو گئے تھے۔شیخ الاسلام امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس وقت حق اتنا مشتبہ اور غیر واضح تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اس معاملے میں حیران رہ گئی (کوئی فیصلہ نہ کرسکی) دونوں فریقوں سے الگ رہی اور لڑائی میں شریک نہ ہوئی اور اگر ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے اس وقت حق یقینی طور پر واضح ہو جاتا تو وہ اس کی

نصرت سے پیچھے نہ رہتے"۔

(نووی۔شرح مسلم ج ۲ص ۳۹۰ کتاب الفتن)

اور حقیقت یہی ہے جو امام نووی نے بیان فرمائی۔ خصوصا دور صحابہ میں کوئی ایسا فیصلہ نہیں ملتا۔ حتیٰ کہ جنگ صفین میں خاص حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے بھی ان پر کوئی دلیل واضح نہ ہوئی۔ اگر یہ روایت صحابہ کرام کی کثیر جماعت نے سنی ہوتی اور انہیں اس کی صحت پر یقین ہوتا تو پھر ان کو فیصلہ پر نظر ثانی کر لینا چاہیے تھی اور ان سب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مل جانا چاہیے تھا۔ جبکہ ایسا نہیں ہوا۔ خود مولانا مودودی صاحب بھی ایسے کسی ایک صحابی کا نام نہیں لکھ سکے کہ فلاں صحابی نے فلاں وقت رجوع کا اعلان کر دیا تھا اور فیصلہ تبدیل کر لیا تھا۔

۲) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے باعث بھی حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اپنا مؤقف نہیں بدلا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اسلام کا باغی قرار دے کر ان سے جنگ جاری نہیں رکھی حتیٰ کہ صلح فرمالی۔

۳) صلح کی کوششوں کے دوران بھی یہ روایت بطور دلیل نہیں پیش کی گئی پھر تحکیم اور صلح کے فیصلہ سے تو بخوبی ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے حق و باطل کا امتیاز نہیں ہوا۔ کیونکہ تحکیم (ثالثی) کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں فریقین میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کیلئے صریح نص اور واضح دلیل موجود نہ ہو اور دونوں طرف کے دلائل میں سے کھل کر واضح نہ ہوتا ہو کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون۔ بلکہ تحکیم کا فیصلہ تو دونوں فریقوں کو برابر سطح پر لا کھڑا کرتا ہے اور اگر مولانا مودودی وغیرہ معترضین کے بقول حضرات صحابہ کرام پر اس شہادت سے یہ بات واضح ہو گئی ہوتی کہ حق کس جانب ہے تو تحکیم کی ضرورت ہی نہیں تھی حالانکہ تحکیم عمل میں آئی گویا حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے حق واضح طور پر ظاہر نہ ہوا اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم ابھی تک شبہ ہی سے دوچار تھے۔

۴) اگر روایت صحیح ہوتی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مشہور بھی ہوتی تو امام عالی مقام حضرت امام حسن ﷜ حضرت امیر معاویہ ﷜ کے حق میں خلافت سے دستبردار نہ ہوتے اور ان کی بیعت نہ کرتے کہ باغیوں سے دوستی جائز نہیں۔ لہٰذا یہ روایت صحیح نہیں۔

۵) سید المسلمین سیدنا امام حسن ﷜ کے حسن تدبیر سے امت کے جن دو عظیم گروہوں میں صلح ہوئی حدیث پاک میں ان دونوں گروہوں کو فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ یعنی مسلمان فرمایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (صحیح بخاری کتاب الصلح۔ مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت نبی ﷺ)

ترجمہ: میرا یہ بیٹا (حسن) سردار ہے شاید اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے۔

اسی طرح ایک اور حدیث پاک میں حضرت علی المرتضیٰ ﷜ اور حضرت معاویہ ﷜ کے گروہوں کی آپس میں لڑائی کا ذکر ہے۔ فرمایا:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيْمَتَانِ تَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ وَدَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۴ کتاب الفتن، مسلم ج ۲ ص ۳۱۰ کتاب الفتن)

ترجمہ: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ (مسلمانوں کی) دو بڑی جماعتیں لڑ نہ لیں۔ ان کے درمیان شدت کی لڑائی ہوگی۔ دعویٰ ان کا ایک ہوگا۔

اعتراض میں جو روایت پیش کی گئی ہے اس میں "تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ" کہا گیا اور اس کی صحت میں سخت انکار موجود ہے۔ جیسا کہ اوپر نقل کیا گیا ہے جبکہ صحیح حدیث پاک میں فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ یعنی ہر گروہ کیلئے "فِئَةٌ عَظِيْمَةٌ" فرمایا گیا "فئة الباغية" نہیں۔ بلکہ حدیث پاک کے علاوہ قرآن کریم میں بھی باہم لڑنے والے دونوں گروہوں کو مسلمان ہی فرمایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ج

(الحجرات۔ ۹)

ترجمہ: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ۔

(کنزالایمان)

پس اب تو خوب کھل گیا کہ معترض کا اعتراض درست نہیں اور ایک گروہ کو "فِئة الباغية" قرار دینا قرآن وحدیث کی مخالفت بھی ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے معاونین صحابہ کرام یا تابعین عظام پر حرف گیری بھی' جو انہیں برا بھلا کہنے یعنی گالیاں دینے کے مترادف ہے۔ حالانکہ مولانا مودودی خود نہ صرف دونوں فریقوں کو نیک نیت لکھ چکے ہیں بلکہ انہیں برا بھلا کہنے (گالیاں دینے) کو بدتمیزی بھی قرار دے چکے ہیں۔ مولانا مودودی صاحب فرماتے ہیں:

"بے شک وہ جنگ جمل وصفین میں ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہوئے ہیں مگر کیا دنیا کی کسی خانہ جنگی میں آپ فریقین کو ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے ہوئے بھی ایک دوسرے کا وہ احترام ملحوظ رکھتے دیکھتے ہیں جو ان بزرگوں کی لڑائی میں نظر آتا ہے وہ نیک نیتی کے ساتھ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے ہوئے لڑے تھے...... ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی قدر، عزت، محبت، اسلامی حقوق کی مراعات اس شدید خانہ جنگی کی حالت میں بھی جوں کی توں برقرار رہی اس میں سرمو فرق نہ آیا۔ بعد کے لوگ کسی کے حامی بن کر ان میں سے کسی کو گالیاں دیں تو یہ ان کی اپنی بدتمیزی[1] ہے"۔ (رسائل ومسائل ج سوم ص ۱۷۱،۱۷۴)

۶) سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح اور حضرت امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کے بعد صحابہ کرام اور تابعین عظام بلکہ جمیع افرادِ امت نے حضرت امیر

---

[1] افسوس مولانا مودودی خود ہی کبھی تو انہیں فئة الباغية قرار دے کر برا بھلا کہتے ہیں اور کبھی غیر آئینی اور غیر شرعی فعل کا مرتکب ہونے کا الزام دیتے ہیں۔ استغفر اللہ۔ کاش مودودی صاحب اپنے اس آئینے میں کبھی اپنا چہرہ بھی دیکھ لیتے۔

معاویہ ﷺ کو اپنا امیر تسلیم کیا۔فرقہ بندی ختم ہوئی۔امت پھر سے ایک پرچم تلے متحد و متفق ہوگئی اور وہ سال "عام الجماعۃ" کے نام سے موسوم ہوا۔دیکھئے محدث جلیل امام ابن حجر مکی ہیتمی نقل فرماتے ہیں۔

"یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اس سے بھی حضرت معاویہ کے شرف اور حقیقت خلافت کو تقویت ملتی ہے کہ آپ حضرت حسن ﷺ کی دستبرداری کے بعد خلیفہ ہوئے۔آپ کی خلافت سے دستبرداری اور حضرت معاویہ کا خلافت پر استقرار ربیع الآخر جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں ہوا۔اس سال کو خلیفہ واحد کے ہاتھ پر اجتماع امت کی وجہ سے "عام الجماعۃ" کہا جاتا ہے"۔(الصواعق المحرقۃ اردو ص ۲۷۷)

اب دیکھئے مولانا مودودی وغیرہ کا اعتراض اور ان کی پیش کردہ روایت کا حال کہ صحابہ کرام کا بقول ان کے اس مشہور روایت سے متاثر ہو کر اور حضرت عمار ﷺ کی شہادت سے سبق سیکھ کر حضرت امیر معاویہ ﷺ کی حمایت چھوڑنے کے بجائے تمام کے تمام صحابہ نے انہیں اپنا امیر تسلیم کیا اور ان کی اطاعت بجالاتے رہے۔

۷) حدیث پاک اور فرمان جناب علی المرتضیٰ ﷺ کے مطابق ان دونوں جماعتوں کا دعویٰ اور دعوت ایک تھی۔متضاد یا مختلف نہ تھی دوبارہ ملاحظہ ہو حدیث رسول کریم ﷺ فرمایا:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيْمَتَانِ تَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ۔(بخاری کتاب الفتن، مسلم کتاب الفتن)

ترجمہ: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ (مسلمانوں کی) دو بڑی جماعتیں لڑ نہ لیں۔ان کے درمیان شدت کی لڑائی ہوگی۔دعویٰ ان کا ایک ہوگا۔

اور جناب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے جنگ صفین کے بعد اپنے حکام کو

یہ فرمان جاری فرمایا:

"وَالظَّاهِرُ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِیَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِی الْاِسْلَامِ وَاحِدَۃٌ وَلَا نَسْتَزِیْدُھُمْ فِی الْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ وَالتَّصْدِیْقِ بِرَسُوْلِہٖ وَلَا یَسْتَزِیْدُوْنَنَا اَلْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِیْہِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْہُ بَرَاءٌ"۔

ترجمہ: ظاہر میں ہم سب کا پروردگار ایک تھا۔ ہمارا نبی ایک تھا ہماری دعوت اسلام ایک تھی نہ ہم ان سے ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول میں کسی اضافے کا مطالبہ کرتے تھے نہ وہ ہم سے کرتے تھے (اس معاملہ میں) ہم سب ایک تھے اختلاف تھا تو صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے خون میں اختلاف تھا حالانکہ اس خون سے ہم بالکل بری الذمہ تھے۔

(نہج البلاغہ مع ترجمہ وتشریح حصہ دوم نمبر ۵۸ ص ۸۲۲)

اب جب دونوں کی دعوت ایک ہی تھی تو ماننا ہوگا کہ یہ دونوں گروہ ہی جنت کی طرف بلانے والے تھے۔ لہٰذا یہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ کے بارے میں یہ کہنا کہ حضرت عمار ان کو جنت کی طرف بلاتے تھے اور وہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔ قطعاً درست نہ رہا۔ معلوم ہوا کہ معترضین کی پیش کردہ روایت ہی صحیح نہیں ہے اور کم از کم یہ تو کہنا پڑے گا اس کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ پر منطبق کرنا درست نہیں ہے۔

۸) معترضین کی پیش کردہ یہ روایت کہ عمار لوگوں کو جنت کی دعوت دیں گے اور وہ عمار کو جہنم کی طرف بلائیں گے۔ حضرت امیر معاویہ اور ان کے حمایتی صحابہ و تابعین پر منطبق کرنا اس لحاظ سے بھی درست نہیں کہ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے دونوں طرف کے مقتولین کو جنتی فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو آپ فرماتے ہیں:

۱) قَتْلَایَ وَقَتْلٰی مُعَاوِیَۃَ فِی الْجَنَّۃِ رواہ الطبرانی۔

(تطہیر الجنان۔۱۹)

ترجمہ: میری اور معاویہ کی جنگ میں قتل ہونے والے (دونوں طرف کے لوگ) جنتی ہیں۔

(ب) قَتْلَانَا وَقَتْلَاهُمْ فِي الْجَنَّةِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۵ص۳۰۳ بحوالہ دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ ج۲ص۱۵۲)

ترجمہ: ہمارے اور ان کے مقتولین دونوں جنت میں ہیں۔

فرمایئے جب دونوں طرف کے مقتول لوگ جنتی ہیں تو جہنم کی دعوت دینے والا کون تھا۔ ان دونوں گروہوں میں سے گویا ہر ایک کی دعوت جنت کی طرف تھی اسی لئے تو دونوں کو جنتی فرمایا گیا۔ اگر کسی نا ہنجار کو حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے فرمان عالیشان پر بھی یقین اور اطمینان نہیں تو ہم اس کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں۔ باب مدینۃ العلم حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت ان معترضین کو رد کرنا آسان ہے۔ بلکہ آپ کی حمایت کیلئے معترضین کو مع ان کے اعتراض کے رد کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حمایت درحقیقت حق کی حمایت ہے۔

۹) قرآن وحدیث اور آرائے اہلسنّت کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے معاونین صحابہ وتابعین دوزخی نہیں بلکہ جنتی ہیں تو پھر مودودی ایسے معترضین کے بغض وعناد پر مبنی خیالات اور گھٹیا اعتراضات کی طرفداری اور شاتمان صحابہ کی حمایت کیوں کی جائے۔ ان کے اعتراض کو درست ماننا گویا قرآن و حدیث اور معتقدات اہلسنّت کو غلط کہہ کر اہلسنّت سے خارج ہونا ہے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے آدمی کو فرقہ ناجیہ اہلسنّت وجماعت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رائے کے مطابق جو کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت ہے' عقیدے کا درست کرنا لازمی ہے تاکہ اخروی نجات و

کامیابی متصور ہو سکے۔ اور بد اعتقادی جو اہلسنت کے عقیدہ کے خلاف ہے سم قاتل ہے۔ جو ابدی موت اور دائمی عذاب تک پہنچاتی ہے اور اگر عمل میں کچھ کوتاہی اور سستی ہو تو اس کی بخشش کی امید ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر عقیدہ میں سستی ہو تو اس کی معافی کی امید نہیں ہے''۔

(مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر ۶۷ دفتر دوم حصہ ہفتم)

اور محدث جلیل امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حدیث پاک میں حضرت نبی کریم ﷺ نے جو دعا فرمائی ہے اس پر غور کیجیے کہ: ''اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا دے'' اور آپ یہ جانتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ جس سے حضرت معاویہ کی فضیلت کے بارے میں حجت پکڑی جا سکتی ہے اور ان لڑائیوں کی وجہ سے آپ پر کوئی حرف نہیں آ سکتا۔ کیونکہ وہ اجتہاد پر مبنی تھیں اور ان کا انہیں ایک بار اجر ملے گا......

ان کی فضیلت پر دلالت کرنے والی وہ دعا بھی ہے جو دوسری حدیث میں آپ کیلئے کی گئی ہے کہ انہیں علم ملے اور عذاب سے بچائے جائیں۔ (اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِیَةَ الْکِتٰبَ وَالْحِسَابَ وَقِهُ الْعَذَابَ) اور بلاشبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ کو ان جنگوں کی وجہ سے کوئی عذاب نہ ہوگا''۔

(الصواعق المحرقہ اردو ص ۷۲۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جنہیں خلفائے راشدین میں شمار کیا جاتا ہے' کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

''عَنْ عمر بن عبدالعزیز رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا جَالِسَانِ عِنْدَهٗ فَسَلَّمْتُ وَجَلَسْتُ فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ اِذْ اُتِیَ بِعَلِیٍّ وَّمُعَاوِيَةَ فَاُدْخِلَا بَيْتًا وَاُجِيفَ عَلَيْهِمَا الْبَابُ وَاَنَا اَنْظُرُ فَمَا كَانَ بِاَسْرَعَ مِنْ اَنْ خَرَجَ عَلِیٌّ وَهُوَ يَقُوْلُ لِیْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ وَمَا كَانَ بِاَسْرَعَ مِنْ اَنْ خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلٰی اَثَرِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ غُفِرَلِیْ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔

ترجمہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز ﷺ کہتے ہیں۔ میں نے خواب میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی زیارت کی اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا اس دوران حضرت علی المرتضٰی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو لایا گیا۔ انہیں دروازے سے اندر داخل کیا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد علی المرتضٰی ﷺ باہر تشریف لائے اور کہہ رہے تھے۔ خدا کی قسم! میرے حق میں فیصلہ کیا گیا ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد امیر معاویہ ﷺ بھی آ گئے اور وہ کہہ رہے تھے رب کعبہ کی قسم! مجھے معاف کیا گیا ہے"۔

(کتاب الروح مصنفہ ابن قیم ص ۲۶ بحوالہ دشمنان امیر معاویہ ﷺ کا علمی محاسبہ ج ۲ ص ۱۵۸۔۱۵۹، کمالات اصحاب رسول ﷺ اردو ترجمہ الاسالیب البدیعہ فی فضل صحابہ و اقناع الشیعہ ص ۲۰۰ بحوالہ کتاب المنامات از ابن ابی الدنیا)

اعتراض ۴۲ (طعن مودودی)

آپ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تقویٰ اور عدالت پر بھی گفتگو کی ہے اور لکھا ہے کہ سب کے سب صحابہ کرام متقی اور عادل تھے اور یہ کہ "اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ" اہلسنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ جبکہ بانی جماعت اسلامی مولانا مودودی فرماتے ہیں:

"صحابہ کرام کے متعلق میرا عقیدہ بھی وہی ہے جو عام محدثین و فقہا اور علمائے امت کا عقیدہ ہے کہ "کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ" ظاہر ہے کہ ہم تک دین پہنچنے کا ذریعہ وہی ہیں۔ اگر ان کی عدالت میں ذرہ برابر بھی شبہ پیدا ہو جائے تو دین ہی مشتبہ ہو جاتا ہے۔ لیکن میں "الصحابة کلهم عدول" (صحابہ سب راست باز ہیں) کا مطلب یہ نہیں لیتا کہ تمام صحابہ ﷺ بے خطا اور ان میں کا ہر ایک ہر قسم کی بشری کمزوریوں سے بالا تر تھا، اور ان میں سے کسی نے کبھی کوئی غلطی نہیں کی ہے۔ بلکہ میں اس کا مطلب یہ لیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے، یا آپ کی طرف کوئی بات منسوب کرنے میں کسی صحابی ﷺ نے کبھی راستی سے ہرگز تجاوز نہیں کیا ہے"۔ (خلافت وملوکیت ص ۳۰۲)

اب مولانا مودودی صاحب نے یہاں جو اجماع امت سے اختلاف کیا ہے اور الگ رائے دی ہے۔ اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

جواب

اس میں شک نہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب متقی اور عادل تھے اس پر گزشتہ صفحات میں دو عنوانات "بڑے متقی اور عادل ہیں"۔ اور "کفر وفسق کا شائبہ تک نہیں" کے تحت قرآن کریم کی متعدد آیات کی روشنی میں مفصل گفتگو کی گئی ہے اور یہ کہ "اَلصَّحَابَةُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ" اہلسنت کا اجماعی عقیدہ ہے تو اسے بھی اکابر علمائے امت کی معتبر آرا سے مدلل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اعتراض سے پہلے مولانا مودودی صاحب خود بھی اسے علمائے امت کا عقیدہ لکھ چکے ہیں اور اسے اجماعی اور متفقہ عقیدہ تسلیم کر چکے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

”صحابہ کرام کے متعلق میرا عقیدہ بھی وہی ہے جو عام محدثین،
فقہاء اور علمائے امت کا عقیدہ ہے کہ کُلُّهُمْ عُدُوْلٌ

(خلافت و ملوکیت ص ۳۰۳)

مودودی صاحب اسی کی وضاحت میں اس سے آگے کہتے ہیں:

”ظاہر ہے (یعنی اس کی وجہ ظاہر ہے) کہ ہم تک دین پہنچنے کا ذریعہ وہی (صحابہ کرام) ہیں اگر ان کی عدالت میں ذرہ برابر بھی شبہ پیدا ہو جائے تو دین ہی مشتبہ ہو جاتا ہے“۔ (خلافت و ملوکیت ص ۳۰۳)

گویا مولانا مودودی کے نزدیک صحابہ کرام کے بارے میں عام محدثین و فقہا اور علمائے امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ”اَلصَّحَابَةَ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ“ آگے وضاحت میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ چونکہ ہم تک دین پہنچنے کا ذریعہ صحابہ کرام ہیں۔ لہٰذا ان کے عادل ہونے کا عقیدہ رکھنا یعنی ”اَلصَّحَابَةَ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ“ ماننا ضروری ہے۔ اگر صحابہ کرام کی عدالت میں ذرہ برابر بھی شبہ پیدا ہو جائے تو دین ہی مشتبہ ہو جاتا ہے۔ پس مودودی صاحب کی اس وضاحت کے مطابق جس نے بھی صحابہ کرام کی عدالت میں ذرہ برابر شبہ کیا یعنی انہیں کلی طور پر عادل نہ مانا اس کا دین مشتبہ ہو گیا۔

لیکن حیرت ہے کہ خود مولانا مودودی سب صحابہ کرام کو صحت کے ساتھ حدیث روایت کرنے کے علاوہ ”عادل“ نہیں مانتے۔ بلکہ انہیں روایت حدیث کے علاوہ باقی معمولاتِ زندگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تقویٰ اور عدالت میں شدید شبہ ہے۔ کہتے ہیں:

”لیکن میں ”الصحابة کلھم عدول“ (صحابہ سب راست باز ہیں) کا مطلب یہ نہیں لیتا کہ تمام صحابہ بے خطا تھے اور ان میں کا ہر ایک ہر قسم کی بشری کمزوریوں سے بالاتر تھا اور ان میں سے کسی نے کبھی کوئی خطا نہیں کی“۔ (خلافت و ملوکیت ص ۳۰۳)

اب قول تو مودودی صاحب کا یہ ہے کہ عدالت صحابہ میں ذرہ برابر شبہ کرنے والے کا دین مشتبہ ہو جاتا ہے اور خود ہیں کہ صرف ذرہ برابر ہی شبہ نہیں کرتے بلکہ سوائے روایت حدیث کے انہیں عادل مانتے ہی نہیں یعنی روایت حدیث کے علاوہ مودودی صاحب کو عدالت صحابہ میں شدید شبہ لاحق ہے گویا بقول خود مولانا مودودی صاحب کا اپنا دین مشتبہ ہو گیا ہے۔ اب جس کا اپنا دین ہی مشتبہ ہو گیا ہو۔ اس کے کسی اعتراض کی حیثیت ہی کیا ہے کہ اسے رد کرنے کی ضرورت پیش آئے۔

دوسری بات یہ کہ مودودی صاحب کی اس تحریر میں ایک شبہ ہی کیا کھلا جھوٹ اور واضح فریب بھی پایا جاتا ہے۔ پہلے کہتے ہیں' صحابہ کرام کے متعلق میرا عقیدہ بھی وہی ہے جو عام محدثین وفقہاً اور علمائے امت کا عقیدہ ہے کہ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ پھر کہتے ہیں لیکن میں "اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ" (صحابہ سب راست باز ہیں) کا مطلب یہ نہیں لیتا کہ تمام صحابہ بے خطا تھے اور ان میں کا ہر ایک ہر قسم کی بشری کمزوریوں سے بالاتر تھا اور ان میں سے کسی نے کبھی کوئی غلطی نہیں کی۔

یہاں مودودی صاحب کا جھوٹ اور فریب دیکھئے کہ جب انہوں نے کہا کہ میرا عقیدہ بھی وہی ہے جو عام محدثین وفقہا اور علمائے امت کا عقیدہ ہے' تو پھر اپنا مطلب ان سب سے الگ کیوں لکھ دیا۔ جب عقیدہ ایک ہے تو اس کا مطلب بھی ایک ہونا ضروری ہے الگ ہونا درست نہیں۔ اِن کی اس منطق سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو ان کا عقیدہ عام محدثین وفقہا اور علمائے امت والا نہیں اور انہوں نے محض جھوٹ بولا ہے کہ وہی عقیدہ ہے یا فریب کا مظاہرہ کیا کہ کسی نہ کسی طرح پردہ رہ جائے۔ حالانکہ جب مطلب الگ لکھ دیا تو عقیدہ ایک نہ رہا۔ مختلف ہو گیا اور علمائے امت سے اختلاف ظاہر ہو گیا اس طرح اجماع امت کی مخالفت ہو گئی۔ اب مودودی صاحب کا عقیدہ ایک ہونے کا راگ الاپنا ان کا جھوٹ ظاہر کرنے کے سوا ان کیلئے چنداں مفید نہ رہا۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مودودی کو ایک مصلح کا روپ دھارنے کیلئے مجبوراً

علمائے امت کے عقیدے "اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ" سے اتفاق کا اعلان کرنا پڑا ورنہ دل میں صحابہ کرام کو کلی طور پر عادل نہ ماننے کا جو چور چھپا تھا۔ وہ ان سے مزید نہ چھپ سکا اور ظاہر ہو کر ان کی حقیقت بھی ظاہر کر گیا۔ ان کی مذکورہ تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ عام محدثین وفقہا اور علمائے امت کا عقیدہ اور ہے اور مودودی صاحب کا کچھ اور۔ یعنی مودودی صاحب نے "الصحابۃ کلھم عدول" کا نیا مطلب دے کر اپنے ایک نئے عقیدے کا اعلان کر دیا ہے۔ جبکہ ایسے ہی نئے عقیدے کو بدعت ضلالت کہتے ہیں جو مردود ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے مولانا مودودی بدعتی قرار پا گئے اور جو خود جھوٹا، فریبی اور بدعتی ہو اس کی بات کا کیا اعتبار اور اس کے اعتراض کی کیا حیثیت کہ اس کا جواب دینے کی ضرورت ہو۔

تیسری بات یہ کہ مودودی صاحب اپنی اس بدعت اور امت سے الگ نئے عقیدہ کی وضاحت میں اپنے ایمان (جو مشتبہ ہو چکا ہے) کی وضاحت میں کہتے ہیں۔

"کہ میں "الصحابۃ کلھم عدول" (صحابہ سب راست باز ہیں) کا مطلب یہ نہیں لیتا کہ تمام صحابہ بے خطا تھے اور ان میں کا ہر ایک ہر قسم کی بشری کمزوریوں سے بالاتر تھا اور ان میں سے کسی نے کبھی کوئی غلطی نہیں کی بلکہ میں اس کا یہ مطلب لیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے یا آپ کی طرف کوئی بات منسوب کرنے میں کسی صحابی نے کبھی راستی سے تجاوز نہیں کیا ہے"۔ (خلافت وملوکیت ص ۳۰۳)

جبکہ امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قرآن وحدیث کے احکام شرعیہ جو ہم تک پہنچے ہیں صحابہ کرام کی نقل وروایت اور واسطہ سے پہنچے ہیں جب صحابہ کرام مطعون ہوں گے تو ان کی نقل وروایت بھی مطعون تصور ہوگی اور احکامِ شرعیہ کی نقل وروایت چند صحابہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ تمام صحابہ عدالت،

صدق اور تبلیغ دین میں برابر ہیں' پس کسی ایک صحابی میں طعن وعیب دین میں طعن وعیب تسلیم کرنے کو مستلزم ہے"۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۸۰)

اب معلوم نہیں مولانا مودودی صاحب بعض صحابہ کو مطعون ٹھہرا کر عام محدثین و فقہا اور علمائے امت کا رد کر رہے ہیں یا (معاذ اللہ) قرآن وحدیث کا مذاق اڑا رہے ہیں؟ کیونکہ قرآن کریم تو انہیں متقی فرما رہا ہے۔ اسی لئے علمائے امت انہیں عادل مانتے ہیں لیکن مودودی صاحب قرآن کریم کے برعکس کہتے ہیں کہ میں نہیں مانتا کہ تمام صحابہ بے خطا تھے۔ بشری کمزوریوں سے بالاتر تھے اور ان میں سے کسی نے کبھی کوئی غلطی نہیں کی۔ پھر حدیث پاک ان پر طعن و تشنیع سے روکتی ہے' ان کا ادب و احترام کرنے کا حکم دیتی ہے۔ لیکن مودودی صاحب کی جرأت کہ قرآن وحدیث کی بھی کوئی پروا نہیں کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بشری کمزوریوں اور خطاؤں کا ڈھنڈورا پیٹتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ ان کی بخشش اور ان کیلئے اجر عظیم کا اعلان کرنے والا اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے متنفر اور خطاؤں سے محفوظ فرماتا ہے۔ کبھی توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے اور کبھی ان کی نیکیوں کو بطور کفارہ قبول فرماتا ہے۔ اور توبہ کی شان کتنی بڑی ہے کوئی جانے تو ہم عرض کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کی بدولت بندے کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ ہو۔ فرمایا:

مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ (الفرقان۔۷۰)

ترجمہ: جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔

اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔

(مشکوٰۃ باب الاستغفار، ابن ماجہ باب ذکر التوبہ)

ترجمہ: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔

لیکن یہ تو توبہ کی شان ہے۔ محض نیکی کرنے سے بھی برائیاں مٹ جاتی ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فرمایا:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔(القرآن)

ترجمہ: بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

مثال کے طور پر وضو کرنے سے گناہ مٹتے ہیں۔ حج کرنے سے آدمی گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ تو کیا صحبتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جو صحابہ کرام کو حاصل ہوئی، حج سے بھی بڑی نیکی نہیں۔ ارے خدا کا بندہ کہلانے والو! ارے اسلام کے نام نہاد مفکرو! صحبت نبوی اور زیارت رسول خدا ﷺ سے بڑی کوئی نیکی نہیں۔ اس پر تو ایک حج ہی کیا ولایت، قطبیت اور غوثیت بھی قربان ہو رہی ہے تو کیا اتنی بڑی شان کی نیکی "صحبت نبوی" یعنی صحابیت سے گناہ نہیں مٹے اور برائیاں نہیں ختم ہوئیں۔ جب حج آدمی کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے تو زیارت نبوی جو ایک حج کیا سب نیکیوں سے بڑی نیکی ہے یقیناً گناہوں سے پاک کر دینے والی ہے اور اس نے صحابہ کرام کو پاک فرما دیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شان میں فرمایا: وہ انہیں پاک فرماتے ہیں۔ (وَیُزَکِّیْھِمْ۔ ال عمران۔۱۶۴) حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انہیں کامل متقی اور گناہوں سے متنفر فرما چکا ہے بلکہ ان کیلئے بخشش اور اجر عظیم کا اعلان بھی کر چکا ہے۔ ملاحظہ ہوں چند آیات مقدسہ:

۱)وَاَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔(الفتح۔۲۶)

ترجمہ: اور (اللہ نے) پرہیزگاری کا کلمہ ان (صحابہ) پر لازم فرمایا وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

(کنزالایمان)

۲) اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ۔

(الحجرات۔۳)

ترجمہ: بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ (ﷺ) کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کیلئے پرکھ لیا ہے ان کیلئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ (کنزالایمان)

۳) وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْكُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۔ (الحجرات۔۷،۸)

ترجمہ اعلیٰ حضرت: لیکن (اے صحابہ) اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کردیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کردیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کردی۔ ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔ اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (کنزالایمان)

ترجمہ مولانا مودودی مگر اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے لئے دل پسند بنادیا اور کفر و فسق اور نافرمانی سے تم کو متنفر کردیا ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل و احسان سے راست رو ہیں اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

(تفہیم القرآن از مولانا مودودی)

آپ نے ملاحظہ فرمایا' اللہ تعالیٰ تمام صحابہ کرام کو متقی فرما رہا ہے۔ انہیں کفر و فسق اور نافرمانی سے متنفر اور محفوظ فرما رہا ہے۔ انہیں "رَاشِدُوْنَ" مودودی صاحب کے ترجمہ کے مطابق "راست رو" کہہ رہا ہے اور علمائے امت اسی کو عدالت سے تعبیر کرتے ہیں بلکہ اللہ تو صحابہ کرام کیلئے بخشش اور اجر عظیم کا اعلان بھی کر رہا ہے۔

تو جب اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے تقویٰ اور گناہوں سے نفرت اور پھر ان کی بخشش اور اجر عظیم کا اعلان فرمادیا اور انہیں راست رو اور راست باز بھی قرار دے دیا تو کیا وجہ ہے اور مودودی صاحب کو کیا ضد اور عناد ہے کہ پھر بھی صحابہ کرام کو گناہوں سے دور رہنے والا اور راست رو یا راست باز نہیں مانتے؟ کیا انہوں نے تفہیم القرآن کے نام سے قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر نہیں لکھی۔ کیا انہیں اس سے یہی تفہیم حاصل ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متقی، گناہوں سے متنفر اور راست رو فرمارہا ہے۔ یہ کہتے ہیں "میں اس کا یہ مطلب نہیں لیتا کہ تمام صحابہ بے خطا تھے اور ان میں کا ہر ایک ہر قسم کی بشری کمزوریوں سے بالاتر تھا اور ان میں سے کسی نے کبھی کوئی غلطی نہیں کی۔ بلکہ میں اس کا یہ مطلب لیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے یا آپ کی طرف کوئی بات منسوب کرنے میں کسی صحابی نے کبھی راستی سے تجاوز نہیں کیا ہے"۔

آخر وہ صحابہ کو ہر معاملہ میں راست رو اور راست باز کیوں نہیں مانتے اور قرآن کریم کی صداقت پر کیوں نہیں ایمان لاتے۔ صرف روایت حدیث ہی میں راست باز کیوں مانتے ہیں؟ یہ شرط قرآن نے تو بیان نہیں کی۔ قرآن کریم نے تو صحابہ کرام کو پوری زندگیوں میں راست رو فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے مولانا مودودی یا تو تفہیم قرآن سے نابلد ہیں یا پھر اس پر ایمان نہیں رکھتے محض تفنن طبع کے طور پر کبھی کبھار نام لے لیتے ہیں اور علمی رعب دینے کیلئے تفہیم القرآن کے نام سے ترجمہ و تفسیر لکھ گئے ہیں۔ یا یہ کہ قرآن کریم کی تکذیب اور مخالفت کے نقصان کا کچھ خوف نہیں رکھتے۔ استغفراللہ۔

بہر حال ایک خاص بات یہ ہے کہ مولانا مودودی نے تفرقہ بازی کی اور مسلمانوں سے علیحدہ روش اور الگ راستہ اختیار کرلیا۔ حالانکہ اللہ و رسول ﷺ نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور ان سے الگ روش اختیار کرنے سے نہ صرف منع فرمایا ہے بلکہ اس پر عذاب شدید کی وعیدیں بھی سنائی ہیں۔ ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱)وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔(آل عمران ۱۰۳)

ترجمہ: سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔

۲)وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآئَتْ مَصِيْرًا۔(النساء۔۱۱۵)

ترجمہ مولانا مودودی: مگر جو شخص رسول کی مخالفت پر کمربستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے درآں حالیکہ اس پر راہ راست واضح ہو چکی تو ہم اس کو اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔(تفہیم القرآن)

لیجئے جناب رسول اللہ ﷺ کی چند احادیث مبارکہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ فرمایا:

۱)عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَةِ۔(مشکوٰۃ باب الاعتصام بحوالہ احمد)

ترجمہ: جماعت مسلمین اور عوام کو لازم پکڑو۔

۲)يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ۔

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بحوالہ ترمذی)

ترجمہ: جماعت پر اللہ کا دست کرم ہے جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ ہی جائے گا۔

۳)اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ۔

(مشکوٰۃ باب الاعتصام بحوالہ ابن ماجہ)

ترجمہ: بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو الگ رہا وہ الگ ہی دوزخ میں جائیگا۔

یہ قرآن و حدیث ہے۔ لیکن نہ معلوم مولانا مودودی مذکورہ آیات مقدسہ اور احادیث مبارکہ کا علم رکھتے تھے یا نہیں؟ یا ان کا حافظہ کمزور تھا یا وہ خدا و رسول ﷺ کی اطاعت لازمی نہیں جانتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنے میں

امت (یعنی عام محدثین وفقہا اور علمائے امت) کا ساتھ نہیں دیا اور نہ اہلِ ایمان کی روش اور راستہ کو اختیار کیا ہے۔ نہ ہی سوادِ اعظم اہلسنت کی اتباع اختیار کی۔ بس دوزخ میں جھونکے جانے کی وعید سے بے خوف ہو کر امت کے اجماعی عقیدہ "الصحابة کلھم عدول" کے خلاف ایک نیا مطلب گھڑا اور قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف ایک الگ راہ اپنائی۔ (استغفر اللہ)

اعتراض ۵

ملوکیت اسلام میں جائز نہیں۔ مولانا مودودی نے خلافت وملوکیت میں اس پر بہت کچھ کہا ہے جبکہ آپ نے حضرت امیر معاویہ کا بادشاہ ہونا بھی فضائل میں ذکر کیا ہے۔ آخر کیوں؟

جواب

محض ملوکیت یا بادشاہی اسلام میں قابلِ اعتراض نہیں۔ مولانا مودودی اس کے انکار پر کوئی محکم دلیل یا قرآن وحدیث سے کوئی خاص نص نہیں پیش کر سکے اور صحیح بات تو یہ ہے کہ اس پر ان کا کوئی بھی اعتراض قابل ذکر نہیں کہ اس کا مستقل جواب ضروری ہو۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ بادشاہ کو عادل ہونا چاہیے اور عادل ہونا باعث فضیلت ہی ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ۔ (المائدہ۔۲۰)

ترجمہ مولانا مودودی: یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی اس نعمت کا خیال کرو جو اس نے تمہیں عطا کی تھی اس نے تم میں نبی پیدا کیے تم کو فرماں روا (بادشاہ) بنایا اور تم کو وہ کچھ دیا

جو دنیا میں کسی کو نہ دیا۔ (تفہیم القرآن از مولانا مودودی)

یہاں ملوکیت یعنی فرمانروائی اور بادشاہی کو اللہ کی نعمت فرمایا گیا' اور یہ ترجمہ مودودی صاحب کا ہے۔

حدیث پاک میں ارشاد ہوا:

۱)عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اوّل ھٰذا الامر نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃ ورحمۃ ثم یکون ملکا ورحمۃ ثم یکون امارۃ ورحمۃ ثم یتکادمون علیھا تکادم الحمیر فعلیکم بالجھاد وان افضل جھادکم ارباط وان افضل رباطکم عسقلان رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات۔ (تطہیر الجنان ص ۱۶)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ کہتے تھے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اس دین میں نبوت ورحمت ہوگی پھر خلافت اور رحمت ہوگی پھر ملوکیت اور رحمت ہوگی پھر امارت اور رحمت ہوگی پھر لوگ خلافت پر اس طرح گریں گے جس طرح گدھے کسی چیز پر گرتے ہیں پس تم لوگ جہاد کو اپنے اوپر لازم سمجھو اور سب سے افضل جہاد سرحد کی حفاظت ہے اور سب سرحدوں سے افضل سرحد عسقلان کی ہے اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ (سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۳۷)

۲)لَا تَسُبُّوْا السُّلْطَانَ فَاِنَّهٗ ظِلُّ اللّٰهِ فِیْ اَرْضِهٖ۔

(کنز العمال ج ۶ ص ۲۶)

ترجمہ: سلطان (بادشاہ) کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ وہ زمین پر اللہ کا سایہ (رحمت) ہے۔

۳)اَلسُّلْطَانُ ظِلٌّ فِی الْاَرْضِ فَمَنْ اَکْرَمَهٗ اَکْرَمَهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَهَانَهٗ اَهَانَهُ اللّٰهُ۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۴)

ترجمہ: سلطان زمین پر اللہ کا سایہ (رحمت) ہے جس نے اس کی عزت کی اس نے اللہ کی عزت کی اور جس نے اس کی اہانت کی اس نے اللہ کی اہانت کی۔

۴)۔اَلسُّلْطَانَ الْعَادِلُ ظِلُّ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ۔ (کنز العمال ج ۶ ص ۱۱)

ترجمہ: عادل بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ (رحمت) ہے۔

۵)اِنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ یَاوِیْ اِلَیْهِ کُلُّ مَظْلُوْمٍ مِنْ عِبَادِهٖ فَاِذَا عَدَلَ کَانَ لَهُ الْاَجْرُ وَعَلَی الرَّعِیَّةِ الشُّکْرُ وَاِذَا جَارَ کَانَ عَلَیْهِ الْاِصْرُ وَعَلَی الرَّعِیَّةِ الصَّبْرُ۔

(مشکوٰۃ کتاب الامارۃ، القضاء، کنز العمال ج ۶ ص ۵)

ترجمہ: بے شک بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ (رحمت) ہے جس کی طرف اللہ کے بندوں میں سے ہر مظلوم پناہ لیتا ہے پس جب انصاف کرے تو اس کیلئے ثواب ہے اور رعایا پر شکر واجب ہے اور جب ظلم کرے تو اس پر بوجھ ہے اور رعایا پر صبر واجب ہے۔

۶)اَلسُّلْطَانُ وَلِیٌّ مَّنْ لَّا وَلِیَّ لَهٗ۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۱ کتاب النکاح باب فی الولی)

ترجمہ: جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔

۷)اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلَاثَةٌ، ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِیْمٌ رَقِیْقُ الْقَلْبِ لِکُلِّ ذِیْ قُرْبٰی وَمُسْلِمٍ وَعَفِیْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْعِیَالٍ۔ (ریاض الصالحین باب الوالی العادل بحوالہ مسلم)

ترجمہ: جنتی تین (قسم کے لوگ) ہیں۔ منصف اور توفیق دیا گیا بادشاہ،

مہربان آدمی جس کا دل رشتہ داروں اور (عام) مسلمانوں کیلئے نرم ہے،
پاک دامن اور مانگنے سے گریز کرنے والا عیالدار۔

پس بادشاہی اور ملوکیت بذات خود مذموم نہیں بلکہ قرآن و حدیث کے مطابق نعمت و رحمت ہے اور سلطان عادل خدا کا سایۂ رحمت ہے۔ ہم نے جو حضرت امیر معاویہ ﷺ کا بادشاہ ہونا ان کے فضائل میں ذکر کیا ہے تو یہ گویا بے جا نہیں کیا؟ یہیں اوپر ذکر کی گئی احادیث پھر دیکھیں اللہ کا سایہ رحمت اور جنت کا مستحق ہونا بہت بڑی فضیلت ہے۔ خود حضور نبی اکرم ﷺ نے پیش گوئی کی اور انہیں بادشاہ ہونے کی خوشخبری دی ہے۔ اسے ہم نے ''بشارت یافتہ اور قابل حکمران تھے'' کے عنوان سے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور اسے ہم نے اس لئے بھی فضائل میں شمار کیا ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام بھی بادشاہ تھے اور قرآن کریم نے ان کی تعریف و تحسین کی ہے۔ گویا جب اسلام نافذ العمل ہو اور عدل و انصاف اور امن و امان قائم ہو تو خلافت ہو یا ملوکیت تحسین و تعریف کی جائے گی اور اسے فضائل میں بھی شمار کیا جائے گا۔ اور پھر حضرت امیر معاویہ بادشاہ ہونے کے باوجود جلیل القدر صحابی بھی تو ہیں اور صحابہ سب عادل ہوئے لہٰذا آپ بھی عادل ہوئے۔ اور جب عادل ہوئے تو مذکورہ احادیث کے مطابق زمین پر اللہ کا سایۂ رحمت ہوئے اور پوری امت بھی آپ کی امارت پر جمع تھی تو یہ کوئی کم فضیلت نہیں۔'' امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ:

''امیر معاویہ مناقب کا مجموعہ ہیں'' اسی طرح شرح مسلم میں ہے کہ ''آپ کا شمار عدول فضلاء اور صحابہ اخیار میں ہوتا ہے''۔ امام یافعی فرماتے ہیں کہ ''آپ نہایت بردبار، سخی، سیاستدان، صاحب عقل، سیادت کاملہ کے حقدار اور صاحب الرائے تھے گویا کہ حکومت کرنے کیلئے ہی پیدا ہوئے تھے''۔

(معترضین اور حضرت امیر معاویہ ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ﷺ ص ۳۵)

اور حضرت امیر معاویہ ﷺ کو بادشاہ بھی ان کی شان وشکوت کے اعتبار سے کہا گیا جیسا کہ دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق ﷺ نے آپ کو سواروں کے ایک بہت بڑے جلوس کے ہمراہ استقبال کو آتے ہوئے دیکھ کر عرب کے کسریٰ سے تعبیر کیا تھا۔ (ازالۃ الخفاء اردو دوم ص ۱۲۰) ورنہ آپ کو خلیفہ کہنا بھی بجا ہے اور اکثر نے کہا بھی ہے حضرت امام حسن ﷺ نے بھی انہیں خلافت ہی سپرد فرمائی تھی۔ تفصیل کیلئے سابقہ صفحات میں "بشارت یافتہ اور قابل حکمران تھے" کے عنوان سے ہمارا مضمون پھر ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں ہم آپ کے فضائل میں تاریخ ابن خلدون کی وضاحت پیش کرتے ہوئے اپنے جواب کو ختم کرتے ہیں۔ علامہ ابن خلدون کہتے ہیں:

حضرت معاویہ ﷺ جن کو ہوا پرست ملوک سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض کو بعض سے تشبیہ دیتے ہیں۔ حاشا للہ معاویہ ﷺ اپنے بعد کے خلفاء سے تشبیہ نہیں دیئے جا سکتے۔ یہ تو خلفائے راشدین سے ہیں۔ ان کو خلفائے مروانیہ سے تشبیہ دینا جو ان کے بعد ہوئے اور ان سے مرتبہ اور دین میں کم ہیں' نہایت غلطی ہے اور ایسا ہی خلفائے بنی عباس جو ان کے بعد ہوئے ہیں' ان سے تشبیہ دینا بھی غیر مناسب ہے۔

اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بادشاہت رتبہ میں خلافت سے کم ہے پس کیسے خلیفہ بادشاہ ہو سکتا ہے۔ سمجھ رکھو کہ جو بادشاہت مخالف خلافت بلکہ منافی خلافت ہے وہ جبروتیت ہے جو کسرویہ سے تعبیر کی جاتی ہے...... باقی رہی وہ بادشاہت جو غلبہ عصبیت اور شوکت سے حاصل ہوتی ہے وہ خلافت اور نبوت کے منافی نہیں ہے۔ حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السلام دونوں نبی تھے اور بادشاہ بھی تھے اور نہایت درجہ دنیا کے کاموں میں چست اور اطاعت الٰہی کے پابند تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے طمع دنیا و دولت کی وجہ سے حکومت کی
خواہش نہیں کی بلکہ ان کو اس پر ایک فطری اور طبعی خیال نے ابھارا تھا۔
اور قاعدہ کلیہ خلیفہ اور بادشاہ جبروتیہ کی شناخت کا یہ ہے کہ ان
کے افعال کو صحیح طور سے دیکھو اور واہیات خرافات کے پیچھے نہ پڑو۔ پس
جس کے افعال مطابق کتاب وسنت کے ہوں وہ تو خلیفہ نبی ﷺ کا ہے۔
اور جن کے افعال اس مقیاس سے خارج ہوں وہ ملوک دنیا ہیں اور خلیفہ
ان کو مجازاً کہا جائے گا"۔ (تاریخ ابن خلدون اردو حصہ اوّل ص ۵۵۵۔۵۵٦)

اعتراض ٦

امیر معاویہ نے یزید کو اپنا خلیفہ نامزد کیا جبکہ اسلام میں بیٹے کو خلیفہ بنانا جائز نہیں، پھر یزید فاسق و فاجر بھی تھا۔ اس کے فسق و فجور اور ظلم و ستم کی ذمہ داری بھی امیر معاویہ پر عائد ہوتی ہے۔

جواب

اس اعتراض کا جواب مفسر قرآن محقق ذیشان حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک نظر" میں دے چکے ہیں ہم اُسی سے اخذ کر کے پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

اہلسنت کے نزدیک خلیفہ اور جانشین ہونے کیلئے اہلیت اہل علم اور لائق ہونا ہے اور بیٹا ہونا عدم اہلیت کی دلیل اور بنیاد نہیں۔ جناب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کے لختِ جگر نورِ نظر اور فرزند اکبر ہیں اور ان کے خلیفہ و جانشین ہو چکے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہونے کی وجہ سے ان کی اہلیت اور خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہوا بلکہ انہیں خلفائے راشدین اور ان کے دور کو خلافتِ راشدہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ اگر بیٹا ہونا جانشینی اور خلافت کیلئے عیب ہوتا تو

حضرت امام حسن مجتبیٰ ﷺ کو خلفائے راشدین میں ہرگز نہ شمار کیا جاتا اور دلچسپ بات تو یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ﷺ بھی ولی عہدی کے طریقہ ہی سے خلیفہ بنے تھے۔ حالانکہ ان کو بھی پانچواں خلیفۂ راشد کہا جاتا ہے۔اور مشائخ اہلسنت میں سے تو اکثر آج کل اپنی اولاد کو اپنا سجادہ نشین بناتے ہیں۔ جو کسی لحاظ سے بھی فسق اور گناہ نہیں بلکہ جائز ہی ہے۔

دیگر اپنے بیٹے کو اپنا جانشین بنانا کسی آیت یا حدیث کی رو سے بھی ممنوع نہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ ایسا کرنا اسلام میں جائز نہیں درست قول نہیں۔ اپنے بیٹے یا بھائی کو اپنا نائب اور خلیفہ بنانا نہ تو حرام ہے اور نہ مکروہ بلکہ اس کی کوشش کرنا اور اس کی دعا کرنا حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ یا اللہ! میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنادے اور حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی کہ یا اللہ! مجھے بیٹا دے جو میرا جانشین و وارث ہو۔ آیات مقدسہ ملاحظہ ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں:

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ○ هٰرُوْنَ اَخِي ○ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ○
وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ○ (طٰہٰ ۔ ۲۹ تا ۳۲)

ترجمہ: اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کردے وہ کون میرا بھائی ہارون اس سے میری کمر مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر۔ (کنزالایمان)

اور آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور مطلوبہ منصب جس کیلئے دعا کی گئی تھی اللہ تعالیٰ نے ہارون علیہ السلام کو اس پر فائز فرمادیا۔ اگر یہ کوشش درست نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس دعا سے ناراض ہوتا اور حضرت موسیٰ علیہ اسلام کو اس سے منع فرماتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبولیت سے نوازدیا۔

اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام دعا کرتے ہیں:

فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ۔

(مریم۔۶،۵)

ترجمہ: پس مجھے اپنی طرف سے ایک وارث دے جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث ہو۔

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ میں یزید علیہ ما علیہ کا فسق و فجور ظاہر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ وہ سیاسی امور کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ یزید کا فسق و فجور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ظاہر ہوا اور آئندہ ظاہر ہونے والا فسق کسی کو فی الحال فاسق نہیں بنائے گا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان لعین کو اس کا کفر ظاہر ہونے کے بعد جنت اور جماعت ملائکہ سے نکالا۔ اس سے پہلے اسے ہر جگہ رہنے کی اجازت دی گئی اور اس کی عزت افزائی فرمائی گئی۔ جب شیطان کو اس کا کفر و عناد ظاہر ہونے سے پہلے کافر قرار نہ دیا گیا تو یزید کو اس کا فسق و فجور ظاہر ہونے سے پہلے کیسے فاسق و فاجر قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیسے موردِ الزام بن سکتے ہیں۔ ان کے متعلق فسق کے ارتکاب کا گمان نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی عدالت و صحابیت کا شرف اس سے مانع ہے۔ پھر اس وقت اکابر صحابہ کی وہاں موجودگی اور اس پر ان کا سکوت اس بات کیلئے کافی دلیل ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کردار شیشے کی طرح صاف اور مثالی تھا۔

اور اگر کوئی روایت ایسی مل ہی جائے جس سے معلوم ہو کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے فسق و فجور سے خبردار ہوتے ہوئے اور اسے نااہل جانتے ہوئے بھی اپنا خلیفہ مقرر فرما دیا تو وہ روایت جھوٹی ہے اور راوی یا شیعہ ہے یا کوئی دشمن اصحاب۔ جو روایت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی کا فسق ثابت کرے وہ مردود ہے کیونکہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ تمام صحابہ بحکم قرآن متقی، کفر و فسق اور نافرمانی سے متنفر، راست رو اور عدالت سے آراستہ ہیں۔

اور ہر ایسی روایت جس میں کوئی قابل اعتراض بات وارد ہو جائے اور اس سے

شان صحابیت پر حرف آتا ہو تو علماء کے نزدیک اس کی تاویل ضروری ہے۔ صحابہ کرام کو برا بھلا کہنا حرام ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اصل عبارات ''فیصلہ قرآن و حدیث سے کیوں تاریخ سے کیوں نہیں''؟ اور ''معتقدات اہلسنت'' کے عنوانات کے تحت دیکھئے ترجمہ ملاحظہ ہو:

''علماء کہتے ہیں جن احادیث میں بظاہر کسی صحابی پر حرف آتا ہو اس کی تاویل واجب ہے اور علماء کہتے ہیں کہ صحیح روایت میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی تاویل نہ ہو سکے''۔

(نووی شرح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل علی ﷺ جز ثانی ص ۲۷۸)

''خوب جان لو کہ صحابہ کرام کو برا بھلا کہنا حرام ہے اور بہت بڑی بے حیائی ہے اور ہمارا مذہب اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ (جو صحابہ کو برا بھلا کہے) اس کو کوڑے مارے جائیں اور بعض مالکیہ تو کہتے ہیں اسے قتل کیا جائے گا''۔

(نووی شرح مسلم باب تحریم سب الصحابۃ رضی اللہ عنہم جلد ثانی ص ۳۰۰)

اور حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ حیات ''القول الجلی'' جسے آپ کے محبوب و معتمد خلیفہ و شاگرد شاہ محمد عاشق پھلتی نے آپ کی حیات مبارکہ ہی میں مرتب کیا اور جسے آپ نے خود دیکھا اور تصدیق سے نوازا' میں جامع معقول و منقول حضرت شاہ نور اللہ کے حالات میں مرقوم ہے۔

''انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک مبشرہ میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اپنے دولت کدہ میں جو مدینہ منورہ میں تھا' تشریف فرما ہیں اور ہم باہر کھڑے آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ ایک ساعت گزرنے کے بعد آپ اپنے دولت کدہ سے باہر تشریف لائے اور اس مقام پر جو مثل دیوان خانہ کے ہے' تشریف فرما ہوئے اور کسی شخص نے

اس بندہ کاتب حروف کا نام لے کر کہا تم اور ایک دوسرا شخص جو تمہارا ہم نام ہے اس مجلس عالی میں اجازت یافتہ (حاضر) اور آپ کی قربت و شرف جلوس سے مشرف ہوا اور ہم مواجہ شریف میں کھڑے ہیں کہ اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا اور آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ حضور! معاویہ کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی برائی کی ہے تو اس کے لڑکے نے کی ہے اور لڑکے کے اعمال کا وبال ونکال باپ پر نہیں ہوتا اور جس شخص نے ہماری صحبت اٹھائی ہے (اس کے بارے میں) اگر کوئی شخص بے ادبی کرے تو ہم اس سے خوش نہیں ہیں۔ اور گویا یہ الفاظ آپ ﷺ نے اس لئے فرمائے کہ اس نے صرف معاویہ کہا تھا بغیر کسی تعظیمی لفظ کے۔ پھر میں بیدار ہو گیا"۔ (القول الجلی اردو ص ۵۶۸)

اعتراض ۷ (طعنِ مودودی)

مولانا مودودی کا طعن ملاحظہ ہو' کہتے ہیں:

"اس سے بدرجہا زیادہ غیر آئینی طرزِ عمل دوسرے فریق' یعنی حضرت معاویہ ؓ کا تھا جو معاویہ بن ابی سفیان کی حیثیت سے نہیں بلکہ شام کے گورنر کی حیثیت سے خون عثمان کا بدلہ لینے کیلئے اٹھے' مرکزی حکومت کی اطاعت سے انکار کیا' گورنری کی طاقت اپنے اس مقصد کیلئے استعمال کی' اور مطالبہ بھی یہ نہیں کیا کہ حضرت علی (ؓ) قاتلین عثمان پر مقدمہ چلا کر انہیں سزا دیں' بلکہ یہ کیا کہ وہ قاتلین عثمان کو ان کے حوالے کر دیں تا کہ وہ خود انہیں قتل کریں، یہ سب کچھ دورِ اسلام کی نظامی حکومت کے بجائے زمانہ قبل اسلام کی قبائلی بدنظمی سے اشبہ ہے............

حضرت عثمان ﷛ کا رشتہ جو کچھ بھی تھا' معاویہ بن ابی سفیان سے تھا۔ شام کی گورنری ان کی رشتہ دار نہ تھی۔ اپنی ذاتی حیثیت میں وہ خلیفہ کے پاس مستغیث بن کر جا سکتے تھے اور مجرمین کو گرفتار کرنے اور ان پر مقدمہ چلانے کا مطالبہ کر سکتے تھے۔ گورنری کی حیثیت سے انہیں کوئی حق نہ تھا کہ جس خلیفہ کے ہاتھ پر باقاعدہ آئینی طریقے سے بیعت ہو چکی تھی ...... اس کی اطاعت سے انکار کر دیتے اور اپنے زیرِ انتظام علاقے کی فوجی طاقت کو مرکزی حکومت کے مقابلے میں استعمال کرتے' اور ٹھیٹھ جاہلیت قدیمہ کے طریقے پر یہ مطالبہ کرتے کہ قتل کے ملزموں کو عدالتی کارروائی کے بجائے مدعیِ قصاص کے حوالہ کر دیا جائے تاکہ وہ خود ان سے بدلہ لے''۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۲۵ـ۱۲۶)

تو فرمایئے آپ اس طعن کے جواب میں کیا کہیں گے؟

جواب

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرنا ہرگز روا نہیں قرآن و حدیث نے ان پر طعن کرنے والوں اور ان کے کمالات و حسنات کو دیکھ کر غصہ میں آنے والوں کی سخت مذمت کی ہے اور اس پر ہم پہلے ہی گفتگو کر چکے ہیں۔ لیکن ہم مولانا مودودی کی دینی سوجھ بوجھ اور ان کے علمی دعووں کے بارے میں کیا کہیں کہ انہوں نے مقام صحابیت کو ہی نظر انداز نہیں کیا بلکہ خدا اور رسول ﷺ کے احکام کو بھی پس پشت ڈال دیا اور حضرت امیر معاویہ ﷛ پر طعن کر کے اپنے غصہ اور ایمان کی حقیقت ظاہر کر دی۔

مودودی صاحب نے:

☆ حضرت امیر معاویہ ﷛ کو غیر آئینی (غیر شرعی) طرز عمل کا مرتکب قرار دیا۔

☆ ان کے طرزِ عمل کو قبائلی بدنظمی سے اشبہ کہا۔

☆ انہیں ٹھیٹھ جاہلیت قدیمہ کا طریقہ اختیار کرنے والا کہا۔

مودودی صاحب کے انداز بیان سے ان کا غصہ ظاہر ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں حضرت امیر معاویہ ﷛ اور منصب صحابیت کا کوئی لحاظ نہیں اور قرآن و حدیث کا صحیح طور پر کچھ علم نہیں یا ان پر ایمان نہیں اور بعض دفعہ جو قرآن وحدیث کا نام لیتے ہیں اور آیتوں پر آیتیں لکھتے جاتے ہیں تو محض دکھاوے کے طور پر۔ ورنہ الفاظ کی بھول بھلیوں میں گم رہتے ہیں' آیئے ہم اس طعن کا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔

مودودی صاحب نے حضرت امیر معاویہ ﷛ پر غیر آئینی یعنی غیر شرعی طرز عمل کا ارتکاب کرنے اور ٹھیٹھ جاہلیت قدیمہ کا طریقہ اختیار کرنے کا طعن کیا ہے۔ حالانکہ حدیثِ پاک کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرنے والے انہیں برا بھلا کہنے والے اور انہیں غیر شرعی (غیر آئینی) امور کا مرتکب قرار دے کر فاسق ظاہر کرنے والے خود بدترینِ امت اور لعنتی ہیں۔ تفصیل کیلئے سابقہ صفحات ملاحظہ کریں۔ یہاں ہم مختصراً عرض کریں گے۔ حدیث پاک میں فرمایا:

۱) اِنَّ اَشْرَارَ اُمَّتِیْ اَجْرَءُ ھُمْ عَلٰی اَصْحَابِیْ۔

(الصواعق المحرقہ اردو ص ۳۷ بحوالہ ابن عدی)

ترجمہ: بے شک میری امت میں سے بدترین وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں۔

۲) اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ۔ (ترمذی ابواب المناقب، مشکوۃ باب مناقب الصحابۃ)

ترجمہ: جب تم انہیں دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت۔

جبکہ سیدنا امیر معاویہ ﷛ قرآن کے عالم، ہادی ومہدی، فقیہہ ومجتہد، امیر المؤمنین اور جلیل القدر صحابی ہیں۔ حبیب خدا حضور نبی کریم ﷺ دعا فرماتے ہیں:

۱)اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتٰبَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۷، مدارج النبوت اردو دوم ص ۹۴۳، الصواعق المحرقہ اردو ص ۷۲۲)

ترجمہ: اے اللہ! معاویہ کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا۔

۲)اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهٖ (ترمذی ابواب المناقب)

ترجمہ: الٰہی انہیں ہدایت دینے والا ہدایت یافتہ بنا اور ان سے ہدایت دے۔

حضرت امیر معاویہ ﷺ کی شان اقدس میں وارد صحیح بخاری شریف کی روایات ملاحظہ ہوں حضرت ابن ابی ملیکہ ﷺ فرماتے ہیں:

۱)قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَلْ لَكَ فِيْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مُعَاوِيَةَ فَاِنَّهٗ اَوْتَرَ اِلَّا بِوَاحِدَةٍ قَالَ اَصَابَ اِنَّهٗ فَقِيْهٌ۔

(بخاری کتاب المناقب ج ۱ ص ۵۳۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس ﷺ سے پوچھا گیا آپ کی امیر المومنین معاویہ کے بارے میں کیا رائے ہے جبکہ وہ وتر کی ایک ہی رکعت پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بے شک وہ فقیہ ہیں۔

۲)اَوْتَرَ مُعَاوِيَةُ بَعْدَ الْعِشَاءِ بِرَكْعَةٍ وَعِنْدَهٗ مَوْلًى لِابْنِ عَبَّاسٍ فَاَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ دَعْهُ فَاِنَّهٗ قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (بخاری کتاب المناقب ج ۱ ص ۵۳۱)

ترجمہ: حضرت معاویہ نے نماز عشاء کے بعد وتر کی ایک رکعت پڑھی۔ ان کے پاس حضرت ابن عباس کا آزاد کردہ غلام بھی تھا اس نے واپس آ کر حضرت ابن عباس کو بتایا تو آپ نے فرمایا ان سے کچھ نہ کہنا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔

یہ احادیث مبارکہ بار بار دیکھئے۔ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو عالمِ قرآن، ہادی و مہدی، امیر المؤمنین، فقیہہ و مجتہد اور حضور نبی اکرم ﷺ کا صحابی کہہ رہی ہیں جبکہ صحابہ کرام وہ پاکباز اور باکردار ہستیاں ہیں جن کے افعال واقوال اور اعمال واحوال امت کیلئے نشان راہ اور جن کی پیروی باعث ہدایت ہے۔ صرف ایک حدیث پیش کی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔

(مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ)

ترجمہ: میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں پس تم ان میں سے جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔

اب احادیث پاک کیا کہہ رہی ہیں اور مودودی صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ احادیث پاک تو انہیں عالم قرآن، فقیہہ و مجتہد، عظیم صحابی اور ہادی و مہدی یعنی ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ کہہ رہی ہیں۔ جبکہ مولانا مودودی جو مذہبی سکالر، مفسر قرآن اور معلوم نہیں کیا کیا کہلاتے ہیں، ان کو غیر آئینی یعنی غیر شرعی طرز عمل اور ٹھیٹھ جاہلیت قدیمہ والے طریقہ کا مرتکب قرار دے کر فاسق و جاہل کہہ رہے ہیں دیگر قرآن کریم بھی انہیں کفر و فسق اور نافرمانی کے کاموں سے متنفر کہتا ہے۔ اب فرمایئے سچا کون ہے۔ قرآن و حدیث یا مولانا مودودی؟ یقیناً قرآن و حدیث کو سچا ماننا پڑے گا۔ اور حدیث پاک نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقیہہ کہا اور فقیہہ جاہل نہیں ہوسکتا وہ مجتہد تھے اور یہ ان کا اجتہاد تھا اگرچہ اس میں خطا ہوئی لیکن یہ اجتہادی خطا تھی اس لئے انہیں کسی قسم کا طعن کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا مودودی صاحب نے انہیں ٹھیٹھ جاہلیت قدیمہ کا مرتکب کہہ کر جھوٹ بولا اور ان پر افترا باندھا اور جو ہادی و مہدی یعنی ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ ہو وہ غیر آئینی اور غیر شرعی امور کا مرتکب قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مودودی صاحب کے اس افترا سے بھی یقیناً بری ہیں۔

اہلسنت قرآن وحدیث پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہادی ومہدی مانتے ہیں۔

اور یہ جو مودودی صاحب نے کہا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ''مرکزی حکومت کی اطاعت سے انکار کیا'' تو یہ انہوں نے درست نہیں کہا شرح عقائد سے منقول ہے۔ ترجمہ

جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لئے اختلاف نہیں کیا تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں اپنے آپ کو خلافت کا زیادہ حق دار سمجھتے تھے بلکہ یہ اختلاف اس شبہ میں ہوا تھا کہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قتل کا قصاص لینے کیلئے موجودہ حالات میں خلیفۂ وقت کے ساتھ جنگ کرنا جائز ہے ان کا اختلاف صرف قصاص کے متعلق تھا۔ خلافت و امارت میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ اس بات کا ایک بیّن ثبوت یہ بھی ہے کہ جناب سیدنا امیر معاویہؓ جناب سیدنا طلحہؓ جناب سیدنا زبیرؓ (حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ) رضی اللہ عنہم نے خلافت علی کو تسلیم کرتے ہوئے ان سے قصاص لینے کا مطالبہ کیا تھا اگر یہ حضرات جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو قبول نہ فرماتے ہوتے تو پھر جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قصاص کے احکام خود جاری فرماتے''۔

(مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ص ۱۰۸۔۱۰۹ بحوالہ حاشیہ شرح عقائد نمبر ۴ ص ۱۰۹)

گویا مولانا مودودی صاحب کا یہ طعن ہرگز درست نہیں۔

اعتراض ۸ (طعنِ مودودی)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مولانا مودودی صاحب کا ایک اور طعن ملاحظہ کیجیے

اور اس کا جواب دیتے کہتے ہیں:

"حضرت معاویہ ﷜ کی خلافت اس نوعیت کی خلافت نہ تھی کہ مسلمانوں کے بنانے سے وہ خلیفہ بنے ہوں اور اگر مسلمان ایسا کرنے پر راضی نہ ہوتے تو وہ نہ بنتے۔ وہ بہر حال خلیفہ ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے لڑ کر خلافت حاصل کی' مسلمانوں کے راضی ہونے پر ان کی خلافت کا انحصار نہ تھا۔ لوگوں نے ان کو خلیفہ نہیں بنایا۔ وہ خود اپنے زور سے خلیفہ بنے اور جب وہ خلیفہ بن گئے تو لوگوں کیلئے بیعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اس وقت اگر ان سے بیعت نہ کی جاتی تو اس کا نتیجہ یہ نہ ہوتا کہ وہ اپنے حاصل کردہ منصب سے ہٹ جاتے، بلکہ اس کے معنی خونریزی و بدنظمی کے تھے جسے امن اور نظم پر ترجیح نہیں دی جا سکتی تھی۔ اسی لئے امام حسن ﷜ کی دست برداری (ربیع الاول ۴۱ھ) کے بعد تمام صحابہ و تابعین ﷭ اور صلحائے امت نے ان کی بیعت پر اتفاق کیا اور اس کو "عام الجماعت" اس بنا پر قرار دیا کہ کم از کم باہمی خانہ جنگی تو ختم ہوئی"۔

(خلافت و ملوکیت ص ۱۵۸)

جواب

مودودی صاحب نے اپنے خلاف امت نظریات کے باعث سیدنا امیر معاویہ ﷜ کی خلافت پر طعن کرتے ہوئے کہا کہ وہ مسلمانوں کے بنانے سے خلیفہ نہ بنے اور لوگوں نے ان کو خلیفہ نہیں بنایا بلکہ انہوں نے لڑ کر خلافت حاصل کی اور مسلمانوں کے راضی ہونے پر ان کی خلافت کا انحصار نہ تھا۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت امیر معاویہ ﷜ کو بشارت دی۔ دوسرے خلیفۂ راشد سیدنا فاروق اعظم ﷜ کے عہدِ خلافت میں شام کے گورنر مقرر ہوئے۔ خلیفۂ وقت سے عرب کے کسریٰ ہونے کا خطاب پایا۔ (ازالۃ الخفا)

اردو دوم ص ۱۲۰) پھر تیسرے خلیفۂ راشد سیدنا عثمان غنی ﷺ نے اپنے طویل دورِ حکومت میں ان کو نہ صرف اس گورنری پر برقرار رکھا بلکہ اسے اور ترقی دی۔ مودودی صاحب کے الفاظ میں سنیئے' کہتے ہیں:

''حضرت معاویہ ﷺ سیدنا عمر فاروق ﷺ کے زمانے میں صرف دمشق کی ولایت پر تھے حضرت عثمان ﷺ نے ان کی گورنری میں دمشق، حمص، فلسطین، اردن اور لبنان کا پورا علاقہ جمع کر دیا''۔

(خلافت و ملوکیت ص ۱۰۸)

خلیفہ تو جب ہوئے اور خلافت تو انہیں جب ملی جب سیدنا امام عالی مقام امام حسن ﷺ نے اس کے حقیقی حقدار ہونے کے باوجود خود دستبردار ہو کر خلافت انہیں سپرد فرما دی اور مع اپنے جاں نثار ساتھی صحابہ و تابعین کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ تو پھر مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ لوگوں نے ان کو خلیفہ نہیں بنایا' کتنا بڑا جھوٹ اور کتنا بڑا مغالطہ ہے۔ معلوم نہیں لوگوں سے ان کی مراد کیا ہے؟ حالانکہ خود ہی لکھ رہے ہیں کہ:

''امام حسن ﷺ کی دست برداری (ربیع الاول ۴۱ھ) کے بعد تمام صحابہ و تابعین اور صلحائے امت نے ان کی بیعت پر اتفاق کیا''۔

(خلافت و ملوکیت ص ۱۵۸)

اس طرح جب انہیں خلافت سپرد ہو گئی اور اس پر تمام صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اور صلحائے امت نے اتفاق بھی کر لیا تو آپ تمام مسلمانوں کے خلیفہ ہو گئے۔ یہ تمام صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اور صلحائے امت کا اتفاق اس بات کی نہایت واضح دلیل ہے کہ سب مسلمان آپ کی اطاعت پر راضی ہو کر آپ کو خلیفہ تسلیم کر چکے تھے اور پھر آپ کا پُر امن طویل دورِ حکومت بھی مسلمانوں کی رضا مندی کی روشن دلیل ہے۔ یہ کہنا کہ اس وقت لوگوں یعنی صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کیلئے بیعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا اور انہوں نے تو محض خونریزی سے بچنے کیلئے ایسا کیا تھا تو

یہاں مودودی صاحب نے نہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی رضا مندی کے جذبہ کا انکار کیا بلکہ انہیں دینی غیرت سے محروم اور بے حمیت ہونے کا الزام بھی دے دیا۔ استغفر اللہ۔

حالانکہ سیدنا امام حسن ﷜ نے خلافت انہیں سونپ کر ان کی بیعت کر لی اور آپس میں صلح ہوگئی اور یہ صلح بھی وہی ہے جس کی بشارت خود حضور ﷺ نے دی تھی[1] اور جب صلح ہوگئی تو باہمی رضامندی بھی ہوگئی اور خونریزی کا خدشہ بھی ختم ہوگیا۔ اور کسی سے کوئی جھگڑا ہی نہ رہا۔ لہٰذا مودودی صاحب نے محض مغالطہ دیا یا پھر حدیث بخاری سے ناواقفیت اور جہالت کا مظاہرہ کیا ورنہ وہاں تو اُس وقت صلح اور رضامندی کے علاوہ کچھ تھا ہی نہیں۔ حتیٰ کہ جس سال (ربیع الاول ۴۱ھ) یہ صلح ہوئی اور تمام صحابہ و تابعین اور صلحائے امت رضی اللہ عنہم نے ایک خلیفہ کی اطاعت پر اتفاق کیا اس سال کو "عام الجماعۃ" سے تعبیر کیا گیا۔ کہ اس سال پوری امت متحد و متفق ہو کر ایک خلیفہ کی اطاعت پر جمع ہوگئی اور امت حق پر جمع ہوتی ہے گمراہی پر نہیں۔ دانائے غیوب جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ"۔ (مشکوٰۃ، ترمذی)

ترجمہ: میری امت ہرگز گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

یعنی امت جب بھی جمع ہوگی حق پر ہوگی اور یہاں امت خلافتِ امیر معاویہ ﷜ پر جمع ہوگئی لہٰذا آپ کی خلافت کے حق ہونے کی توثیق بھی ہوگئی۔ اختلاف بالکل ختم ہوگیا اور سیدنا امیر معاویہ ﷜ متفقہ طور پر پوری امت کے خلیفہ مقرر ہوگئے۔ اب

---

[1] دیکھئے بخاری باب علامات نبوت، مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، کتاب الفتن، کتاب الصلح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیّدنا امام حسن ﷜ کو جبکہ وہ ابھی چھوٹے بچے تھے گود میں لے کر برسرِ منبر فرمایا (ترجمہ) "میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا"

تمام صحابہ وتابعین اور صلحائے امت رضی اللہ عنہم انہیں امیر المؤمنین کے لقب سے یاد کرنے لگے۔ ایک کمان کے نیچے جہاد کا رکا ہوا سلسلہ دوبارہ جاری ہوا اور اسلام کی نشر واشاعت پھر سے شروع ہو گئی۔

دیگر مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ انہوں نے لڑ کر خلافت حاصل کی' بھی غلط ثابت ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ انہوں نے خلیفۂ برحق سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی۔ لیکن یہ لڑائی خلافت کیلئے نہ کی اور نہ ہی وہ اس لڑائی میں مدعی خلافت تھے۔ ہاں ان سے اجتہادی خطا ہوئی اور لڑائی کی نوبت آ گئی۔ اور اختلاف صرف قتل عثمان کے قصاص پر تھا۔ آیئے ہم آپ کے سامنے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا وہ حکم نامہ جو آپ نے جنگِ صفین کے بعد اپنے عُمّال کے نام بطور وضاحت روانہ فرمایا' پیش کرتے ہیں۔ اسے ہم "دونوں کا دعویٰ ایک اور اختلاف قصاص عثمان رضی اللہ عنہ پر تھا" کے عنوان کے تحت سے بھی نقل کر چکے ہیں' یہاں صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ فرمایا:

> "ظاہر میں ہم سب کا پروردگار ایک تھا۔ ہمارا نبی ایک تھا۔ ہماری دعوت اسلام ایک تھی۔ نہ ہم ان سے ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول میں کسی اضافے کا مطالبہ کرتے تھے نہ وہ ہم سے کرتے تھے (اس معاملہ میں) ہم سب ایک تھے۔ اختلاف تھا تو صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے خون میں اختلاف تھا۔ حالانکہ اس خون سے ہم بالکل بری الذمہ تھے"۔

(نہج البلاغہ مع ترجمہ وتشریح حصہ دوم ص ۸۲۲ نمبر ۵۸)

لہٰذا مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ وہ بہر حال خلیفہ ہونا چاہتے تھے اور پھر اسے ان کے مدعی خلافت ہونے پر منتج کرنا صحیح نہیں۔ ہاں اس قدر صحیح ہے کہ وہ اس کے خواہش مند رہے۔ اور یہ غلط بھی نہیں تھا بلکہ انہیں اس خلافت کا خواہش مند رہنا چاہیے تھا۔ اس لئے کہ انہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی بشارت دی تھی۔ محدث جلیل حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

''ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے تھے مجھے اس وقت سے برابر خلافت ملنے کی امید رہی جب سے رسول خدا ﷺ نے مجھے فرمایا کہ: ''اے معاویہ! اجب تم بادشاہ ہونا تو نیکی کرنا'' اور ابو یعلی نے اپنی سند سے جس میں سوید ہیں اور ان کے متعلق کچھ جرح بھی ہے مگر وہ جرح مضر نہیں ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا ﷺ نے (ایک مرتبہ) میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ ''اے معاویہ! اگر تم کو حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا''۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس وقت سے مجھے یہ امید رہی کہ مجھے کہیں کی حکومت ملنے والی ہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مجھے شام کی حکومت ملی۔ پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت ترک کر دینے کے بعد خلافت حاصل ہوگئی۔ اس حدیث کو امام احمد نے ایک مرسل سند سے روایت کیا ہے مگر ابو یعلی نے اس کو سند صحیح سے موصول کیا ہے اس کے الفاظ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ''وضو کرو'' پس جب وہ وضو کر چکے تو آنحضرت ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ ''اے معاویہ! اگر تم کو کہیں کی حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا'' اور طبرانی نے ''اوسط'' میں اس قدر مضمون زائد روایت کیا ہے کہ ''نیکو کاروں کی نیکی قبول کرنا اور بدکاروں سے درگزر کرنا'' اور امام احمد نے ایک دوسری سند حسن سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو بجائے ان کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پانی کا برتن اٹھا لیا اور رسول خدا ﷺ کو وضو کرانے لگے۔ حضرت ﷺ نے وضو کرنے میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ سر اٹھایا اور فرمایا کہ ''اے معاویہ! اگر تم کو کہیں کی

حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا"۔ حضرت معاویہ ﷜ کہتے ہیں اس وقت سے مجھے برابر یہ خیال رہا کہ مجھے عنقریب خلافت ملنے والی ہے یہاں تک کہ مل گئی"۔

(سیدنا امیر معاویہ ﷜ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۳۴۔۳۵)

یہی حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اسی بشارت کی شرح میں فرماتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہ ﷜ کو بتایا تھا کہ وہ بادشاہ بنے گا اور آپ نے اسے حسن سلوک کا حکم دیا تھا۔ حدیث میں آپ ان کی خلافت کے درست ہونے کے متعلق اشارہ پائیں گے۔ اور حضرت حسن ﷜ کی دستبرداری کے بعد وہ اس کے حقدار تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا انہیں احسان کا حکم دینا، بادشاہ ہونے پر مترتب ہوتا ہے۔ جس سے ان کی خلافت کے درست ہونے کی وجہ سے نہ کہ غالب آجانے کی وجہ سے ان کی حکومت و خلافت کی حقیت، صحت تصرف اور نفوذ افعال پر دلالت ہوتی ہے۔ کیونکہ خود بخود غلبہ حاصل کرنے والا فاسق اور عذاب پانے والا ہوتا ہے وہ خوشخبری کا استحقاق نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی ان سے حسن سلوک کا حکم دیا جاسکتا ہے جن پر وہ غلبہ حاصل کرتا ہے۔ بلکہ وہ تو اپنے قبیح افعال اور برے احوال کی وجہ سے زجر و توبیخ اور انتباہ کا مستحق ہوتا ہے۔ اگر حضرت معاویہ ﷜ متغلب ہوتے تو حضور علیہ السلام ضرور اس طرف اشارہ کرتے یا انہیں صراحت سے بتاتے۔ جب آپ ﷺ نے صراحت کی بجائے اس طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا تو یہ بات آپ ﷜ کی حقیت پر دلالت کرتی ہے جس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت حسن ﷜ کی دستبرداری کے بعد سچے امام اور برحق خلیفہ تھے"۔

(الصواعق المحرقہ اردو ص ۷۲۴)

اعتراض ۹ (طعنِ مودودی)

مودودی صاحب کا ایک اور طعن ملاحظہ ہو' کہتے ہیں:

''اس دور کے تغیرات میں سے ایک اور اہم تغیر یہ تھا کہ مسلمانوں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آزادی سلب کر لی گئی۔ حالانکہ اسلام نے اسے مسلمانوں کا صرف حق ہی نہیں بلکہ فرض قرار دیا تھا' اور اسلامی معاشرہ وریاست کا صحیح راستے پر چلنا اس پر منحصر تھا کہ قوم کا ضمیر زندہ اور اس کے افراد کی زبانیں آزاد ہوں۔ ہر غلط کام پر وہ بڑے سے بڑے آدمی کو ٹوک سکیں اور حق بات برملا کہہ سکیں۔ خلافت راشدہ میں لوگوں کی یہ آزادی پوری طرح محفوظ تھی۔ خلفائے راشدین اس کی نہ صرف اجازت دیتے تھے بلکہ اس پر لوگوں کی ہمت افزائی کرتے تھے۔ ان کے زمانہ میں حق بات کہنے والے ڈانٹ اور دھمکی سے نہیں، تعریف وتحسین سے نوازے جاتے تھے اور تنقید کرنے والوں کو دبایا نہیں جاتا تھا بلکہ ان کو معقول جواب دے کر مطمئن کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ لیکن دور ملوکیت میں ضمیروں پر قفل چڑھا دیئے گئے اور زبانیں بند کر دی گئیں۔ اب قاعدہ یہ ہو گیا کہ منہ کھولو تو تعریف کیلئے کھولو، ورنہ چپ رہو' اور اگر تمہارا ضمیر ایسا ہی زوردار ہے کہ تم حق گوئی سے باز نہیں رہ سکتے تو قید اور قتل اور کوڑوں کی مار کیلئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ جو لوگ بھی اس دور میں حق بولنے اور غلط کاریوں پر ٹوکنے سے باز نہ آئے ان کو بدترین سزائیں دی گئیں تا کہ پوری قوم دہشت زدہ ہو جائے۔

اس نئی پالیسی کی ابتدا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت حُجر بن عدی کے قتل ۵۱ھ سے ہوئی''۔ (خلافت وملوکیت ص ۱۶۳۔۱۶۴)

آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟

جواب

مولانا مودودی حضرت امیر معاویہ ﷺ جو جلیل القدر صحابی ہیں اور جن کی خلافت پر تمام صحابہ و تابعین اور علمائے امت رضی اللہ عنہم نے اتفاق کیا اور انہیں امیر المؤمنین تسلیم کیا' حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جن کیلئے عالم قرآن اور ہادی و مہدی ہونے کی دعائیں کیں' صحابہ کرام، محدثین عظام اور علمائے امت جن کو فقیہہ کہہ رہے ہیں' اہلسنت آج بھی انہیں فقیہہ و مجتہد تسلیم کر رہے ہیں' پر تہمتیں لگا کر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر پابندی لگانے کا الزام دے کر معلوم نہیں اپنے کون سے دلی بغض و عناد کا اظہار کر رہے ہیں اور اپنے کون سے مذہب کا پرچار کر رہے ہیں؟ آیئے دیکھتے ہیں کہ حقائق کیا ہیں اور علمائے اسلام اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ:

''حضرت معاویہ ﷺ کے فضائل میں بسند صحیح مروی ہے کہ جمعہ کے دن انہوں نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور فرمایا: ''مال سب ہمارا ہے اور غنیمت سب ہماری ہے ہم جس کو نہ چاہیں نہ دیں'' کسی نے ان کو اس کا جواب نہ دیا۔ پھر دوسرے جمعہ میں انہوں نے ایسا ہی کہا۔ پھر بھی کسی نے ان کو اس کا جواب نہ دیا پھر تیسرے جمعہ میں انہوں نے ایسا ہی کہا تو ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا: ''ہرگز نہیں مال سب ہمارا ہے اور غنیمت سب ہماری ہے پس جو شخص ہمارے اور اس کے درمیان حائل ہو گا ہم خدا کے سامنے اپنی تلوار سے اس کا فیصلہ کریں گے'' یہ سن کر انہوں نے اپنا خطبہ ختم کر دیا۔ پھر جب اپنے مکان میں پہنچے تو اس شخص کو بلوایا۔ لوگوں نے کہا اب یہ شخص مارا گیا۔ پس لوگ گئے تو دیکھا کہ حضرت

معاویہ ﷛ تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت معاویہ ﷛ نے ان لوگوں سے کہا اس شخص نے مجھے زندہ کردیا۔ اللہ اس کو زندہ رکھے، میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ "عنقریب میرے بعد چند امراء ہوں گے۔ جب وہ کوئی بات کہیں گے تو کوئی اس کو رد نہ کر سکے گا وہ دوزخ میں اس طرح گریں گے جس طرح کلیاں گرتی ہیں"۔ میں نے جب پہلے جمعہ میں یہ بات کہی اور کسی نے جواب نہ دیا تو مجھے خوف ہوا کہ کہیں میں بھی ان میں سے نہ ہوں پھر دوسرے جمعہ میں بھی میں نے کہا اور کسی نے رد نہ کیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ میں انہیں میں سے ہوں پھر تیسرے جمعہ میں بھی میں نے کہا تو یہ شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے میری بات کا رد کیا پس اس نے مجھے زندہ کیا اللہ اس کو زندہ رکھے۔

پس اس منقبت جلیلہ پر غور کرو جو خصوصیت کے ساتھ حضرت معاویہ ﷛ کی ذات میں موجود تھی کسی دوسرے سے ایسی بات منقول نہیں ہے۔ تم جب اس بات پر غور کرو گے اور توفیق تمہاری مساعدت کرے گی تو تم کو خواہ مخواہ اعتقاد رکھنا پڑے گا کہ حضرت معاویہ جامع کمالات تھے اور تم ان سے خوش ہو جاؤ گے اور سمجھ لو گے کہ انہوں نے جو کچھ رسول خدا ﷺ سے سنا تھا اس پر عمل کرنے کیلئے بڑے حریص تھے۔ جہاں تک ان کے امکان میں تھا اور وہ اس بات سے بہت ڈرتے تھے کہ ان سے کوئی خطا صادر ہو۔ پس اللہ نے انہیں بچایا اور امن دیا اللہ ان سے راضی رہے"۔

(سیدنا امیر معاویہ ﷛ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۶۲-۶۳)

اب آزادئ رائے کی اس سے عمدہ مثال کیا ہوگی' کیا یہ خلفائے راشدین کی اتباع میں آزادئ رائے پر لوگوں کی ہمت افزائی نہیں کی گئی؟ لیکن مولانا مودودی جو خوف خدا و آخرت سے بالکل محروم اور تہمت لگانے میں بڑے جری ہیں' کہتے ہیں:

"ضمیروں پر قفل چڑھا دیئے گئے اور زبانیں بند کردی گئیں۔
اب قاعدہ یہ ہوگیا کہ منہ کھولو تو تعریف کیلئے کھولو ورنہ چپ رہو اور اگر تمہارا ضمیر ایسا ہی زوردار ہے کہ تم حق گوئی سے باز نہیں رہ سکتے تو قید اور قتل اور کوڑوں کی مار کیلئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ جو لوگ بھی اس دور میں حق بولنے اور غلط کاریوں پر ٹوکنے سے باز نہ آئے ان کو بدترین سزائیں دی گئیں تاکہ پوری قوم دہشت زدہ ہو جائے"۔

(خلافت وملوکیت ص ۱۶۳۔۱۶۴)

یہ کہہ کر مودودی صاحب نے نہ صرف حقیقت کو چھپایا بلکہ حضرت امیر معاویہ ﷺ کو گویا حق گوئی کا مخالف اور سفاک بنا کر پیش کیا جبکہ حدیث پاک میں انہیں بہت زیادہ حلیم فرمایا گیا۔ حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ابوبکر ﷺ میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل اور رقیق القلب ہیں بعد اس کے آپ نے بقیہ خلفائے اربعہ کے مناقب بیان کئے اور ان میں حضرت معاویہ ﷺ کا بھی ذکر کیا' فرمایا کہ: "معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما میری امت میں سب سے زیادہ حلیم اور سخی ہیں"۔

ان دونوں عظیم الشان وصفوں کو جو آنحضرت ﷺ نے ان کی ذات میں بیان کئے ہیں غور سے دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ ان دونوں وصفوں کے ذریعہ سے کمال کے مرتبہ اعلیٰ تک پہنچ گئے تھے جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا کیونکہ "حلم اور جود" یہ دو صفتیں ایسی ہیں کہ تمام حظوظ و شہوات نفس کو مٹا دیتی ہیں اس لئے کہ تکلیف اور شدت غضب کے وقت وہی شخص حلم کرسکتا ہے جس کے دل میں ذرہ برابر غرور اور حظ نفس باقی نہ ہو۔ اسی وجہ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ

مجھے کچھ وصیت فرمایئے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کبھی غصہ نہ کرنا، وہ شخص بار بار آپ سے کہتا رہا کہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے اور آپ ﷺ ہر بار یہی فرماتے رہے کہ کبھی غصہ نہ کرنا۔ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص غصہ کے شر سے بچ جائے گا تو وہ نفس کی دوسری خباثتوں سے بھی بچ جائے گا اور جو شخص نفس کی خباثتوں سے بچ جائے اس میں تمام نیکیاں جمع ہوں گی۔

اسی طرح سخاوت کا حال ہے۔ تمام گناہوں کا سرچشمہ محبتِ دنیا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ محبت دنیا سے بچائے اور سخاوت کی صفت اس کو عطا کرے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے دل میں ذرہ برابر حسد نہیں ہے۔ نہ وہ کسی فانی چیز کی طرف ملتفت ہو کر دنیا و آخرت کی نیکیوں کو برباد کر سکتا ہے اور جب کسی کا قلب ان دونوں آفتوں سے پاک ہو یعنی غضب اور بخل سے جو سرچشمہ تمام نقائص اور خباثتوں کے ہیں تو وہ شخص تمام کمالات اور نیکیوں کے ساتھ آراستہ اور تمام برائیوں سے پاک ہوگا۔ پس آنحضرت ﷺ کے اس فرمانے سے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ حلیم اور سخی ہیں وہ تمام فضائل جو میں نے بیان کئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات میں ثابت ہو گئے۔ اب وہ باتیں جو اہل بدعت و جہالت بیان کرتے ہیں کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔

اگر کہا جائے کہ یہ حدیث جو مذکور ہوئی اس کی سند ضعیف ہے پھر اس سے استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ ہمارے تمام ائمہ فقہا اور اصولیین اور محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف مناقب کے متعلق حُجت ہوتی ہے، جیسا کہ فضائل اعمال کے متعلق بالاجماع حجت مانی گئی ہے اور جب اس کا حجت ہونا ثابت ہو گیا تو کسی معاند کا کوئی شبہ یا کسی حاسد کا کوئی طعن باقی نہ رہا بلکہ تمام ان لوگوں پر

جن میں کچھ اہلیت ہو واجب ہو گیا کہ اس حق کو اپنے دل میں جگہ دیں اور بہکانے والوں کے فریب میں نہ آئیں"۔

(سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۲۹ تا ۳۱)

دیگر ہم سابقہ صفحات میں حضور نبی کریم ﷺ کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا کہ: "اے اللہ! اسے ہادی اور مہدی بنا"۔ (اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًا وَّاھْدِ بِہٖ ترمذی ابواب المناقب) نقل کر چکے ہیں تو فرمایئے کیا "امر بالمعروف ونھی عن المنکر" سے روکنے والا ہادی ومہدی ہوتا ہے یا اس کا نفاذ کرنے والا اور اسے روبہ عمل لانے والا۔ جبکہ ہادی کا مطلب ہے ہدایت دینے والا اور مہدی کا مطلب ہے ہدایت یافتہ۔ اور یہ اللہ کے رسول ﷺ کی دعا ہے جو یقینی طور پر بارگاہ خداوندی میں مقبول ہے۔ اور جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہادی ومہدی ہیں تو یقیناً "امر بالمعروف ونھی عن المنکر" کو نافذ کرنے والے ہیں نہ کہ روکنے والے۔ مولانا مودودی صاحب نے یا تو حقائق سے ناواقفیت اور احادیث سے جہالت کا ثبوت دیا ہے یا پھر احادیث اور دعائے رسول ﷺ کی اجابت وقبولیت پر ان کا ایمان نہیں یا پھر بغض وتعصب کا شکار ہو گئے ہیں ورنہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تہمت لگا کر اپنا نامۂ اعمال سیاہ نہ کرتے۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایک بڑی روشن حدیث وہ ہے کہ جس کو "ترمذی" نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث "حسن" ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے دعا مانگی کہ "یا اللہ! ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدیت یافتہ بنا دے"۔ پس صادق و مصدوق کی اس دعا پر غور کرو، اور اس بات کو بھی سمجھو کہ آنحضرت ﷺ کی وہ دعائیں جو آپ نے اپنی امت خصوصاً اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے

مانگی ہیں، مقبول ہیں، تو تم کو یقین ہو جائے گا کہ یہ دعا جو آپ نے حضرت معاویہ ﷺ کیلئے مانگی' مقبول ہوئی اور اللہ نے ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیا اور جو شخص ان دونوں صفتوں کا جامع ہو اس کی نسبت کیونکر وہ باتیں خیال کی جاسکتی ہیں، جو باطل پرست معاند بکتے ہیں۔ رسول خدا ﷺ ایسی جامع دُعا جو تمام مراتب دنیا و آخرت کو شامل ہو اور تمام نقائص سے پاک کرنے والی ہو ایسے ہی شخص کیلئے کریں گے جس کو آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ اس کا اہل اور مستحق ہے۔

اگر تم کہو کہ یہ دونوں الفاظ یعنی ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ مترادف یا متلازم ہیں پس نبی ﷺ نے یہ الفاظ کیوں کہے، تو میں جواب دوں گا کہ ان دونوں لفظوں میں نہ ترادف ہے نہ تلازم' کیونکہ انسان کبھی خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے مگر دوسروں کو اس سے ہدایت نہیں ملتی۔ یہ حال ان عارفین کا ہے جنہوں نے سیاحت یا گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے تو اس سے ہدایت پاتے ہیں مگر خود ہدایت یافتہ نہیں ہوتا۔ یہ حال اکثر واعظین کا ہے کہ جنہوں نے بندوں کے معاملات کو درست رکھا ہے اور خدا کے معاملات کو درست نہیں کیا۔ میں نے بہت سے واعظ ایسے دیکھے ہیں۔ خدا کو کچھ پروا نہیں، یہ لوگ چاہے جس جنگل میں ہلاک ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ اللہ کبھی اس دین کی مدد بدکار آدمی سے بھی کرا دیتا ہے۔ اس لئے رسول خدا ﷺ نے حضرت معاویہ ﷺ کیلئے ان دونوں عظیم الشان مرتبوں کے حصول کی دعا مانگی تا کہ وہ خود بھی ہدایت یافتہ ہو جائیں اور دوسروں کو بھی ہدایت کریں"۔ (اور اس کیلئے ضروری ہے کہ" **امر بالمعروف و نہی عن المنکر** "کو نافذ کریں نہ کہ اسے روک دیں۔ جیسا کہ

مودودی صاحب نے بہتان لگایا ہے۔ مؤلف)

(سیدنا امیر معاویہ ﷺ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۲۷۔ ۲۸)

اعتراض ۱۰ (طعن مودودی)

مولانا مودودی کا ایک اور طعن ملاحظہ ہو کہتے ہیں:

''مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہ ﷺ نے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ کتاب وسنت کی رو سے پورے مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہیے اور باقی چار حصے اس فوج میں تقسیم کیے جانے چاہئیں جو لڑائی میں شریک ہوئی ہو۔ لیکن حضرت معاویہ ﷺ نے حکم دیا کہ مال غنیمت میں سے چاندی سونا ان کیلئے الگ نکال لیا جائے۔ پھر باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے''۔ (خلافت وملوکیت ص ۱۷۴)

مولانا مودودی نے حضرت امیر معاویہ ﷺ پر یہ جو شدید اعتراض اور طعن کیا ہے آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟

جواب

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہم صحابہ کرام کا جب بھی ذکر کریں خیر ہی کے ساتھ ہونا چاہیے وہ سب ہمارے دینی پیشوا اور مقتدا ہیں۔ ان میں سے کسی کے ساتھ بدعقیدگی رکھنا اور ان کی کسی بات پر طعن کرنا یا انہیں برا بھلا کہنا سب حرام ہے۔ ہم پر واجب ہے کہ ہم ان کی تعظیم وتکریم بجالاتے رہیں''۔ (العقیدہ الحسنہ)

بلکہ تمام اکابر امت یہی فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو باب ۳ ''معتقدات اہلسنت

اور نظریات 'اکابر' اور حضرت امیر معاویہ ﷜ حضور نبی کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ گویا نہایت ہی تعظیم و تکریم کے مستحق ہیں اور ان سے بدعقیدگی رکھنا یا ان پر کوئی طعن کرنا حرام ہے۔ اور کمال کی بات تو یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سب صحابہ کرام کو کفر و فسق اور نافرمانی سے متنفر اور متقی و عادل فرما رہا ہے۔ آیاتِ مقدسہ کی تفصیل کیلئے اعتراض نمبر ۴ کا جواب ملاحظہ کریں۔ ہم کہتے ہیں' معتقدات اہلسنت کا احترام تو مودودی صاحب جب کریں جب عقائد اہلسنت اختیار کرنے کا اعلان کریں لیکن قرآن کریم کو تو مانتے ہوں گے آخر انہوں نے تفہیم القرآن کے نام سے اس کی تفسیر لکھی ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس! انہیں کچھ پروا نہیں۔ ارے جب قرآن کریم صحابہ کرام کی یہ صفات بیان کرتا ہے کہ وہ کفر و فسق اور نافرمانی سے متنفر اور متقی و عادل ہیں تو پھر ان پر خیانت کا الزام کیوں؟ کیا واقعی مودودی صاحب قرآن کریم پر ایمان نہیں رکھتے یا پھر اس کی تفہیم سے عاری ہیں؟ آخر قرآن کریم کی بیان کردہ صفات صحابہ پر انہوں نے کیوں نہیں یقین کیا اور انہوں نے قرآن کریم کو چھوڑ کر تاریخی روایات کو اپنے نظریات کی بنیاد کیوں بنایا ہے؟ براہِ کرم ہمارا پیش کردہ ابتدائی عنوان ''فیصلہ قرآن و حدیث سے کیوں تاریخ سے کیوں نہیں؟'' پھر ملاحظہ فرمائیں آپ پر مودودی صاحب کے اعتراضات اور نظریات کا بطلان خوب واضح ہو جائے گا۔

یہاں ہم اتنی گزارش کریں گے کہ قرآن سچے اللہ کا کلام ہے' اللہ کا سچا رسول ﷺ لایا ہے اور یہ خود بھی سچا ہے فرمایا ''لَا رَیْبَ فِیْهِ (البقرہ) اس میں کوئی شک کی جگہ نہیں'' اور انسانی کوشش و کاوش کا نتیجہ تاریخی واقعات جن کا شکوک و شبہات سے خالی ہونا ضروری نہیں' مورخین کی بشری کمزوریوں سے محفوظ نہیں' اور موقع بموقع موجود نہ ہونے کی صورت میں غیر مصدقہ معلومات اور متعصب راویوں کے ذاتی جذبات اور حقائق کے منافی خیالات سے مبرا ہونا ضروری نہیں۔ پھر جب قرآن کریم ہمارے ایمان کی بنیاد ہے تو اس کے مقابلے میں تاریخ کی کیا حیثیت ہے؟ کوئی حیثیت نہیں۔

پس ایسے تاریخی واقعات جو قرآن کریم کی تصریحات اور محکم آیات کے خلاف ہوں۔ انہیں رد کرنا ہوگا۔ مودودی صاحب تو اگلے جہان تشریف لے جا چکے ہیں۔ قرآن کریم کی مخالفت کا خمیازہ بھگت رہے ہوں گے۔ آپ ضرور نوٹ فرمالیں کہ:

۱) جو تاریخی روایت قرآن کے خلاف ہو وہ مردود ہوتی ہے۔ اور مردود بات بطور سند اور دلیل نہیں پیش کی جا سکتی۔ لہٰذا قرآن کریم کو چھوڑ کر مودودی صاحب کا تاریخ پر اعتماد کرنا اور قرآن کریم کے خلاف کسی صحابی خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر خیانت اور فسق کی تہمت لگانا قطعاً لغو اور باطل ہے۔ اگر مودودی صاحب کے طعن کو باطل اور مردود نہ مانا جائے اور اس کے ٹھیک ہونے پر اصرار کیا جائے تو اس سے قرآن کریم کی تکذیب اور انکار لازم آتا ہے اور ایمان برباد ہو جاتا ہے۔

۲) ایسی روایت جس سے بظاہر کسی صحابی پر کوئی حرف آتا ہو اگرچہ وہ صحیح ہو، کی تاویل کی جائے گی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دامن اقدس پر کوئی دھبہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں، ایک بار پھر ملاحظہ ہو:

> ”علماء کہتے ہیں کہ جن احادیث میں بظاہر کسی صحابی پر حرف آتا ہو اس کی تاویل واجب ہے اور علماء کہتے ہیں کہ صحیح روایات میں کوئی ایسی بات نہیں جس کی تاویل نہ ہو سکے“۔

(نووی شرح مسلم کتاب الفضائل فضائل علی رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۲۷۸)

۳) مودودی صاحب کے اس اعتراض میں کئی عیب موجود ہیں۔ دیکھیے وہ لکھتے ہیں:

> ”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ اور سنت رسول کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی .... اور حکم دیا کہ مال غنیمت میں سے چاندی سونا ان کیلئے الگ نکال لیا جائے پھر باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے“۔

مودودی صاحب نے اس طعن کی سند میں مورخ ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ اور دیگر چار کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ان پانچوں کتابوں میں مذکورہ مقامات کے علاوہ کہیں اور بھی حضرت امیر معاویہ ﷜ کا کوئی ایسا حکم صراحت سے ثابت نہیں اور کہیں بھی گورنر زیاد کے نام ایسا کوئی حکم نامہ مرقوم نہیں۔جس سے یہ معلوم ہو کہ کل مال شرعی طور پر تقسیم کرنا ضروری نہیں' سونا چاندی میرے لئے نکال کر باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ہم مودودی صاحب کے دیئے ہوئے حوالہ میں مذکور "البدایہ والنہایہ" کی عبارت نیچے پیش کر رہے ہیں اس میں یہ بات کہیں مذکور نہیں کہ میرا حصہ نکال کر باقی مال شرعی قاعدے سے تقسیم کرلیا جائے۔

پھر مودودی صاحب نے محض مطلب براری کیلئے حوالہ میں مذکور کتابوں کے اصل اقتباسات پیش نہیں کئے۔تاریخ میں سے اخذ کردہ وہ واقعہ جسے بنیاد بنا کر مودودی صاحب حضرت امیر معاویہ ﷜ کی ذات اقدس پر طعن کر رہے ہیں کچھ یوں ہے کہ زیاد حضرت امیر معاویہ ﷜ کی طرف سے بصرہ (عراق) کے گورنر تھے اور حکم بن عمرو زیاد کے ماتحت خراسان کے حاکم تھے۔حکم بن عمرو نے کفار سے جہاد کیا اور فتح ہوئی تو انہیں بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا۔حکم بن عمرو نے گورنر زیاد کو اس کی اطلاع دی اور زیاد نے انہیں مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ ﷜ کے حوالہ سے لکھا:

ان امیر المؤمنین قد جاء کتابه ان یّصطفٰی له کل صفرا و بیضاء یعنی الذهب و الفضة یجمع کله من هذہ الغنیمة لبیت المال۔

(البدایہ والنھایہ ج۸ص۲۹)

ترجمہ: امیر المؤمنین کا خط آیا ہے کہ ان کیلئے اس غنیمت سے سارا سونا چاندی اکٹھا کر کے بیت المال کیلئے جمع کردیا جائے۔

(تاریخ ابن کثیر اُردو ج ہشتم ص ۷۶۹)

ہم کہتے ہیں اتنی بات تو تاریخ میں مندرج ہے کہ زیاد گورنر عراق نے اس حکم کو حضرت امیر معاویہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن اس بات کا مودودی صاحب کی بطور حوالہ پیش کردہ پانچوں کتابوں میں بھی کوئی ثبوت نہیں کہ امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ ﷺ نے واقعی ایسا حکم نامہ جاری کیا تھا کہ سونا چاندی ان کیلئے الگ کر لیا جائے۔ پھر یہ روایت منقطع بھی ہے۔ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گورنر زیاد نے یہ حکم امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ ﷺ سے منسوب کر کے خود ہی دیا ہے۔ اگر اس کو حضرت امیر معاویہ ﷺ کا مستقل حکم مان لیا جائے جیسا کہ مولانا مودودی صاحب نے ظاہر کرنا چاہا ہے اور کہا ہے کہ اس سے کتاب و سنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی گئی تو پھر ضروری تھا کہ یہ حکم دیگر سب گورنروں کے نام بھی جاری کیا جاتا اور ان تمام سپہ سالاروں کو بھی جنہیں حضرت امیر معاویہ ﷺ خود جہاد کیلئے روانہ فرماتے۔ جب کہ ایسا کچھ بھی ثابت نہیں۔

اور اس پر بھی سخت حیرت ہے کہ مودودی صاحب نے اپنے نقل کئے گئے حوالہ میں سے ''بیت المال'' کے الفاظ ہڑپ کر لئے اور اپنے الزام کی تائید میں ''باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے'' کے الفاظ اپنے پاس سے زائد بڑھا دیئے۔

تف ہے مودودی صاحب کی ایسی بددیانتی پر کہ اس کا بھی جواب مانگا جا رہا ہے۔

پھر دلچسپ بات یہ ہے کہ حکم بن عمرو جن کو گورنر زیاد امیر المؤمنین کی طرف سے یہ حکم سنا رہے ہیں کہ سونا چاندی ان کیلئے الگ کر لیا جائے، نے اس پر عمل ہی نہیں کیا بلکہ انہوں نے گورنر زیاد کے حکم کی مخالفت کی۔ مودودی صاحب کے نقل کردہ اسی حوالہ کے مطابق کل مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال کیلئے الگ کیا اور بقیہ جہاد میں شریک تمام فوجیوں میں تقسیم کر دیا۔ مودودی صاحب کی پیش کردہ البدایہ والنہایہ ہی میں مرقوم ہے کہ:

و خالف زیاد فیما کتب الیه عن معاویه۔(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۹)

ترجمہ:اور جو کچھ زیاد نے اسے حضرت معاویہ کے حوالے سے لکھا تھا اس کی مخالفت کی۔(تاریخ ابن کثیر ج ہشتم ص ۷۹)

اور عجیب بات یہ ہے کہ باوجود مخالفت کے "گورنر عراق" زیاد نے حکم بن عمرو کی کوئی باز پرس نہیں کی اور ان کے خلاف کوئی تادیبی کاروائی نہیں کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصل حکم امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ ﷺ کی طرف سے نہیں تھا ورنہ پہلے تو گورنر زیاد حکم بن عمرو کو کوئی تنبیہہ کرتے اور پھر سیدنا امیر معاویہ ﷺ گورنر عراق زیاد کی بھی خبر لیتے اور حاکم خراسان جناب حکم بن عمرو کی بھی باز پرس کرتے۔ اور ہماری بات کی تصدیق و تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ ابن کثیر نے "خالف معاویہ" کے الفاظ نہیں لکھے بلکہ "خالف زیاد" کے الفاظ لکھے ہیں۔ مطلب یہ کہ حکم بن عمرو نے زیاد کی مخالفت کی امیر معاویہ ﷺ کے کسی حکم کی مخالفت نہیں کی۔

اب ایک اور زاویہ سے دیکھئے کہ جو حکم بیان کیا گیا ہے اس میں تو یہ لکھا ہے کہ مال غنیمت میں سے سونا چاندی بیت المال میں جمع کیا جائے گا۔(یجمع کلہ من ھذہ الغنیمۃ لبیت المال) جب کہ مودودی صاحب الزام یہ لگا رہے ہیں کہ حضرت معاویہ ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ چاندی سونا ان کیلئے الگ نکال لیا جائے۔ یہ مودودی صاحب کی کس قدر بڑی غلط بیانی ہے۔ حقیقت کو چھپانا مودودی صاحب پر بس ہے۔ جب ان کا بیان اُنہی کے پیش کردہ حوالہ سے مطابقت نہیں رکھتا تو خود ہی مردود ہو گیا۔ ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

ایک اور خاص بات جو ہم اوپر بھی نقل کر چکے ہیں یہ ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ ﷺ سے منسوب حکم کہ "سونا چاندی ان کیلئے الگ کر لیا جائے"۔ پر عمل ہی نہیں ہوا تو مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ انہوں نے گویا یہ قانون بنا رکھا تھا اور کتاب و سنت کے احکام کی صریح خلاف ورزی کر رہے تھے کیا انصاف کا خون کرنے کے مترادف

نہیں اور کیا ان پر بہتان نہیں؟
مودودی صاحب نے ایک منقطع اور غیر معتبر تاریخی روایت اور اس میں وارد ایک ضعیف احتمال کو بنیاد بنا کر اپنے بغض وحسد سے معمور دل کی بھڑاس نکالی اور امیر المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر کتاب وسنت کے احکام کی صریح خلاف ورزی کا گھناؤنا الزام لگایا اور حیرت کی بات یہ بھی ہے کہ جو اعتراض اب مودودی صاحب کو سوجھا ہے کسی صحابی یا تابعی بزرگ کو اپنے امیر المؤمنین میں نظر نہیں آیا اور نہ ہی انہوں نے کوئی تنبیہ کی اور نہ ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق قرار دے کر عدم اعتماد کا اظہار کیا۔ اس سے بھی معلوم ہوا مودودی صاحب کا اعتراض اور طعن قطعاً بے بنیاد اور ناروا ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اعتراض ۱۱ (طعنِ مودودی)

مودودی صاحب کا ایک اور طعن ملاحظہ ہو، کہتے ہیں:

"سب سے بڑی مصیبت جو ملوکیت کے دور میں مسلمانوں پر آئی وہ یہ تھی کہ اس دور میں قانون کی بالاتری کا اصول توڑ دیا گیا' حالانکہ وہ اسلامی ریاست کے اہم ترین بنیادی اصولوں میں سے تھا.....

خلافت راشدہ اپنے پورے دور میں اس قاعدے کی سختی کے ساتھ پابند رہی' حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انتہائی نازک اور سخت اشتعال انگیز حالات میں بھی حدود شرع سے قدم باہر نہ رکھا۔ ان راست رو خلفاء کی حکومت کا امتیازی وصف یہ تھا کہ وہ ایک حدود آشنا حکومت تھی نہ کہ مطلق العنان حکومت۔

جب ملوکیت کا دور آیا تو بادشاہوں نے اپنے مفاد، اپنی سیاسی اغراض، اور خصوصاً اپنی حکومت کے قیام و بقاء کے معاملہ میں شریعت کی

عائد کی ہوئی کسی پابندی کو توڑ ڈالنے اور اس کی باندھی ہوئی کسی حد کو پھاند جانے میں تامل نہ کیا...... ان بادشاہوں کی سیاست دین کی تابع نہ تھی۔ اس کے تقاضے وہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے پورے کرتے تھے اور اس معاملہ میں حلال و حرام کی تمیز روا نہ رکھتے تھے......

یہ پالیسی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد ہی سے شروع ہو گئی تھی''۔

(خلافت و ملوکیت ص ۱۷۲-۱۷۳)

جواب

آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ حدیث پاک سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا صحابی کہتی ہے۔ (بخاری کتاب المناقب ج ۱ ص ۵۳۱) اور قرآن کریم ہر صحابی کو کفر و فسق اور نافرمانی سے متنفر و محفوظ اور راست رو کہتا ہے۔ ترجمہ مولانا مودودی کی ''تفہیم القرآن'' سے پیش کیا جاتا ہے تاکہ سند رہے اور مودودی صاحب کی جہالت و شقاوت بھی ظاہر ہو جائے۔ تو ملاحظہ کیجئے ارشادِ باری تعالیٰ، صحابہ کرام سے خطاب ہو رہا ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ (الحجرات۔ ۷، ۸)

ترجمہ: مگر اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے لئے دل پسند بنا دیا اور کفر و فسق اور نافرمانی سے تم کو متنفر کر دیا۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل و احسان سے راست رو ہیں اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

(تفہیم القرآن از مولانا مودودی)

اب قرآن کریم آپ کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کفر و فسق اور نافرمانی سے متنفر و محفوظ اور راست رو کہتا ہے اور حدیث پاک سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی قرار دیتی ہے۔ تو گویا قرآن و حدیث کے مطابق سیدنا امیر معاویہ

ﷺ کفر وفسق اور نافرمانی سے متنفر و محفوظ اور راست رو ہیں۔

لیکن مولانا مودودی حضرت امیر معاویہ ﷺ کو فسق و نافرمانی سے ملوث قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں:

''جب ملوکیت کا دور آیا تو بادشاہوں نے اپنے مفاد، اپنی سیاسی اغراض اور خصوصاً اپنی حکومت کے قیام و بقاء کے معاملہ میں شریعت کی عائد کی ہوئی کسی پابندی کو توڑنے اور اس کی باندھی ہوئی کسی حد کو پھاندنے میں تامل نہ کیا۔ ان بادشاہوں کی سیاست دین کے تابع نہ تھی۔ اس کے تقاضے وہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے پورے کرتے تھے اور اس معاملہ میں حلال و حرام کی تمیز روا نہ رکھتے تھے...... یہ پالیسی حضرت معاویہ ﷺ کے عہد میں شروع ہوگئی تھی''۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۷۳)

یعنی مودودی صاحب کہہ رہے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ کے عہد میں یہ ساری برائیاں شروع کردی گئیں تھی اور وہ ذاتی اور سیاسی طور پر مفاد پرست، اپنی سیاسی اغراض کیلئے شریعت کی پابندیوں کو توڑنے والے، شریعت کی حدود کو پھاندنے والے اپنی سیاست کیلئے ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کرنے والے اور اس میں حلال و حرام کی تمیز نہ کرنے والے اور ان ساری برائیوں کی ابتدا کرنے والے ہیں۔ (معاذ اللہ)

اب کہیے رب تعالیٰ کا قرآن سچا ہے یا مولانا مودودی کا فرمان؟ اللہ کا قرآن یقیناً سچا ہے جو سیدنا امیر معاویہ ﷺ کو ہر فسق و نافرمانی سے متنفر اور محفوظ فرما رہا ہے اور مودودی صاحب جھوٹے اور مفتری ہیں جو حضرت امیر معاویہ ﷺ پر عیب تھوپ رہے ہیں اور قرآن کریم کی تکذیب کر کے اپنے نامۂ اعمال کو مزید سیاہ کر رہے ہیں۔

دیگر مودودی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے:

''حضرت عثمان ﷺ اور حضرت علی ﷺ نے انتہائی نازک اور سخت اشتعال انگیز حالات میں بھی حدود شرع سے قدم باہر نہ رکھا۔ ان

راست رو خلفاء کی حکومت کا امتیازی وصف یہ تھا کہ وہ ایک حدود آشنا حکومت تھی نہ کہ مطلق العنان حکومت۔

یہاں عجیب بات یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ جب خلفائے راشدین کو انہوں نے حدود شرع کا پابند قرار دیا اور انہیں راست رو کہا تو ان کی حکومت کو حدود آشنا بھی فرمایا۔لیکن جب قرآن کریم نے تمام صحابہ کو جن میں حضرت امیر معاویہ ؓ بھی شامل ہیں' کو حدود شرع کا پابند قرار دیا اور انہیں ایمان سے محبت کرنے والا اور کفر و فسق اور نافرمانی سے متنفر و محفوظ اور راست رو کہا تو قرآن کریم کی پروا کئے بغیر حضرت امیر معاویہ ؓ کی حکمرانی پر سخت گھناؤنے الزمات لگا دیئے۔ ان کی حکومت کو حدود آشنا تسلیم نہ کیا آخر کیوں؟ حیرت ہے جن کو مودودی صاحب راست رو لکھ دیں اُن کو تو یقینی طور پر حدود شرع کے پابند اور ان کی حکومت کو حدود آشنا مان لیں' اور یہ حقیقت کے مطابق بھی ہے۔لیکن جب صحابہ کو اللہ تعالیٰ اپنے قرآن میں راست رو کہے نہ تو ان کو حدود شرع کا پابند مانیں اور نہ ہی ان کی حکومت کو درست جانیں۔(استغفراللہ)

کیا (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کے قرآن سے ان کے ارشاد کی حیثیت زیادہ ہے اور قرآن سے کیا ان کی رسوائے زمانہ کتاب "خلافت وملوکیت" کا درجہ زیادہ ہے۔ کوئی ہو جو بتا سکے کہ انہوں نے ایسی جسارت کیوں کی اور وہ کس اجر کے مستحق ہیں؟ انہوں نے حضرت امیر معاویہ ؓ پر ایسے الزامات لگا کر آخر کونسی نیکی کمائی ہے؟

معلوم نہیں مودودی صاحب کو قرآن و حدیث سے بیر ہے یا حضرت امیر معاویہ ؓ سے۔قرآن و حدیث کی بھی ڈٹ کر مخالفت کرتے ہیں اور حضرت امیر معاویہ ؓ کے شرف صحابیت اور دامن اقدس کو عیب لگانے سے بھی نہیں چوکتے۔اور خدا کی قدرت دیکھئے بغیر توبہ کی توفیق ملے اہل اسلام سے الگ نظریات لے کر آخرت کو سدھار گئے ہیں۔یقیناً بغض و حسد کا خمیازہ بھگت رہے ہوں گے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ کیا امیر معاویہ ؓ معصوم تھے؟ ہم کہتے ہیں معصوم نہیں تھے

لیکن گناہوں سے متنفر و محفوظ ضرور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گناہوں سے متنفر یعنی محفوظ فرمایا ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ کیا وہ بشری کمزوریوں سے پاک تھے؟ اس کا بھی جواب ہو چکا کہ بہر حال محفوظ ضرور تھے۔ لیکن پھر بھی مودودی صاحب کی حمایت اور وکالت کرنے والا کوئی شخص مطمئن نہ ہو اور ان کے اعتراضات کو دہرائے تو ہم کہیں گے قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت کی تم ہی تشریح کرو اور پھر اپنی منطق کا جواب پیش کرو اور قرآن کی صداقت ثابت کرو؟ قرآن کریم نے تو ان کے مجموعی کردار کو ساف و شفاف دیکھتے ہوئے انہیں راست رو فرما دیا ہے۔ پس مان لیجئے کہ مولانا مودودی کا طعن درست نہیں۔

اعتراض ۱۲ (طعنِ مودودی)

مودودی صاحب کافر اور مسلمان کی وراثت کی بنیاد پر طعن کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''امام زُہری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور چاروں خلفائے راشدین کے عہد میں سنت یہ تھی کہ نہ کافر مسلمان کا وارث ہو سکتا ہے، نہ مسلمان کافر کا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ حکومت میں مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا اور کافر کو مسلمان کا وارث قرار نہ دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے آ کر اس بدعت کو موقوف کیا۔ مگر ہشام بن عبدالملک نے اپنے خاندان کی روایت کو پھر بحال کر دیا''۔
>
> (خلافت و ملوکیت ص ۱۷۳)

جواب

مولانا مودودی نے حسب معمول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مسئلہ وراثت میں سنت کو تبدیل کرنے اور بدعت کو رائج کرنے کا الزام لگایا ہے کہ پہلے سنت یہ تھی کہ نہ کافر

مسلمان کا وارث ہوسکتا ہے نہ مسلمان کافر کا اور حضرت امیر معاویہ ﷜ نے اپنے زمانۂ حکومت میں مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا اور کافر کو مسلمان کا وارث قرار نہ دیا۔ حالانکہ کافر اور مسلمان کی وراثت کا مسئلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مختلف فیہ رہا ہے اور حضرت امیر معاویہ ﷜ کی طرح کئی اور صحابہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ مسلمان کافر کا وارث ہوسکتا ہے۔ اسی لئے اس وقت صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم نے اسے قبول بھی کرلیا۔ جمہور کے مذہب کے خلاف ہونے کی بنا پر مرجوح ضرور ہے اور راجح (ترجیح دیا گیا) وہی جمہور کا مذہب ہے کہ نہ کافر مسلمان کا وارث ہوسکتا ہے اور نہ مسلمان کافر کا۔ لیکن مختلف فیہ اور اجتہادی ہونے کے باعث مجتہد کا اختیار کیا ہوا مرجوح امر بھی مقبول ہی ہوتا ہے مردود ہرگز نہیں ہوتا۔ مزید گزارشات سے پہلے ہم اس کے مختلف فیہ ہونے پر دلائل پیش کرتے ہیں۔ مثلاً احکام القرآن سے منقول ہے: (ترجمہ)

''میراث کی بعض صورتیں ایسی ہیں جن پر تمام کا اتفاق ہے اور کچھ دوسری مختلف فیہ ہیں۔ متفقہ صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان فوت ہوجائے تو کافر اس کا وارث نہیں ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ غلام وارث نہیں ہوتا اور تیسری یہ کہ غلام کا قاتل وارث نہیں ہوتا۔ ہم نے ان لوگوں کی میراث کا ذکر سورہ بقرہ (کے بیان) میں کردیا ہے اور وہاں اجماعی اور اختلافی باتیں بھی ذکر کردی ہیں۔ ان صورتوں میں سے کہ جن میں اختلاف ہے۔ ایک یہ ہے کہ کافر مرگیا تو اس کی وراثت مسلمان کو ملے گی؟ اور مرتد کی میراث ہوگی؟ بہرحال کافر کی میراث مسلمان کیلئے تو اس صورت پر اکثر ائمہ صحابہ کرام کا اتفاق ہے کہ دونوں طرف سے وراثت نہیں ہوگی اور یہی عام تابعین اور ہر دور کے فقہا کا قول ہے۔

شعبہ نے عمرو بن ابی الحکیم انہوں نے ابی باباہ انہوں نے یحیٰ

ابن عمر انہوں نے اسود دؤلی سے روایت کی ہے کہ معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ جب یمن کے قاضی (گورنر) تھے تو ان کے پاس ایک فیصلہ طلب مسئلہ لایا گیا۔ وہ یہ کہ ایک یہودی مرگیا ہے اور اس کا صرف ایک بھائی باقی ہے اور وہ مسلمان ہے تو کیا اس یہودی کی میراث اس بھائی کو ملے گی؟ حضرت معاذ نے فرمایا کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ "اسلام زیادہ دیتا ہے اور کم نہیں کرتا" (یعنی اسلام کی وجہ سے اس کے بھائی کو وراثت ملے گی)

(دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ ج ا ص ۲۹۹، ۳۰۹ بحوالہ احکام القرآن ج ۲ ص ۱۰۱ باب من تحرم المیراث مع وجود النسب)

"تفسیر مظہری سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل، سعید بن المسیب اور امام نخعی سے منقول ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہوگا لیکن کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ایک مسلمان ایک کتابی عورت سے تو شادی کرسکتا ہے لیکن کتابی مرد مسلمان عورت سے نکاح نہیں کرسکتا"۔

(دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ ج ا ص ۳۰۱ بحوالہ تفسیر مظہری سورۃ نساء آیت۔۱۴)

اسی طرح تفسیر کبیر سے منقول ہے: (ترجمہ)

"وہ حضرات جو مسئلہ میراث میں یہ کہتے ہیں کہ مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہوسکتا ان کی دلیل یہ (حدیث) ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "دو ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے" اور اس کے خلاف کہنے والوں (یعنی یہ کہ مسلمان کافر کا وارث ہوسکتا ہے) کی دلیل یہ (روایت) ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جب یمن میں گورنر تھے تو ان کے سامنے ایک یہودی کے مرنے اور اپنے پیچھے ایک مسلمان بھائی چھوڑنے کا ذکر ہوا (اور پوچھا گیا کہ کیا مسلمان بھائی اس کا وارث

ہوگا؟) آپ نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے ''اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا'' پھر اس کی تاکید کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ الخ۔ بظاہر یہ تقاضا کرتا ہے کہ مسلمان اور کافر باہم وارث ہوں۔ مگر ہم نے اس عموم کی تخصیص حضور ﷺ کے اس قول (حدیث) سے کی ہے کہ: ''دو ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے'' کیونکہ آپ کی یہ حدیث اس آیت سے خاص ہے لہٰذا اس کی تقدیم ضروری ہے۔ اسی طرح یہاں حضور ﷺ کا یہ قول کہ ''اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا''۔ آپ کے سابقہ قول کہ ''دو ملتوں والے باہم وارث نہیں ہوتے''۔ سے خاص ہے لہٰذا اس کی تقدیم ضروری ہے۔ بلکہ یہ دوسری تخصیص پہلی کی نسبت اولیٰ ہے کیونکہ اس حدیث کا ظاہر، مذکورہ آیت کے عموم سے تاکید پاتا ہے اور پہلی حدیث ایسی نہیں ہے۔

اور حضور ﷺ کے قول ''اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا'' کے متعلق جو جواب میں کہا گیا ہے وہ بالآخر یہ ہے کہ آپ کا ارشاد گرامی ''اسلام بڑھاتا ہے کم نہیں کرتا'' کوئی میراث کے معاملہ میں بطور نص وارد نہیں ہوا لہٰذا اس کا تمام احوال پر محمول کرنا ضروری ہوگا''۔

(دشمنان امیر معاویہ ﷜ کا علمی محاسبہ ج اص ۳۰۲، ۳۰۳ بحوالہ تفسیر ... ج ۹ ص ۳۰۹ ... آیت یوصیکم اللہ)

امید ہے کہ آپ کو مذکورہ تصریحات سے اطمینان ہو چکا ہوگا کہ حضرت امیر معاویہ اس میں منفرد نہیں کئی دیگر صحابہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ لہٰذا یہ مسئلہ وراثت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مختلف فیہ رہا اور دونوں طرف قوی دلائل بھی موجود ہیں۔ اور یہ بات تو اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ اجتہادی مسائل میں مجتہد پر اجتہاد کرنا اور اپنے اجتہاد پر

عمل کرنا لازم ہوتا ہے اور غیر مجتہد پر مجتہد کے اجتہاد میں اس کی تقلید لازم ہوتی ہے جیسا کہ اہلسنت کے چاروں ائمہ مجتہدین حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم نے ایسے مسائل میں اجتہاد فرمایا جو ان کے الگ الگ مذہب کے طور پر معروف ہوا ہر ایک اسلام کی مراد ٹھہرا اور قانون اسلام کے دائرہ سے کوئی بھی باہر نہ ہوا اور ان مذاہب اربعہ کے مقلدین حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی وغیرہ ناموں سے پہچانے جاتے ہیں۔ سب ہی دائرہ اسلام کے اندر اور سب ہی اہلسنت ہیں کوئی بھی قانون اسلام کو چھوڑنے یا توڑنے والا نہیں۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ ﷺ بھی اپنے اجتہاد کے باعث جمہور مجتہدین صحابہ سے الگ رائے رکھنے کے باوجود قانون اسلام ہی کے پیرو رہے۔ اور یہ بات ہر وہ شخص جس میں کچھ بھی ذہنی صلاحیت موجود ہے سمجھ سکتا ہے اور ضدی سے ہمیں کیا واسطہ۔

اور یہ بات بھی اہل فہم حضرات پر پوشیدہ نہیں ہے کہ ائمہ مجتہدین میں اختلاف بھی واقع ہوا جبھی تو الگ الگ مذاہب قرار پائے۔ لیکن اختلاف کی ایسی صورتوں کے باوجود کسی مجتہد کے اجتہاد اور موقف کو خلاف سنت یا بدعت نہیں کہا گیا۔ اور چاروں مجتہدین کے مذاہب کو نہ صرف بطور حق قبول کیا گیا بلکہ امت نے انہیں اپنا امام بھی تسلیم کیا اور آج ساری اہلسنت انہیں کی متبع ہے اور حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی حضرات اپنے اپنے اماموں کے ایک دوسرے سے مختلف اجتہاد کی تقلید کے باوجود سنی ہی ہیں۔ یعنی اختلافی اجتہادی مسائل میں مجتہدین کا اجتہاد مختلف ہونے سے سنت نہیں بدلتی اور نہ ہی اسے بدعت کہا جا سکتا ہے ہاں کسی خاص امر میں ایک کو دوسرے پر ترجیح حاصل ہو جانا الگ بات ہے۔ گویا حضرت امیر معاویہ ﷺ کے اس عمل سے نہ تو سنت تبدیل ہوئی اور نہ ہی اسے بدعت کہا جا سکتا ہے۔

اور یہ جو مولانا مودودی نے ''البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۲۳۲'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

''امام زہری کی روایت ہے کہ...... حضرت عمر بن عبدالعزیز نے

آ کر اس بدعت کو موقوف کیا"۔ تو یہ "البدایہ والنہایہ" کی عبارت میں "بدعت کو موقوف کیا" کا جملہ نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو اس کی اصل عبارت اس میں لکھا ہے:

فلما قام عمر بن عبدالعزیز راجع السنة الاولیٰ۔

ترجمہ: پھر جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہو گئے تو انہوں نے پہلی سنت کو لوٹا دیا۔

آپ نے دیکھا کہ اصل عبارت میں بدعت موقوف کرنے کے نہیں بلکہ پہلی سنت لوٹانے کے الفاظ ہیں۔ بدعت موقوف کرنے سے مراد ہے کہ امام زہری نے حضرت امیر معاویہ ﷺ کے جاری کیے ہوئے فعل کو بدعت قرار دیا۔ اور اصل عبارت سے معلوم ہوا کہ مودودی صاحب نے حضرت امیر معاویہ ﷺ پر بہتان باندھنے کے ساتھ ساتھ امام زہری کے سر بھی الزام ہی تھوپا ہے ورنہ انہوں نے ایسا نہیں کہا۔ بلکہ یہ کہا کہ عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ بنے تو انہوں نے راجع السنة الاولیٰ یعنی پہلی سنت کو لوٹا دیا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ جو سنت امیر معاویہ ﷺ نے جاری کی تھی وہ بھی درحقیقت سنت ہی تھی بدعت ہرگز نہ تھی۔ اب مولانا مودودی صاحب کی اس شعبدہ بازی اور عبارت کے مفہوم میں تحریف کو دیانت کا نام دیا جائے یا بددیانتی کا یہ فیصلہ قارئین کرام پر رہا۔

پھر امام زہری نے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شرف صحابیت اور شان اجتہاد کو ملحوظ رکھا اور ان کے طرز عمل کو بدعت سے تعبیر نہیں کیا بلکہ اسے ان کی اجتہادی اہلیت اور فقہی بصیرت کے طور پر پیش کیا ہے۔ اب ان کے ایسے اجتہادی طرز عمل کو قانون کی بالاتری کے خلاف کہنا اور اسے بدعت قرار دینا گویا مودودی صاحب کے اپنے بغض و حسد کا کمال ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ ﷺ مجتہد وفقیہہ تھے۔ (بخاری ج ص ۵۳۱)

اور مجتہد اگر اجتہاد میں خطا بھی کر جائے تو ثواب ہی کا مستحق ہوتا ہے۔ لہٰذا حضرت امیر معاویہ ﷛ بہر صورت ثواب ہی کے مستحق ہیں۔ الحمدللہ مودودی صاحب کا یہ طعن بھی باطل ثابت ہوگیا۔

اعتراض ۱۳ (طعنِ مودودی)

مولانا مودودی نے حضرت امیر معاویہ ﷛ پر ایک طعن کو یوں مدلل کیا ہے:

> "حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ دیت کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہ ﷛ نے سنت کو بدل دیا۔ سنت یہ تھی کہ معاہد کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی۔ مگر حضرت معاویہ ﷛ نے اس کو نصف کر دیا اور باقی نصف خود لینی شروع کر دی"۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۹
>
> (خلافت وملوکیت ص ۱۷۳، ۱۷۴)

فرمایئے آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

جواب

اس عبارت سے یہ غلط تاثر دیا گیا ہے کہ حافظ ابن کثیر نے حضرت امیر معاویہ ﷛ پر سنت بدلنے کا الزام عائد کیا ہے کہ پہلے سنت یہ تھی کہ معاہد کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی مگر حضرت معاویہ ﷛ نے اس کو نصف کر دیا اور باقی نصف خود لینی شروع کر دی۔ حالانکہ ابن کثیر نے نہ تو سنت بدلنے کا الزام لگایا اور نہ ہی ان کا دیت کو نصف کرنا بطور طعن نقل کیا بلکہ ان کی اجتہادی اہلیت کو ظاہر کیا ہے لہٰذا مودودی صاحب نے جو تاثر دیا صحیح نہیں بلکہ محض ایک مغالطہ ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ "البدایہ والنہایہ" کی جس عبارت کا مودودی صاحب نے حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

قال الزهری ومضت السنة ان دية المعاهد كدية المسلم

وكان معاوية اول من قصرها الى النصف واخذ النصف لنفسه

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۹)

ترجمہ: زہری نے بیان کیا اور وہ سنت بھی چلی گئی کہ معاہد کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہوگی اور حضرت معاویہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسے نصف تک کم کیا اور نصف خود لے لی۔

(تاریخ ابن کثیر ار دو ج ہشتم ص ۹۹۰)

اور خط کشیدہ الفاظ کو مودودی صاحب نے ''خلافت وملوکیت ص ۱۷۴'' کے حاشیہ میں نقل بھی کیا ہے۔ دیکھ لیجئے روایت میں یہ تو کہا گیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ ﷜ نے دیت کو نصف کر دیا لیکن یہ نہیں کہا گیا کہ سنت کو بدل دیا اور برا کیا۔ لہٰذا مودودی صاحب نے خود ہی ڈنڈی ماری ہے اور بغض و تعصب کے آئینہ دار اپنے قول کو ابن کثیر کے سر تھوپ دیا ہے۔ جس کی مذمت واضح ہے البتہ بطور طعن نقل کی گئی اس روایت میں دو باتیں خاص طور پر جائزہ لینے والی ہیں۔

۱) حضرت امیر معاویہ ﷜ سے پہلے سنت یہ تھی کہ معاہد کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی۔

۲) حضرت امیر معاویہ ﷜ نے اس کو نصف کر دیا اور باقی نصف خود لینی شروع کر دی اور اس کیلئے ''وَاَخَذَ لِنَفْسِهٖ'' کے الفاظ لائے گئے۔

اب پہلی بات یعنی ''سنت یہ تھی کہ معاہد کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی'' تو یہ زہری نے درست نہیں کہا بلکہ خلاف حقیقت بات کہہ دی اور دلچسپ امر یہ ہے کہ اپنے اس قول کی تائید میں اس نے کوئی نص بھی پیش نہیں کی۔ بلکہ اس سے بھی دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ ﷜ کے عہد خلافت سے پہلے دیت کے معاملہ میں کوئی متعین سنت ہی نہ تھی۔ اور یہ بات تو حدیث کے کسی طالب علم پر مخفی نہیں کہ دیت کے بارہ میں مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں ہم ان میں سے چند ایک پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

۱)دِيَةُ ذِمِّيٍّ دِيَةُ مُسْلِمٍ۔(بیہقی۔السنن الکبریٰ ج۸ص۱۰۲)

ترجمہ: ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔

۲)دِيَةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ۔

(ابوداؤد ج۲ص۲۸۲باب فی دیۃ الذمی مشکوٰۃ باب الدیات)

ترجمہ: معاہد کی دیت آزاد کی دیت سے نصف ہے۔

۳)عَقْلُ اَهْلِ الذِّمَّةِ نِصْفُ عَقْلِ الْمُسْلِمِيْنَ وَهُمُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى۔(سنن نسائی ج۲ص۲۴۷عقل المرأۃ ابن ماجہ باب دیۃ الکافر)

ترجمہ: کافر ذمی (یہودی یا عیسائی) کی دیت مسلمان کی دیت کے نصف کے برابر ہے۔

اور امام شافعیؒ نے نقل کیا ہے۔

۴)قضیٰ عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان رضی اللہ عنهما فی دیة الیهودی و النصرانی بثلث دیة المسلم

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما نے یہودی اور نصرانی کی دیت کے بارے میں مسلمان کی دیت سے تہائی کا فیصلہ کیا۔(کتاب الام ج۶ص۱۰۵)

معلوم ہوا حضور سرورِ عالم نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہما سے مختلف روایتیں مذکور ہیں۔ اور ان میں دیت کی کوئی مقدار معین نہیں بلکہ مختلف ہی ہے۔ کہیں برابر ہے تو کہیں نصف اور کہیں تہائی۔ تو فرمایئے جب رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل سے دیت کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں ہوتی تو پھر تو اس کی مقدار کا تعین خالص علمی اور اجتہادی مسئلہ ہوا۔ حتیٰ کہ ائمہ اربعہ (حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم) اور اکثر دیگر مجتہدین کا دیت کے بارے میں اجتہاد اور مذہب

ایک نہیں۔احکام القرآن سے منقول ہے۔(ترجمہ)

امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد، زفر، عثمان، سفیان ثوری اور حسن بن صالح نے کافر کی دیت کو مسلمان کی دیت کے برابر قرار دیا اور امام مالک بن انس نے اہل کتاب کی دیت کو مسلمان کی دیت کا نصف قرار دیا اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم کہی اور ان کی عورتوں کی دیت اس کے نصف کے برابر قرار دی اور امام شافعی نے کہا کہ یہودی اور نصرانی کی دیت ایک تہائی ہے......سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب ﷜ نے فرمایا: یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم ہے اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔سعید بن مسیب نے یہ بھی کہا کہ حضرت عثمان نے ذمی کی دیت چار ہزار درہم مقرر کی۔ابوبکر کہتے ہیں حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما دونوں سے اس کے خلاف بھی مروی ہے۔ہم اسے ذکر کر چکے ہیں۔اور مخالف نے اپنی دلیل میں وہ روایت پیش کی جو عمرو بن شعیب نے اپنے باپ دادا سے روایت کی ہے کہ جب سرورِ کائنات ﷺ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے آپ نے فتح مکہ کے سال مکہ معظمہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا ''کافر کی دیت مسلمان کی دیت کے نصف کے برابر ہے''۔اس کے علاوہ ان کی دلیل عبداللہ بن صالح کی روایت بھی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یزید بن حبیب نے ابوالخیر اور انہوں نے عقبہ بن عامر سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے''۔

(دشمنانِ امیر معاویہ ﷜ کا علمی محاسبہ ج ا ص ۳۰۸،۳۰۹ بحوالہ احکام القرآن باب دیاۃ اھل الکفر ج ۲ ص ۲۲۷،۲۲۰)

احادیثِ مبارکہ کے اختلاف پر امام ترمذی نے جو تبصرہ فرمایا پیش خدمت ہے

(ترجمہ)

"اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ کی روایت "حسن" ہے یہودی اور نصرانی کی دیت میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز[1] ﷺ فرماتے ہیں یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت کا نصف ہے امام احمد بن حنبل بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب ﷺ سے مروی ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ امام مالک، شافعی اور اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں یہودی اور عیسائی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں"۔

(جامع ترمذی مترجم اول ص ۷۰۶۔۷۰۷)

اب اس بات میں تو شک نہ رہا کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ اور اجتہادی ہے اور ایسے مسائل میں مجتہدین اجتہاد فرماتے ہیں اور اس میں اجتہاد فرمایا گیا جو مندرجہ بالا سطور میں نمایاں بھی ہو رہا ہے۔ اب اجتہادی مسئلہ میں مجتہدین کے اجتہاد میں سے کسی کو راجح اور کسی کو مرجوح تو کہا جا سکتا ہے خلاف سنت تو کسی کو نہیں کہا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک معاہد کی نصف دیت یا تہائی دیت کے فیصلے کے باوجود حضرت امیر معاویہ حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہم

---

[1] حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ أَوِ النَّصْرَانِيِّ إِذَا قُتِلَ أَحَدُهُمَا مِثْلُ نِصْفِ دِيَةِ الْمُسْلِمِ (موطا امام مالک، کتاب العقول)

ترجمہ: جب یہودی یا نصرانی کو قتل کر دیا جائے تو ان کی دیت آزاد مسلمان کی دیت سے نصف ہوگی۔

میں سے کسی کو بھی کسی محدث یا کسی مورخ نے سنت کو بدلنے والا نہیں کہا۔ پس مسئلہ دیت جو متفق علیہ نہیں بلکہ مختلف فیہ ہے، میں اگر کوئی شخص صرف حضرت امیر معاویہ ؓ پر اعتراض کرے اور صرف انہیں کو سنت کا بدلنے والا کہے تو ہم کہیں گے کہ اس نے محض بغض و عناد کی وجہ سے ایسا کہا ہے کیونکہ اس کے پاس ایسا کہنے کی کوئی دلیل نہیں۔ اور اگر اسے حضرت امیر معاویہ ؓ سے کوئی بغض و عناد نہیں تو پھر بتایا جائے کہ ایسے ہی نصف دیت کے فیصلہ کے باوجود حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کو سنت بدلنے کا الزام کیوں نہیں دیتا یا حضرت امام شافعی ؓ کو سنت بدلنے والا کیوں نہیں کہتا جن کا مذہب تہائی دیت ہے؟

ارے جناب حضرت امیر معاویہ ؓ معاہد کی دیت نصف ہونے کے فیصلے میں اکیلے تو نہیں ہیں کئی صحابہ و تابعین ؓ بھی وہی مؤقف رکھتے ہیں بلکہ ایسا ایک قول حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا گیا ہے۔

البتہ ہمارے مذکورہ بیان سے یہ بات آفتاب نیمروز سے بھی زیادہ روشن ہوگئی کہ مسئلہ دیت ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے لہٰذا معاہد کی دیت کی غیر معین مقدار کو متعین کرکے مکمل کہنا یا دیت کے مکمل ہونے کو حضور نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل قرار دے کر ان کی مستقل سنت قرار دینا درست نہیں کیونکہ اس میں مختلف روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ مظہری رحمۃ اللہ علیہ آیت وَدِیَةٌ "مُّسَلَّمَةٌ" اِلٰٓی اَھْلِهٖ (النسآء) کے تحت فرماتے ہیں:

> "آیت میں کوئی ایسی دلیل نہیں کہ ذمی کی دیت مسلمان کی دیت کی طرح ہے۔ دیت تو (قرآن میں) مجمل ہے اس کی توضیح احادیث میں مختلف طور پر منقول ہے۔ مرد و عورت اور آزاد و غلام کی دیت میں اختلاف ہے پس ہو سکتا ہے کہ مسلم اور کافر کی دیت میں بھی اختلاف ہو"۔ (تفسیر مظہری اردو ج سوم ص ۲۱۲)

دیگر روایات میں دیت کی مقدار کے مختلف ہونے کے باعث مسئلہ خالص علمی اور اجتہادی ہے اور اجتہادی مسائل میں ایک مجتہد کو کسی دوسرے مجتہد کے اجتہاد کی پیروی جائز نہیں ہوتی[1] بلکہ اس پر خود اجتہاد کرنا ضروری ہوتا ہے اور جب وہ اجتہاد کرتا ہے تو اپنے علم وفہم اور قیاس کے مطابق قابل ترجیح پہلو کو اختیار کرتا ہے۔ جیسا کہ مجتہدین ائمہ اربعہ ائمہ اہلسنت نے اجتہاد فرمایا۔ حتیٰ کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے معاہد کی دیت کو مسلمانوں کی دیت کے برابر قرار دیا۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل نے نصف کہا اور امام شافعی کے مذہب کے مطابق یہ صرف تہائی ہے۔ (رضی اللہ عنہم)

تو حضرت امیر معاویہ ﷛ صرف جلیل القدر صحابی ہی نہیں فقیہہ و مجتہد بھی ہیں بلکہ امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین یعنی حاکم وقت بھی ہیں۔ جن کے سامنے ایک طرف مقتول کے ورثا ہیں جنہیں یقیناً اس کے قتل سے نقصان ہوا تو دوسری طرف سرکاری خزانہ یعنی بیت المال بھی ہے جس کو جزیہ بند ہوجانے سے نقصان ہوا۔ اب انہیں فیصلہ کرنا تھا۔ جبکہ حدیث پاک میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اِذَا حَکَمَ الْحَاکِمُ فَاجْتَھَدَ۔

(بخاری کتاب الاعتصام۔ مشکوٰۃ کتاب الامارت)

ترجمہ: جب حاکم فیصلہ کرے تو اجتہاد کرے۔

لہٰذا انہوں نے بحیثیت فقیہہ و مجتہد بھی اور حدیث پاک کے حکم کے مطابق بطور حاکم وقت بھی اس مسئلہ میں اجتہاد فرمایا اور پوری اور نصف دیت والی مختلف روایات میں تطبیق دینے کو قابل ترجیح سمجھا اور بفضلہٖ تعالیٰ اس میں شاندار تطبیق دی آپ دیت وصول تو پوری فرماتے لیکن اس میں سے نصف وارثوں کو ادا کر دیتے اور باقی نصف اپنے ہاں بیت المال میں جمع کرتے۔ اس لئے جس شخص کے نزدیک دیگر

---

[1] مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں: ''مجتہد کو تقلید کرنا حرام ہے''۔ (جاء الحق اول ص ۲۰)

مجتہدین کا اجتہاد جائز ہے اس کو حضرت امیر معاویہ ﷛ کے اجتہاد پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے اور جب دوسرے مجتہدین کے اجتہاد نے سنت کو نہیں بدلا تو حضرت امیر معاویہ ﷛ کو سنت بدل دینے کا الزام دینا بھی دینیات سے نابلد اور جاہل ہونے کی دلیل ہے۔

اور مولانا مودودی صاحب کا یہ الزام بھی صحیح نہیں کہ حضرت امیر معاویہ ﷛ نے معاہد کی دیت سے نصف خود لینی شروع کر دی۔ بلکہ جیسا کہ ابھی ہم نے نقل کیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ ﷛ پوری دیت وصول کر کے نصف دیت وارثوں کو ادا کرتے اور باقی نصف بیت المال میں جمع کرتے۔ کیونکہ مودودی صاحب نے حافظ ابن کثیر کی کتاب ''البدایہ والنہایہ'' میں سے امام زہری کی جو روایت نقل کی ہے وہ مجمل اور مبہم ہے۔ واضح اور مفصل نہیں ہے کہ نصف دیت جو اپنے پاس رکھتے اس کو استعمال میں کیسے لاتے اور کہاں خرچ کرتے۔ اس بارے میں امام زہری ہی کی ایک روایت امام بیہقی سے بیان کی گئی ہے جو پہلی مجمل روایت کی تفصیل کرتی ہے۔ آیئے وہ دیکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

عَنِ الزُّهْرِیْ قَالَ كَانَتْ دِيَةُ الْيَهُوْدِيِّ وَالنَّصْرَانِيِّ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ دِيَةِ الْمُسْلِمِ وَاَبِىْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَلَمَّا كَانَ مُعَاوِيَةَ اَعْطَى اَهْلَ الْمَقْتُوْلِ النِّصْفَ وَاَلْقَى النِّصْفَ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ۔

ترجمہ: زہری سے روایت ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت حضور ﷺ کے دور میں مسلمان کی دیت کے برابر تھی [1]۔ یہی طریقہ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں رائج رہا پھر جب امیر معاویہ خلیفہ بنے تو آپ نے اس پوری دیت کا نصف تو مقتول کے وارثوں کو دیا اور بقیہ نصف

---

[1] زہری کی اس خطا پر ہم پہلے ہی روشنی ڈال چکے ہیں۔

بیت المال میں رکھا۔

(دشمنانِ امیر معاویہ ؓ کا علمی محاسبہ ج اص ۳۰۵۔۳۰۶ بحوالہ بیہقی "السنن الکبریٰ" ج ۸ ص ۱۰۲ باب دیۃ اھل الذمہ)

دیکھ لیجئے یہ امام زہری ہی کی روایت ہے جو گویا پہلی مجمل روایت کی تفصیل کر رہی ہے۔ یعنی حضرت امیر معاویہ ؓ دیت وصول تو پوری فرماتے لیکن اس میں سے نصف وارثوں کو دیتے اور بقیہ نصف بیت المال میں رکھتے۔ نہ معلوم مودودی صاحب امام بیہقی کی نقل کردہ اس روایت سے ناواقف ہوں اور انہوں نے "السنن کبریٰ" نہ دیکھی ہو یا حافظہ کمزور ہو اور یاد نہ رہی ہو۔ بہر حال ہم نے پیش کر دی ہے دیکھیے اور اطمینان حاصل کیجئے اور اگر انہوں نے بیہقی شریف کا مطالعہ کیا ہے اور جان بوجھ کر اسے چھپایا ہے تا کہ ان کا طعن مضبوط ہو تو کتمان حق اور بہتان باندھنے کا گناہ انہی کے سر ہے۔

اور زہری کی عبارت "اخذ النصف لنفسہ" جس کے زور پر مودودی صاحب نے امیر معاویہ ؓ پر نصف دیت اپنے پاس رکھنے کا الزام لگایا' کا تجزیہ مولانا محمد علی صاحب جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور سے سنیئے، وہ کہتے ہیں:

"اس الزام کا آخری حصہ کہ امیر معاویہ نے باقی نصف اپنے لئے رکھ لی تھی تو اس مفہوم و مراد کیلئے عربی لفظ "لنفسہ" مذکور ہے۔ یہ لفظ اپنے مفہوم کے لحاظ سے یہ احتمال بھی رکھتا ہے کہ اس سے مراد "اپنی ذات کیلئے" ہو۔ یعنی اپنے مصرف میں لایا جائے کسی دوسرے کا اس میں تصرف و حق نہ رہے۔ اور دوسرا معنی یہ ہے کہ کسی شخص نے اسے اپنے پاس رکھا ہو لیکن اس کو خرچ دوسروں پر کیا جائے اور آپ اس کی نگرانی کرے۔ جس طرح بیت المال کی نگرانی اور حفاظت خلیفہ وقت کی (ذمہ داری) ہوتی ہے۔ تو اس طرح معنی یہ ہوا کہ حضرت امیر معاویہ نصف دیت بیت المال میں اپنی

نگرانی میں جمع کرادیا کرتے تھے اور پھر اسے اپنی صوابدید کے مطابق خرچ کیا کرتے تھے۔ ان دونوں معانی میں سے دوسرا معنی یہاں مراد ہے"۔

(دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ ج اص ۳۰۵)

گویا مودودی صاحب کے دامن میں سوائے بغض وعناد کے اور کچھ بھی نہیں۔

اعتراض ۱۴ (طعن مودودی)

مودودی صاحب کا ایک اور طعن اور مکروہ انداز طعن ملاحظہ کیجئے، کہتے ہیں:

"ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود، اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر، خطبوں میں برسرِ منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کی بوچھاڑ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبرِ رسول ﷺ پر عین روضہ نبوی کے سامنے حضور ﷺ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔ کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا، شریعت تو درکنار، انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین واخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آ کر اپنے خاندان کی دوسری غلط روایات کی طرح اس روایت کو بھی بدلا اور خطبہ جمعہ میں سب علی کی جگہ یہ آیت پڑھنی شروع کردی۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل۔۹۰)"

(خلافت وملوکیت ص ۱۷۴)

اس طعن کا جواب دیجئے۔

جواب

مولانا مودودی کا حضرت امیر معاویہ ﷺ پر یہ طعن کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر برسرِ منبر اپنے خطبوں میں سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ پر علانیہ سب وشتم کرتے۔ یہاں تک کہ مسجد نبوی میں عین روضہ پاک کے سامنے بھی آپ پر سب و شتم کی بوچھاڑ ہوتی تو یہ مودودی صاحب کا الزام ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں قرآن و حدیث ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں اور حقیقت کیا ہے؟

حضور نبی اکرم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدول اور متقی ہیں اور حضرت امیر معاویہ ﷺ بھی انہیں میں سے ایک عظیم المرتبت صحابی ہیں بلکہ امت میں حلیم ترین بھی ہیں دیکھیے قرآن کریم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے انہیں کفر و فسق اور نافرمانی سے متنفر و محفوظ اور راست رو یعنی سیدھی راہ چلنے والا فرما رہا ہے اور حضرت امیر معاویہ ﷺ کو صحابی ہونے کے ناتے گویا ان تمام صفات سے متصف قرار دے رہا ہے۔ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ پہلے ہی کئی مرتبہ نقل کیا جا چکا ہے۔ ایک مرتبہ پھر دہرایا جاتا ہے۔ فرمایا:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (الحجرات۔ ۷۔۸)

ترجمہ مودودی صاحب: اللہ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے لئے دل پسند بنا دیا اور کفر و فسق اور نافرمانی سے تم کو متنفر کر دیا۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل و احسان سے راست رو ہیں اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

(تفہیم القرآن از مولانا مودودی)

اور حدیث پاک میں حضرت امیر معاویہ ﷺ کو امت میں سب سے زیادہ حلیم

فرمایا گیا، دیکھئے:

"حرث بن اسامہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل اور رقیق القلب ہیں اس کے بعد آپ نے بقیہ خلفائے اربعہ کے مناقب بیان کئے اور ان میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا اور فرمایا کہ معاویہ بن ابی سفیان میری امت میں سب سے زیادہ حلیم اور سخی ہیں۔ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِي سُفْيَانَ اَحْلَمُ اُمَّتِيْ وَاَجْوَدُهَا۔ (تطہیر الجنان ص ۱۲)

(سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اردو ترجمہ تطہیر الجنان ص ۲۹)

آپ نے دیکھا کہ حدیث پاک میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امت میں سب سے زیادہ حلیم فرمایا گیا ہے جبکہ سَبّ و شتم غصہ اور غضب کو ظاہر کرتا ہے حلم اور بردباری کو نہیں یعنی سب و شتم کرنے والے کو حلیم نہیں کہا جا سکتا۔ حلیم، بردبار اور متحمل مزاج کو کہتے ہیں جو غصہ کو برداشت کرتا ہے۔ اسے حلیم نہیں کہتے جو خواہ مخواہ کسی پر غصہ ہوتا رہے اور حسد کی آگ میں جل کر سب و شتم کرتا پھرے۔ اور جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حدیث پاک کے مطابق سب سے زیادہ حلیم ہیں تو پھر سب سے زیادہ بردبار، سب سے زیادہ متحمل مزاج اور سب سے زیادہ برداشت والے ہوئے لہٰذا سب و شتم کے الزام سے قطعاً بری ہوئے۔

دوسرے مقام پر حدیث پاک آپ کو عالم قرآن قرار دیتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ ان کیلئے خصوصی طور پر دعا فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتٰبَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۷)

ترجمہ: اے اللہ! معاویہ کو کتاب و حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا۔

اور حضور سرورِ انبیاء حبیبِ خدا ﷺ کی ہر دعا مستجاب اور مقبول ہوتی ہے جب اشارہ ابرو پر قبلہ تبدیل فرمایا جاتا ہے تو دعا کیوں نہ مقبول ہوگی۔ ارے حضور ﷺ کی دعا کی تو وہ شان ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ اے محبوب اپنے غلاموں کے حق میں دعا فرمایئے کیونکہ تمہاری دعا ان کے سکون اور چین کا باعث ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ملاحظہ ہو:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ (التوبہ۔۱۰۳)

ترجمہ: اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔ (کنزالایمان)

اللہ تعالیٰ کا حضور اقدس ﷺ کو دعا کرنے کا حکم دینا اسے باعث سکون فرمانا اور صحابہ کرام کو اس سے سکون حاصل ہو جانا' اس کے مقبول و مستجاب ہونے کی دلیل ہے۔ تو ظاہر ہوا کہ حضرت امیر معاویہ ﷺ کے حق میں بھی آپ کی دعائیں مقبول ہوئیں۔ لہٰذا حضرت امیر معاویہ ﷺ عالم کتاب وحساب ہوئے' اور عالم وہ ہوتا ہے جو اپنے علم پر عمل بھی کرتا ہے۔ حدیث پاک ملاحظہ ہو:

اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِكَعْبٍ مَنْ اَرْبَابُ الْعِلْمِ قَالَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ بِمَا يَعْلَمُوْنَ۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ: حضرت عمر ابن خطاب ﷺ نے حضرت کعب سے فرمایا کہ اہل علم کون لوگ ہیں انہوں نے فرمایا جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں۔

پس جب حضرت امیر معاویہ ﷺ عالم قرآن ہوئے تو آپ قرآن اور تعلیمات قرآن پر عمل کرنے والے ہوئے۔ جبکہ قرآن کریم اچھی گفتگو کا حکم دیتا ہے فرمایا: قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (القرآن) اور برے القاب دینے' برے نام رکھنے اور سب وشتم کرنے سے روکتا ہے۔ فرمایا: وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔ (القرآن) یعنی ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو اور حدیث پاک قرآن کریم کی تفصیل وتشریح کرتی

ہے۔حدیث پاک میں فرمایا:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ۔

(بخاری کتاب الادب' جامع ترمذی باب ماجاء فی الشتم' ریاض الصالحین باب تحریم سب المسلم)

ترجمہ: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

پس بحیثیت عالم قرآن حضرت امیر معاویہ ؓ اچھی گفتگو کرنے والے اور سب وشتم سے پرہیز کرنے والے ہوئے۔اب فرمایئے جو عادل ومتقی صحابی ہو، قرآن کریم اسے کفر وفسق سے متنفر ومحفوظ اور راست رو (هُمُ الراشِدُوْنَ) فرمائے۔ حدیث پاک اس کو عالم قرآن اور تعلیمات قرآن پر عمل کرنے والا فرمائے۔ حتیٰ کہ حدیث پاک اسے ساری امت سے بڑھ کر حلیم، بردبار، متحمل مزاج اور غصہ کو برداشت کرنے والا فرمائے' کیا وہ سب وشتم ایسے فسق اور گناہ میں ملوث قرار دیا جاسکتا ہے؟ جب حضرت امیر معاویہ ؓ ان سب صفات مبارکہ سے متصف ہیں تو پھر ان پر سب وشتم کرنے کا الزام لگانا کیا کسی دیندار آدمی کا کام ہے؟ مودودی صاحب نے جن تاریخی روایات پر اعتماد کر کے قرآن وحدیث کو ٹھکرایا ہے۔ان کی قرآن وحدیث کے سامنے کیا حیثیت ہے؟ اگر کسی کا ایمان سلامت ہے تو وہ یقیناً قرآن وحدیث ہی کو ترجیح دے گا۔اور قرآن کریم کے مطابق تو حضرت امیر معاویہ ؓ فسق ونافرمانی سے محفوظ اور راست رو یعنی نیک راستے پر چلنے والے اور نیکی اختیار کرنے والے ہیں۔لہٰذا جو بھی حدیث یا روایت حضرت امیر معاویہ ؓ یا کسی اور صحابی کا فسق اور گناہ میں ملوث ہونا بیان کرے وہ جھوٹی اور مردود ہوگی۔وہ قبول نہیں کی جائے گی۔جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں بیان ہوا کہ حضرت عباس ؓ نے حضرت عمر فاروق ؓ سے حضرت علی ؓ کے متعلق کہا:

"اِقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا الْكَاذِبِ الْاٰثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ"

(صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب حکم الفئی)

ترجمہ: میرے اور اس جھوٹے مجرم دھوکے باز اور خائن کے درمیان فیصلہ کر دیجیے۔

اس میں راوی نے حضرت عباس سے منسوب کر کے حضرت علی المرتضیٰ ﷜ کے متعلق نہایت نازیبا باتیں کہی ہیں حالانکہ دونوں ہستیاں ایسی باتوں سے پاک اور بلند و بالا ہیں۔ اسی لئے اس کی شرح میں حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (ترجمہ)

"قاضی عیاض نے کہا کہ مارزی کا قول ہے کہ حدیث کے یہ الفاظ کہنے ظاہری طور پر حضرت عباس ﷜ کے شایان شان نہیں اور حضرت علی ﷜ اس سے بہت بلند مرتبہ ہیں کہ ان میں ان اوصاف میں سے بعض ہوں چہ جائیکہ یہ سب ہوں اگرچہ ہم صرف نبی اکرم ﷺ و غیرھم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کے قائل ہیں۔ لیکن حضرات صحابہ ﷡ کے ساتھ حسن ظن رکھنے اور ان سے تمام اوصاف رذیلہ کی نفی کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اور جب اس حدیث کی تاویل کے سارے راستے بند ہو جائیں تو ہم اس کے راویوں کو جھوٹا قرار دے دیں گے۔ نیز فرمایا کہ اسی سبب سے بعض محدثین نے اپنے نسخہ سے یہ الفاظ نکال بھی دیئے"۔ (صحیح مسلم مع شرح امام نووی ج ۲ ص ۹۰ کتاب الجہاد والسیر باب حکم الفئی)

لہٰذا ایسی روایت جو کسی صحابی کا فسق و گناہ میں ملوث ہونا اور راست رو ہونے کی بجائے بے راہرو ہونا بیان کرے اس کے راویوں کو جھٹلا کر اسے جھوٹی اور مردود قرار دیا جائے گا۔

اور مودودی صاحب کے الزام میں عجیب بات یہ ہے کہ انہوں نے جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں ان میں ادنیٰ اشارہ تک نہیں ملتا کہ حضرت امیر معاویہ ﷜ خود بھی حضرت علی المرتضیٰ ﷜ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے اور اپنے گورنروں کو بھی

انہوں نے بھی حکم دے رکھا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مودودی صاحب کی اس خود ساختہ عبارت کی حیثیت ایک جھوٹے الزام اور افترا سے زیادہ کچھ نہیں۔

اور اگر سب سے مراد وہ سب ہے جو صحیح بخاری کی درج ذیل حدیث میں وارد ہوا ہے تو وہ حسنِ بیان تو ضرور ہے لیکن برائی ہرگز نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (ترجمہ)

"ابو حازم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت سہل بن سعد کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ امیر مدینہ منبر پر بیٹھ کر حضرت علی ﷺ کو برا بھلا کہتا ہے۔ انہوں نے پوچھا آخر وہ کہتا کیا ہے؟ جواب دیا۔ وہ ان کو "ابوتراب" کہتا ہے۔ یہ ہنس پڑے اور فرمایا خدا کی قسم! ان کا یہ نام تو نبی کریم ﷺ نے پکارا ہے اور خود حضرت علی ﷺ کو یہ نام اپنے اصلی نام سے بھی زیادہ پیارا ہے"۔ (صحیح بخاری باب مناقب علی ابن ابی طالب ﷺ)

اور حضرت امیر معاویہ ﷺ کے اخلاق اور رویہ کے متعلق ایک نہایت دلچسپ واقعہ پیش کیا جاتا ہے جو نہ صرف قرآن کریم کے ارشاد رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کا آئینہ دار ہے بلکہ مودودی طعن کا قلع وقمع کرنے کیلئے بھی کافی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"امیر معاویہ ﷺ نے ایک بار ضرار ابن حمزہ سے کہا مجھے علی ابن ابی طالب کے اوصاف سناؤ۔ انہوں نے عرض کیا مجھے اس سے معاف رکھو۔ امیر معاویہ ﷺ نے کہا تمہیں خدا کی قسم ضرور سناؤ۔ ضرار ابن حمزہ نے نہایت فصیح و بلیغ طور پر حضرت علی ﷺ کی منقبت سنائی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

حضرت علی ﷺ بڑی سخاوت والے، سخت قوت والے، فیصلہ کن بات کہتے تھے۔ عدل کا فیصلہ کرتے تھے۔ ان کی جانب سے علم کی نہریں بہتی تھیں۔ ان کی زبان پر علم بولتا تھا۔ اور دنیا کی ٹیپ ٹاپ سے متنفر تھے۔ رات کی تنہائی اور وحشت پر مائل (مانوس) تھے۔ راتوں کو

روتے تھے۔ اکثر آخرت کی فکر میں رہتے تھے۔ موٹا لباس معمولی کھانا پسند کرتے تھے۔ لوگوں میں عام شخص کی طرح رہتے تھے۔ جب ان سے کچھ پوچھتے تو فوراً جواب دیتے۔ جب ہم انہیں بلاتے تو فوراً آ جاتے۔ اس بے تکلفی کے باوجود ان کی خداداد ہیبت کا یہ حال تھا کہ ہم ان سے گفتگو نہ کر سکتے تھے۔ دینداروں کی تعظیم فرماتے۔ مسکینوں کو اپنے قریب رکھتے تھے۔ علی ﷜ کے دربار شریف میں کمزور مایوس نہ تھا قوی دلیر نہ تھا۔ قسم خدا کی میں نے علی کو بہت دفعہ ایسا دیکھا کہ رات کے تارے غائب ہو جاتے تھے۔ اس حال میں کہ آپ ایسا روتے تھے جیسے کسی کو بچھو کاٹ لے اور رو رو کر فرماتے تھے افسوس! افسوس! عمر تھوڑی ہے سفر لمبا ہے۔ سامان تھوڑا ہے راستہ خطرناک اور آپ کی داڑھی سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکتے تھے اور فرماتے تھے۔ افسوس! افسوس!

امیر معاویہ ﷜ یہ سن کر زار زار رونے لگے اور فرماتے تھے کہ قسم خدا کی ابوالحسن (علی ﷜) ایسے ہی تھے۔ ایسے ہی تھے۔ ایسے ہی تھے"۔

(امیر معاویہ ﷜ پر ایک نظر ص ۵۷۔ ۵۸، الصواعق المحرقہ اردو ص ۴۳۶۔ ۴۴۷، ازالۃ الخفاء اردو دوم ص ۵۱۹۔ ۵۱۸ معترضین اور حضرت امیر معاویہ اردو ترجمہ الناھیہ عن طعن امیر معاویہ ص ۵۴)

لہٰذا قرآن و حدیث اور مذکورہ واقعہ کی روشنی میں مودودی صاحب کے اس جھوٹے اور لغو اعتراض کی تردید میں ہم مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں محسوس کرتے۔

اعتراض ۱۵ (طعن مودودی)

مودودی صاحب کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک اور طعن ملاحظہ ہو، کہتے ہیں:

"زیاد بن سُمَیّہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہ ﷛ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کیلئے شریعت کے ایک مسلّم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی۔ زیاد طائف کی ایک لونڈی سمیّہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ لوگوں کا بیان یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت معاویہ ﷛ کے والد جناب ابوسفیان ﷛ نے اس لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا اور اسی سے وہ حاملہ ہوئی۔ حضرت ابوسفیان ﷛ نے خود بھی ایک مرتبہ اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ زیاد انہی کے نطفہ سے ہے۔ جوان ہو کر یہ شخص اعلیٰ درجے کا مدبّر، منتظم، فوجی لیڈر اور غیر معمولی قابلیتوں کا مالک ثابت ہوا۔ حضرت علی ﷛ کے زمانہ خلافت میں وہ آپ کا زبردست حامی تھا اور اس نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں۔ ان کے بعد حضرت معاویہ ﷛ نے اس کو اپنا حامی و مددگار بنانے کیلئے اپنے والد ماجد کی زنا کاری پر شہادتیں لیں اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا کہ زیاد انہی کا ولد الحرام ہے۔ پھر اسی بنیاد پر اسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا فرد قرار دے دیا۔ یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسا کچھ مکروہ ہے وہ تو ظاہر ہی ہے۔ مگر قانونی حیثیت سے بھی یہ ایک صریح ناجائز فعل تھا۔ کیونکہ شریعت میں کوئی نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا۔ نبی ﷺ کا صاف حکم موجود ہے کہ "بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہو اور زانی کیلئے کنکر پتھر ہیں" ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ عنہا) نے اسی وجہ سے اس کو اپنا بھائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس سے پردہ فرمایا"۔

(خلافت وملوکیت ص ۱۷۵)

اس کا بھی جواب دیجیے۔

جواب

مولانا مودودی صاحب نے اس طعن میں استلحاق زیاد کا معاملہ الجھا کر حضرت معاویہ ﷛ پر اپنی سیاسی اغراض پوری کرنے کیلئے شریعت کی خلاف ورزی کا الزام لگایا ہے۔ اور ان کے شرف صحابیت، ان کے تقویٰ و عدالت اور قدر و منزلت کو مجروح کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان گواہوں جن میں عادل و ثقہ صحابی بھی شامل تھے' کی گواہیوں اور شہادتوں کو بھی رد کر دیا ہے۔ البتہ اپنے اس طعن کو تقویت دینے کیلئے تاریخ کے بعض حوالے، جیسے کیسے بھی میسر آئے' بنا سنوار کر ان کے نام ضرور لکھ دیئے۔

اس سے پہلے کہ ہم اس طعن کا تجزیہ کریں حسب دستور سابق درج ذیل امور کی جانب توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔

۱) قرآن و حدیث نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متقی فرمایا اور ان کے شرف صحابیت کا احترام کرنے کی ہدایت کی ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ کو مجروح کرنے والی یا ان پر حرف زنی کر کے ان کے دامن اقدس کو داغدار کرنے والی کوئی بھی روایت ہو اگرچہ اس کی سند صحیح ہی کیوں نہ ہو رد کر دی جائے گی۔

۲) زیاد بن سمیہ کو مودودی صاحب ولد الحرام ہونے کا الزام دیتے ہیں' جبکہ زنا کی تہمت کے ثبوت کیلئے چار عادل اور چشم دید گواہ ہونا ضروری ہیں۔ اور اگر تہمت لگانے والا ایسے گواہ پیش نہ کر سکے تو اس پر حد قذف لگتی ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ مودودی صاحب کے پاس ایسے چار گواہ نہیں ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ جناب ابو سفیان نے دورِ جاہلیت میں مروج طریقہ کے مطابق سمیہ سے نکاح کیا اور زیاد اسی نکاح کی اولاد تھے' اگرچہ زمانہ جاہلیت کا وہ طریقہ نکاح اسلام نے منسوخ کر دیا' لیکن اس سے نسب صحیح اور ثابت ہی رہا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کے چار طریقے تھے۔

۱) ایک نکاح تو اسی طرح کا تھا کہ جیسے لوگ آج بھی نکاح کرتے ہیں کہ ایک آدمی دوسرے کے پاس اس کی ولیہ یا بیٹی کیلئے پیغام بھیجتا پھر مہر ادا کرتا اور اس کے ساتھ نکاح کر لیتا۔

۲) دوسرا طریقہ نکاح یہ تھا کہ جب کوئی عورت ایام سے پاک ہوتی تو خاوند اس سے کہتا کہ تم فلاں کے پاس چلی جاؤ' اور اس سے فائدہ حاصل کرو۔ چنانچہ خاوند اپنی بیوی سے کنارہ کش ہو جاتا اور پھر اسے کبھی ہاتھ نہ لگاتا' یہاں تک کہ جس آدمی سے فائدہ اٹھایا جاتا اس کا حمل ظاہر ہو جاتا۔ جب اس کا حمل ظاہر ہو جاتا تو خاوند اپنی بیوی کے پاس آ جاتا جب وہ چاہتا۔ اور ایسا اچھا بچہ حاصل کرنے کی آرزو میں کیا جاتا۔ اس کو وہ لوگ "نکاح استبضاع" کہتے تھے۔

۳) نکاح کی تیسری قسم یہ تھی کہ دس سے کم افراد اکٹھے ہو کر کسی عورت کے پاس جاتے اور سارے اس کے ساتھ صحبت کرتے۔ جب وہ حاملہ ہو کر بچہ جنتی اور بچے کو پیدا ہوئے چند روز گزر جاتے تو وہ ان سب کو پیغام بھیجتی۔ پس ان میں سے کوئی شخص آنے سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے پاس جمع ہو جاتے' تو وہ ان سے کہتی آپ اپنے معاملات جانتے ہیں اور میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ پس اے فلاں! یہ آپ کا بیٹا ہے پس جو آپ کو پسند ہے اس کا نام رکھ لیجئے۔ پس وہ بچہ اس کا شمار ہوتا اور وہ آدمی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔

۴) نکاح کی چوتھی قسم یہ تھی کہ بہت سے آدمی ایک عورت کے پاس جاتے رہتے اور وہ کسی کو اپنے پاس آنے سے منع نہیں کرتی تھی۔ دراصل ایسی عورتیں طوائف ہوتی تھیں' اور نشانی کیلئے اپنے دروازوں پر جھنڈا نصب

کر دیا کرتی تھیں۔ پس جو چاہتا وہ ان کے پاس جاتا پس جب ان میں سے کسی کا حمل ٹھہر جاتا' اور وہ اس بچے کو جن لیتی تو وہ سارے اس کے پاس جمع ہو کر قیافہ شناس کو بلاتے۔ وہ بچے کو جس سے مشابہ دیکھتا اس سے کہہ دیا جاتا کہ یہ آپ کا بیٹا ہے۔ چنانچہ وہ اسی کا بیٹا کہہ کر پکارا جاتا اور وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔

لیکن جب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حق کے ساتھ مبعوث ہو گئے تو زمانہ جاہلیت کے سارے نکاح ختم ہو گئے اور وہی ایک طریقہ نکاح رہ گیا جو آج موجود ہے"۔

(بخاری ج ۲ ص ۷۶۹ کتاب النکاح)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کے چار طریقے رائج تھے۔ اسلام نے زمانہ جاہلیت کے نکاحوں کو تو منسوخ کر دیا لیکن ان نکاحوں کی اولاد کو صحیح النسب تسلیم کیا ہے۔

اور زیاد کی پیدائش کا واقعہ تاریخ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ:

"ایک مرتبہ ابو سفیان اپنے کسی کام کی غرض سے طائف گئے ہوئے تھے۔ وہاں انہوں نے جاہلیت کے مروجہ نکاح کی طرح سُمَیّہ سے نکاح کیا اور اس سے مباشرت کی اور اسی سے سُمَیّہ کے یہاں زیاد پیدا ہوئے اور اس نے زیاد کو ابو سفیان سے منسوب کیا۔ ابو سفیان نے بھی اس نسب کا اقرار کیا لیکن خفیہ طور پر"۔

(تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۱۴)

معلوم ہوا زیاد نکاح کی اولاد تھے اگر چہ وہ نکاح جاہلی طریقے کا تھا لیکن جاہلی طریقوں کے نکاح کی اولاد کو بھی صحیح النسب قرار دیا گیا اور جب جاہلیت کے نکاح کی اولاد صحیح اور حلالی ہے تو زیاد بھی ابو سفیان کی صحیح اور حلالی اولاد ہی تھے۔ ہم ان شاء اللہ

اسے تاریخی شہادتوں سے بھی بیان کریں گے۔

لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ مودودی صاحب کو یہ علم بھی نہیں کہ حلالی کو حرامی کہنا' ناحق تہمت لگانا ہے' اوراس کے عدم ثبوت پر حد قذف لگتی ہے۔ ملاحظہ ہو امام مدینہ حضرت امام مالک ﷺ فرماتے ہیں:

"اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا اَنَّهٗ اِذَا نَفٰى رَجُلٌ رَجُلًا مِنْ اَبِيْهِ فَاِنَّ عَلَيْهِ الْحَدَّ وَاِنْ كَانَتْ اُمُّ الَّذِىْ نُفِىَ مَمْلُوْكَةً فَاِنَّ عَلَيْهِ الْحَدَّ۔

ترجمہ: جب کوئی شخص کسی کی اس کے باپ سے نفی کرے تو اس پر حد جاری ہوگی اگر چہ اس کی والدہ لونڈی ہو تب بھی حد جاری ہوگی"۔

(موطا امام مالک مترجم ص ۷۲۲ کتاب الحدود)

اب آیئے مودودی صاحب کے طعن کی طرف، کہتے ہیں:

"زیاد بن سُمَیَّہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہ ﷺ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کیلئے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی۔ زیاد طائف کی ایک لونڈی سُمَیَّہ کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ لوگوں کا بیان یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت معاویہ ﷺ کے والد جناب ابوسفیان ﷺ نے اس لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا اور وہ اسی سے حاملہ ہوئی"۔

تو اس بارے میں ہماری عرض یہ ہے کہ جب معاذ اللہ لوگوں کے بیان کے مطابق (اگر چہ لوگوں کا لفظ یہاں مجمل ومبہم ہے اور ایسے مجمل اور مبہم قول سے زنا ثابت نہیں ہوتا) زیاد ولد الحرام تھا اور مولانا مودودی کے نزدیک' حضرت امیر معاویہ ﷺ کا یہ فعل ہی صحیح نہیں تھا تو پھر یہ بتایا جائے کہ اس سے حضرت امیر معاویہ ﷺ کی کون سی عزت بڑھ گئی' وہ خاص وعام (لوگوں) میں معزز تر کیونکر ہو گئے اور انہیں کونسا سیاسی فائدہ ہوا۔ جب بقول مودودی صاحب لوگ زیاد کو زنا کی اولاد سمجھتے تھے تو پھر تو

ایسے فعل شنیع سے (معاذ اللہ) ان کو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم بلکہ جملہ مسلمانوں کی نظروں میں گر جانا چاہیے تھا اور ان کی سیاسی ساکھ تباہ ہو جانا چاہیے تھی۔ نہ یہ کہ اس سے ان کا سیاسی قد کاٹھ اور بڑھ جاتا۔ گویا مودودی صاحب کا یہ الزام عقلی طور پر بھی نہایت گھٹیا اور لغو ہے۔

یہی نہیں' امیر المؤمنین' خلیفۃ المسلمین' کاتب و راز دارِ نبوت اور عظیم صحابیٔ رسول جناب حضرت امیر معاویہ ﷺ خود فرماتے ہیں کہ میں نے زیاد کو ملا کر قلت کو کثرت نہیں بخشی اور نہ ذلت کو عزت دی' بلکہ جب میں نے یہ جان لیا کہ یہ اللہ کا حق ہے تو میں نے اسے اپنے مقام پر رکھنے کا حکم دیا۔ لیکن مودودی صاحب تو عام لوگوں پر اعتماد کئے بیٹھے ہیں اور ایک مجمل و مبہم قول کی بنیاد پر اپنے اعتراض کی عمارت استوار کر رہے ہیں۔ انہیں اس بات کی کیا پروا ہے کہ امیر المؤمنین اور عظیم صحابی رسول (ﷺ) کیا کہہ رہے ہیں۔

آگے دیکھیے مودودی صاحب کی معتمد تاریخ ابن خلدون میں لکھا ہے:

"اہل تشیع کی اکثریت اس بات کا رد کرتی ہے اور امیر معاویہ پر اس سے اعتراض پیدا کرتی ہے یہاں تک کہ امیر (زیاد) کا بھائی ابو بکرہ بھی۔ ایک مرتبہ اسی زیاد نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس نام سے رقعہ لکھا۔ "زیاد بن ابی سفیان" گویا وہ یہ الفاظ لکھ کر ان سے اپنے اس نسب کی صداقت چاہتا تھا تاکہ بوقت ضرورت یہ حجت ہو سکے۔ اس کے جواب میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے یوں لکھا: "عائشہ ام المؤمنین اپنے بیٹے زیاد کو خط لکھ رہی ہے (یعنی اس کے مطلوبہ نسب کی تصدیق نہ کی)۔ عبداللہ بن عامر کو زیاد سے بغض تھا۔ ایک دن اس نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو کہا کون ہے عبدالقیس ابن سمیہ جو میرے کاموں میں کیڑے نکالتا ہے اور میرے کارندوں کے آڑے آتا ہے۔ میں نے قریش سے

اس بات پر قسمیں لینے کی ٹھانی ہے کہ ابوسفیان نے سمیہ نامی لونڈی کو دیکھا تک نہیں۔ جب زیاد کو اس کی خبر ملی تو اس نے معاویہ ﷺ کو یہ بتایا۔ اس پر معاویہ ﷺ نے حکم دیا کہ آخری دور کے دروازے سے اسے واپس کر دو۔ اس نے یزید کے ہاں اس کی شکایت کر دی۔ یزید اس کو لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت معاویہ ﷺ کے پاس آیا۔ جب امیر معاویہ ﷺ نے اسے دیکھا تو اٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ یزید کہنے لگا ہم آپ کے باہر تشریف لانے تک انتظار کرتے ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد امیر باہر تشریف لائے اور ابن عامر نے اپنی وہی باتیں کہنا شروع کر دیں جو پہلے کہی تھیں۔ امیر نے اس پر فرمایا میں نے زیاد کو اپنے ساتھ ملا کر قلت کو کثرت نہیں بخشی اور نہ ہی ذلت کو عزت دی ہے۔ لیکن جب میں نے اللہ کا حق جان لیا تو اسے اپنے مقام پر رکھنے کا حکم دے دیا''۔

(تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۱۰ بحوالہ دشمنان امیر معاویہ ﷺ کا علمی محاسبہ ج ا ص ۲۸۸۔۲۸۹)

اور کامل ابن اثیر سے منقول ہے:

''حضرت امیر معاویہ ﷺ نے فرمایا: اے ابن عامر تو نے زیاد کے بارے میں جو کچھ کہا وہ ہم نے سن لیا ہے۔ خدا کی قسم! تمام عرب اس بات کو جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جاہلیت میں عزت عطا فرمائی تھی اور اسلام کے بعد میری عزت میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ میں نے زیاد کو اپنے ساتھ ملا کر قلت کو کثرت نہیں بخشی اور نہ ہی ذلت کو عزت بنایا۔ لیکن میں نے اس کا حق جانتے ہوئے اسے اس کی جگہ پر مقرر کیا۔ یہ سن کر ابن عامر نے کہا: اے امیر المؤمنین ہم اس بات کی طرف لوٹتے ہیں اور قبول کرتے ہیں جو زیادہ کو پسند ہے۔ امیر معاویہ ﷺ نے فرمایا اگر ایسا ہے تو پھر ہم تمہاری پسند کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ کہہ کر عبداللہ بن عامر

وہاں سے نکلا اور زیاد کے پاس آ کر اسے راضی کر لیا"۔

(دشمنانِ امیر معاویہ ﷜ کا علمی محاسبہ ج ۱ص ۲۹۰۔ بحوالہ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۴۴۲)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ ﷜ خود فرما رہے ہیں کہ میں نے کثرت و عزت یا کسی اور غرض کیلئے ایسا نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا حق سمجھ کر قبول کیا ہے' اور اسے اپنا مقام دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حق کو صحیح مقام دینا تو شریعت کی پاسداری کی اعلیٰ مثال ہے۔ لیکن بُرا ہو تعصب کا کہ مودودی صاحب ان پر سیاسی غرض کیلئے شریعت کی خلاف ورزی کا الزام لگا رہے ہیں۔ تعصب' بندے کو واقعی اندھا کر دیتا ہے۔

اور "لوگوں" کے مبہم لفظ کے حوالے سے یہ کہنا کہ حضرت ابوسفیان نے سمیہ سے زنا کیا۔ جس سے زیاد پیدا ہوا' تو ایسے زنا کا الزام لگانا درست نہیں اور اس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں۔ اب مودودی صاحب کی معتمد تاریخ ابن خلدون سے قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ (ترجمہ)

"سمیہ مادر زیاد حرث بن کندہ طبیب کی لونڈی تھی۔ جس زمانہ میں سمیہ حرث کے پاس تھی' انہیں دنوں اس کے بطن سے ابوبکرہ پیدا ہوئے تھے۔ اس کے بعد حرث نے سمیہ کا عقد اپنے ایک غلام سے کر دیا۔ جس کے گھر میں زیاد پیدا ہوا۔ ابوسفیان زمانہ جاہلیت میں طائف گئے ہوئے تھے۔ واپسی کے وقت حسب (نکاحِ) رسمِ جاہلیت سمیہ سے ہم بستر ہوئے۔ حمل رہ گیا اور اس سے یہ زیاد وجود میں آیا۔ اس وجہ سے نسباً یہ ابوسفیان کی طرف منسوب کیا گیا چنانچہ ابوسفیان نے ایک موقع پر چھپے الفاظ میں اس کا اقرار کیا تھا"۔

(تاریخ ابن خلدون اردو حصہ دوم ص ۳۲)

"امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب ﷜ کے شہید ہونے

کے بعد زیاد نے امیر معاویہ ﷜ سے مصالحت کر لی۔ مصقلہ ابن ہبیرہ

شیبانی نے امیر معاویہ ﷛ سے سفارش کی کہ زیاد کو نسباً ابوسفیان کی طرف منسوب کرلو۔ چنانچہ امیر معاویہ ﷛ تالیف قلوب کے خیال سے زیاد کو ابوسفیان کا بیٹا لکھنے لگے اور اس امر کے ثبوت کی غرض سے جو لوگ ابوسفیان اور سمیہ کے تعلقات اور زیاد کی پیدائش سے واقف تھے۔ بلائے گئے اور ان سے شہادت لی گئی۔ لیکن شیعان علی بن ابی طالب ﷛ اس نسب سے انکار کرتے رہے حتیٰ کہ اس کے بھائی ابوبکرہ بھی''۔

(تاریخ ابن خلدون اور حصہ دوم ص ۳۴)

خط کشیدہ الفاظ سے یہ بات خوب ظاہر ہو جاتی ہے کہ استلحاق زیاد کی تحریک بھی دراصل زیاد اور اس کے لوگوں نے خود ہی شروع کی تھی۔ حضرت امیر معاویہ ﷛ نے شروع نہیں کی کہ اسے ان کی سیاسی غرض قرار دیا جائے ہاں البتہ اسے پایہ تکمیل تک سیدنا امیر معاویہ ﷛ ہی نے پہنچایا اور شرعی تقاضے کے تحت گواہیاں ملنے کے بعد اس کا اعلان فرمایا۔ یہاں سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ حضرت امیر معاویہ ﷛ پر سیاسی غرض کا الزام مودودی صاحب کی زیادتی ہے اور دوسرے یہ بھی زیادتی ہے کہ مجمع عام میں گواہیوں کا اہتمام کر کے شرعی تقاضے پورے کرنے والے پر ہی شریعت کی خلاف ورزی کا الزام لگا دیا جائے۔ (استغفر اللہ)

حضرت علامہ محمد علی صاحب (جامعہ رسولیہ شیرازیہ لاہور) نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ا ص ۵۸۰ سے نقل کیا کہ:

''استلحاق کا واقعہ ۴۴ھ میں ہوا۔ اس کی گواہی دینے والے یہ لوگ ہیں۔ زیاد بن اسماء الحرمازی، مالک بن ربیعہ السلولی، المنذر ابن زبیر۔ ان کا نام مدائنی نے اپنی سندوں کے ساتھ ذکر کیا۔ گواہوں میں ان لوگوں کا بھی ذکر کیا' جویریہ بنت ابی سفیان، مسور بن ابی قدامہ الباھلی، ابن ابی النصر الثقفی' زید بن نفیل ازدی، شعبہ بن علقم مازنی، بنی عمرو بن

شیبان اور بنی مصطلق کا ایک ایک آدمی۔ ان تمام نے ابوسفیان کے متعلق گواہی دی کہ زیاد اس کا بیٹا ہے۔ صرف منذر نے یہ گواہی دی کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ وہ کہتے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ زیاد کو ابوسفیان نے اپنا بیٹا کہا ہے۔ ان گواہیوں کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور زیاد کو اپنے نسب میں ملا لیا (یعنی زیاد کا استلحاق کر لیا) پھر زیاد نے کچھ گفتگو کی اور کہا اگر ان گواہوں کی گواہی حق ہے تو اللہ کا شکر ہے اور اگر باطل ہے تو میں نے اپنے اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کو رکھا (یعنی اپنے اور اللہ کے درمیان ان لوگوں کو ذمہ دار بنا لیا ہے)۔

(دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ ج اول ص ۲۹۳ بحوالہ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج اول ص ۵۸۰ حرف الزاء القسم الثالث)

گویا استلحاق زیاد کا اعلان مجمع عام میں ہوا۔ گواہوں نے زیاد کو حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا بیٹا کہا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان نے زمانۂ جاہلیت میں سمیہ سے زنا نہیں کیا تھا۔ بلکہ نکاح کیا تھا۔ جبھی تو عادل اور ثقہ گواہوں نے بھی زیاد کے اولادِ ابوسفیان ہونے کی گواہی دی' البتہ یہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کے طریقوں میں سے ایک خاص طریقہ پر نکاح ہوا اور یہ جاہلیت میں جائز سمجھا جاتا تھا۔ اور اگر خدا نخواستہ یہ زنا ہوتا تو حضرت مالک بن ربیعہ سلولی اور حضرت جویریہ جنہیں شرف صحابیت بھی حاصل ہے' ایسی گواہی نہ دیتے کیونکہ وہ مودودی صاحب کی پیش کی جانے والی حدیث پاک مودودی صاحب سے بہتر جانتے ہوں گے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا اور زانی کیلئے کنکر پتھر ہیں'' پس جب یہ عادل وثقہ صحابہ بھی گواہی دے رہے ہیں کہ زیاد حضرت ابوسفیان کا بیٹا ہے' تو گویا وہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ زیاد نکاح سے پیدا ہوا ہے۔ پس مودودی صاحب کو

سوائے شرمندگی اور تہمت لگانے کی سزا کے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سارے گواہوں کی مجمع عام میں گواہی پر استلحاق زیاد ہوا۔ اور ان گواہوں میں جیسا کہ پہلے عرض کیا' حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابی بھی ہیں' اور وہ عدول اور ثقہ، کفر و فسق اور نافرمانی سے متنفر و محفوظ ہونے کی بنا پر غلط گواہی نہیں دے سکتے' بلکہ ان گواہوں میں سے جناب منذر نے تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی گواہی بھی پیش کی۔ ان حالات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زیاد کو اپنا بھائی مان لینا خلاف شریعت نہیں بلکہ حق شریعت کو پہچاننا اور پھر اس کے مطابق زیاد کو اس کا حق دینا ہے۔

پھر جب انہی روایتوں میں یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نسب صحیح ثابت ہونے کی گواہیوں کی بنا پر زیاد کو اپنا بھائی قرار دیا تو پھر اعتراض کیوں؟ کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو خود بھی صحابی اور عادل ہیں اور گواہوں میں بھی بعض صحابی اور عادل ہیں مجمع عام میں قصوروار ہو کر شرمندگی اٹھانے کا خوف نہیں رکھتے تھے یا کسی اور نے ان کو یہاں قصوروار ٹھہرایا ہے جو آپ ان کی گواہیاں تسلیم نہیں کر رہے ہے اور کیا مجمع عام میں ایسے ثقہ لوگوں کی گواہی کو علانیہ رد کرنا جائز اور آسان ہے۔ جج اور حاکم کو تو عادل لوگوں کی گواہیوں کے مطابق فیصلہ کرنا لازمی ہو جاتا ہے تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ استلحاق زیاد کا یہ فیصلہ کیوں نہ کرتے؟

دیگر اعتراض اور طعن کی اپنی حالت دیکھئے' مودودی صاحب کہتے ہیں کہ لوگوں کا بیان یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد جناب ابوسفیان نے اس لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ پہلے تو مودودی صاحب کا یہ اعتراض یوں ہی باطل ہو جاتا ہے کہ مجمع عام میں ایسا کوئی شخص نہیں ملا جس نے ایسا کہا ہو۔ مودودی صاحب نے معلوم نہیں کیسے یہ جان لیا۔ دوسرے یہ اعتراض یوں بھی باطل ہو جاتا ہے کہ یہاں ''لوگوں کا بیان'' میں جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے لوگوں کا لفظ مجمل اور

مبہم ہے کہ وہ کون لوگ ہیں اور انہوں نے کب ایسا کہا ہے اور ان سے کس نے سنا ہے کیا ان میں سے کوئی ثقہ اور عادل صحابی بھی ہے محض "لوگوں" ایسے مبہم لفظ سے تو زنا کا ثبوت نہیں ہو جاتا اور نہ ہی لوگوں کی سنی سنائی باتوں سے زنا کا الزام ثابت ہوتا ہے۔ عجیب بات ہے سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے شریعت کی خلاف ورزی کا الزام لگایا جا رہا ہے اور عادل وثقہ لوگوں کی علانیہ گواہی کو قبول نہیں کیا جا رہا۔ کہیں یہ بغض معاویہ ہی کی کارستانی تو نہیں ہے؟

اور یہ کہنا کہ حضرت ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے زیاد سے پردہ کیا یعنی انہوں نے زیاد کو اپنا بھائی تسلیم نہ کیا۔ تو اس طرز عمل کی وجہ یہ ہے کہ جب تک انہیں ثبوت یقینی نہ ہوا۔ انہوں نے پردہ فرمایا۔ جبکہ حضرت امیر معاویہ ﷺ کو مجمع عام میں صحیح گواہیاں مل گئیں تو انہیں یقین ہو گیا کہ نسب صحیح ہے لہٰذا انہوں نے تسلیم کر لیا ورنہ ان یقینی گواہیوں سے پہلے حضرت امیر معاویہ ﷺ نے بھی اس پر یقین نہ کیا اور نہ ہی استلحاق زیاد کیا۔ بہرحال مودودی صاحب کا یہ طعن بھی باطل ثابت ہو گیا۔

اعتراض ۱۶ (طعنِ مودودی)

مودودی صاحب کہتے ہیں۔

"دورِ ملوکیت میں ضمیروں پر قفل چڑھا دیئے گئے اور زبانیں بند کر دی گئیں۔ اب قاعدہ یہ ہو گیا کہ منہ کھولو تو تعریف کیلئے کھولو ورنہ چپ رہو اور اگر تمہارا ضمیر ایسا ہی زوردار ہے کہ تم حق گوئی سے باز نہیں رہ سکتے تو قید اور قتل اور کوڑوں کی مار کیلئے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ جو لوگ بھی اس دور میں حق بولنے اور غلط کاریوں پر ٹوکنے سے باز نہ آئے ان کو بدترین سزائیں دی گئیں تا کہ پوری قوم دہشت زدہ ہو جائے۔

اس نئی پالیسی کی ابتدا حضرت معاویہ ﷺ کے زمانہ میں حضرت

حُجر بن عدی کے قتل ۵۱ھ سے ہوئی جو ایک زاہد و عابد صحابی اور صلحائے امت میں ایک اونچے مرتبے کے شخص تھے۔ حضرت معاویہ ؓ کے زمانہ میں جب منبروں پر خطبوں میں علانیہ حضرت علی ؓ پر لعنت اور سب وشتم کا سلسلہ شروع ہوا تو عام مسلمانوں کے دل ہر جگہ ہی اس سے زخمی ہو رہے تھے مگر لوگ خون کا گھونٹ پی کر خاموش ہو جاتے تھے۔ کوفہ میں حُجر بن عدی سے صبر نہ ہوسکا اور انہوں نے جواب میں حضرت علی ؓ کی تعریف اور حضرت معاویہ ؓ کی مذمت شروع کر دی۔ حضرت مغیرہ جب تک کوفہ کے گورنر رہے وہ ان کے ساتھ رعایت برتتے رہے۔ ان کے بعد جب زیاد کی گورنری میں بصرہ کے ساتھ کوفہ بھی شامل ہو گیا تو اس کے اور ان کے درمیان کشمکش برپا ہوگئی۔ وہ خطبے میں حضرت علی ؓ کو گالیاں دیتا تھا اور یہ اٹھ کر اس کا جواب دینے لگتے تھے۔ اس دوران میں ایک مرتبہ انہوں نے نماز جمعہ میں تاخیر پر بھی اس کو ٹوکا۔ آخر کار اس نے انہیں اور ان کے بارہ ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے خلاف بہت سے لوگوں کی شہادتیں اس فردِ جرم پر لیں کہ "انہوں نے ایک جتھا بنالیا ہے۔ خلیفہ کو علانیہ گالیاں دیتے ہیں۔ امیر المؤمنین کے خلاف لڑنے کی دعوت دیتے ہیں' ان کا دعویٰ یہ ہے کہ خلافت آلِ ابی طالب کے سوا کسی کیلئے درست نہیں ہے۔ انہوں نے شہر میں فساد برپا کیا اور امیر المؤمنین کے عامل کو نکال باہر کیا۔ یہ ابوتراب (حضرت علی ؓ) کی حمایت کرتے ہیں۔ ان پر رحمت بھیجتے ہیں اور ان کے مخالفین سے اظہار براءت کرتے ہیں' ان گواہیوں میں سے ایک گواہی قاضی شُریح کی بھی ثبت کی گئی' مگر انہوں نے ایک الگ خط میں حضرت معاویہ ؓ کو لکھ بھیجا کہ "میں نے سنا ہے آپ کے پاس حجر بن عدی کے خلاف جو شہادتیں بھیجی گئی ہیں ان میں

ایک میری شہادت بھی ہے۔ میری اصل شہادت حجر کے متعلق یہ ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، والمحاج وعمرہ کرتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے اور بدی سے روکتے ہیں۔ ان کا خون اور مال حرام ہے۔ آپ چاہیں تو انہیں قتل کریں ورنہ معاف کر دیں"۔

اس طرح یہ ملزم حضرت معاویہ ﷺ کے پاس بھیجے گئے اور انہوں نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ قتل سے پہلے جلاّدوں نے ان کے سامنے جو بات پیش کی وہ یہ تھی کہ "ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم علی ﷺ سے برأت کا اظہار کرو اور ان پر لعنت بھیجو تو تمہیں چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے"۔ ان لوگوں نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور حجر نے کہا: "میں زبان سے وہ بات نہیں نکال سکتا جو رب کو ناراض کرے"۔ آخر کار وہ اور ان کے سات ساتھی قتل کر دیے گئے۔ ان میں سے ایک صاحب عبدالرحمٰن بن حسّان کو حضرت معاویہ ﷺ نے زیاد کے پاس واپس بھیج دیا اور اس کو لکھا کہ انہیں بدترین طریقہ سے قتل کرو۔ چنانچہ اس نے انہیں زندہ دفن کرا دیا۔

اس واقعہ نے امت کے تمام صلحا کا دل ہلا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر سن کر سخت رنج ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ ﷺ کو اس فعل سے باز رکھنے کیلئے پہلے ہی خط لکھا تھا۔ بعد میں جب ایک مرتبہ حضرت معاویہ ﷺ ان سے ملنے آئے تو انہوں نے فرمایا: "اے معاویہ! تمہیں حجر کو قتل کرتے ہوئے خدا کا ذرا خوف نہ ہوا"۔ حضرت معاویہ ﷺ کے گورنر خراسان ربیع بن زیاد الحارثی نے جب یہ خبر سنی تو پکار اٹھے کہ "خدایا اگر تیرے علم میں میرے اندر کچھ خیر باقی ہے تو مجھے دنیا سے اٹھا لے"۔

(خلافت وملوکیت ص ۱۶۳ تا ۱۶۵)

مودودی صاحب کے اس طعن کا آپ کیا جواب دیں گے؟

جواب

یہاں مودودی صاحب نے امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ طعن کیا ہے کہ ان کے حکم سے ایک زاہد و عابد صحابی حضرت حُجر بن عدی کو قتل کیا گیا' حالانکہ وہ صلحائے امت میں اونچے مرتبے کے شخص تھے اور حسب منشاء خلاف واقعہ تاثر قائم کرنے کیلئے انہوں نے اپنے حوالوں کے متن و مفہوم میں حذف و اضافہ کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ مثلاً دیکھیے:

مودودی صاحب نے اپنے علم اور ضرورت کے مطابق یہ تو لکھ دیا کہ حجر بن عدی ایک زاہد و عابد صحابی اور صلحائے امت میں اونچے مرتبے کے شخص تھے لیکن انہیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ جلیل القدر صحابی بلکہ کاتب وحی الٰہی، رازدارِ نبوت، عالمِ قرآن، فقیہہ، مجتہد اور ہادی و مہدی تھے اور انہیں شاید اس بات کا بھی شعور حاصل نہ ہوسکا کہ "آسمان کا تھوکا منہ پر ہی آتا ہے"۔ لہٰذا مذکورہ بالا اوصاف و کمالات کے حامل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسی رفیع المنزلت ہستی پر جو ناہنجار بھی خاک اڑانے کی کوشش کرے گا اس کا اپنا چہرہ ہی خاک آلود ہوگا' ان کا کچھ نہیں بگڑے گا۔

اب اس سے پہلے کہ اس سانحہ قتل کے اسباب و عوامل پر کچھ گفتگو کی جائے چند گزارشات ملاحظہ فرمالیجیے۔

۱) مودودی صاحب نے حضرت حجر بن عدی کو علی الاطلاق صحابی اور صلحائے امت میں اونچے مرتبے کا شخص کہا ہے حالانکہ ان کی صحابیت مختلف فیہ ہے۔ حافظ ابنِ کثیر آپ کی صحابیت کا تذکرہ کرتے ہوئے ابو احمد عسکری کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:

اکثر المحدثین لا یصحون له صحبة۔ (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۵۰)

ترجمہ: اکثر محدثین آپ کی صحبت (صحابی ہونا) صحیح قرار نہیں دیتے۔

(تاریخ ابن کثیر اردو ج ہشتم ص ۸۱)

گویا مودودی صاحب کا حجر بن عدی کو علی الاطلاق اور بلا قید و شرط صحابی قرار دینا درست نہیں اور انہوں نے حسب منشاء تاثر قائم کرنے کیلئے ڈنڈی ماری ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ وہ صلحائے امت میں اونچے مرتبے کے شخص تھے' حالانکہ انہی کی معتمد تواریخ کے مطابق جناب حجر بن عدی کی بغاوت بھی ثابت ہے اور اس وقت کے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہاء و محدثین نے ان کے خلاف بغاوت کی گواہی دی ہے۔ لہٰذا مودودی صاحب کا حُجر بن عدی کو صلحائے امت میں اونچے مرتبے کا شخص قرار دینا بھی شاید سو فیصد درست نہیں۔ اگر انہوں نے ان تاریخی شواہد کا علم ہونے کے باوجود ایسا کہا ہے تو بھی فریب دیا ہے اور اگر ان تاریخی شواہد سے جہالت کی بنا پر کہا ہے تو پھر بھی حقیقت کے خلاف ہی کہا ہے' گویا: ع

جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کے خلاف ان کو

البتہ یہ صحیح ہے کہ وہ بڑے زاہد و عابد تھے اور ان کے اس وصف و کمال کی دور دور تک شہرت بھی تھی۔ لیکن محض ان کے زاہد و عابد ہونے سے ان کے جُرم بغاوت کی تلافی نہیں ہو سکتی تھی اور بغاوت کی سزا اپنی جگہ پر رہے گی۔ جیسے کہ کوئی صالح اور نمازی آدمی معاذ اللہ زنا ایسی بے حیائی اور برائی کا مرتکب ہو جائے اور اس پر شرعی شہادتیں قائم ہو جائیں تو اسے ''حد'' لگائی جائے گی۔ کہ اسی ''حد'' سے وہ خود اس گناہ سے پاک ہو گا اور اسی حد سے معاشرہ کو محفوظ کیا جائے گا۔

۲) اگر بقولِ مولانا مودودی' حجر بن عدی ''صحابی'' ہونے کی حیثیت سے جن کا صحابی ہونا متفق علیہ اور یقینی بھی نہیں' شرف صحابیت کے احترام میں قابلِ گرفت نہیں تو سیدنا امیر معاویہ ﷛ جن کی صحابیت متفق علیہ اور یقینی بھی ہے یہاں تک کہ انہیں امیر

المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے وہ اپنے شرف صحابیت کی وجہ سے کیوں قابل احترام نہیں۔ ان پر اعتراض اور تنقید کیوں اور ان پر مطاعن کی بوچھاڑ اور بھرمار کیوں؟

۳) مودودی صاحب کا حُجر بن عدی کو زاہد و عابد لکھنا بجا لیکن دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر انہیں محض زہد و عبادت کی وجہ سے صلحائے امت میں اونچے مرتبے کا حامل قرار دیا گیا ہے تو حضرت امیر معاویہ ﷛ کو جو زاہد و عابد ہی کیا، کاتبِ وحی الٰہی، عالمِ قرآن، فقیہہ و مجتہد اور ہادی و مہدی بھی تھے، صلحائے امت میں اونچے درجے کا حامل کیوں نہیں مانا جاتا؟ حالانکہ علم وفقہ کو زہد و عبادت پر جو درجوں فضیلت، فوقیت اور برتری حاصل ہے وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ مودودی صاحب نے حضرت امیر معاویہ ﷛ کی اس قدر زیادہ فضیلتوں سے آخر کیوں آنکھیں موند لی ہیں اور ان کو صاحب مرتبہ تسلیم کرنے کے بجائے ان پر طعن کیوں کرتے ہیں؟

۴) جناب حُجر بن عدی کو بھی دیگر افراد ملت اور صلحائے امت کی طرح اظہارِ رائے کی مکمل آزادی حاصل تھی لیکن مودودی صاحب کے نزدیک، اظہارِ رائے کی آزادی سے مراد، کیا مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے اور فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے کیلئے امیر المؤمنین پر برسرِ عام سب وشتم کرنے کی آزادی ہے؟ اس وقت کے صلحائے امت میں سے کسی نے بھی تو اس اظہارِ رائے کی آزادی کو حجر بن عدی کی طرح استعمال نہیں کیا آخر کیوں؟ کیا معاذ اللہ اس وقت تمام صلحائے امت میں کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا کہ اس میں حق گوئی کا جذبہ ہوتا؟ ان صلحائے امت کے اس روشن کردار سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حُجر بن عدی کی خودساختہ آزادی کی روش کو نہ تو وہ بزرگ اپنا حق سمجھتے تھے اور نہ ہی ایسا کرنا جائز جانتے تھے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ تمام صلحائے امت حضرت امیر معاویہ ﷛ کو راست باز حکمران کے مددگار بنے ہوئے تھے۔ اب پوری امت اور تمام صلحائے امت اس سلسلے میں ایک طرف اور حجر بن عدی دوسری

طرف تھے تو جناب حجر کے امت سے الگ تھلگ اس موقف کو کوئی عقل کا اندھا ہی حق گوئی سے تعبیر کر سکتا ہے کیونکہ اس طرح ساری امت کا موقف باطل اور گمراہی قرار پاتا ہے جبکہ حدیث پاک کی رو سے امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ فرمایا:

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ۔ (مشکوٰۃ۔ترمذی)

ترجمہ: میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

لہٰذا جناب حجر بن عدی کا موقف صحیح نہ تھا' جو فتنہ و فساد کا موجب بھی بن رہا تھا۔

۶) ایک ہوتی ہے "اظہارِ رائے کی آزادی" اور ایک ہوتی ہے "حکومت وقت کے خلاف شورش و بغاوت" اظہارِ رائے کی آزادی میں اصلاح احوال اور مصلحت امت پیش نظر ہوتی ہے' جبکہ شورش یا بغاوت میں صرف زوال حکومت مدِ نظر ہوتا ہے۔ اس سے امت میں انتشار و افتراق پھیلتا ہے۔ فتنہ و فساد برپا ہوتا ہے اور نوبت خانہ جنگی تک جا پہنچتی ہے۔

اظہارِ رائے کی آزادی تو یقیناً ہر شہری اور ہر فرد ملت کا حق ہے۔ لیکن شورش اور بغاوت برپا کرنا نہ تو کسی کا حق ہے اور نہ ہی اس کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اسلام امن کا داعی ہے اور اتحاد امت چاہتا ہے' فساد امت نہیں۔ اس لئے ایسی شورش اور بغاوت جس سے امت میں فتنہ و فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہو' کو کچلنا اور امت کو اس کے شر سے بچانا سربراہ ریاست اور حکومت وقت کی اولین ذمہ داری ہوتی ہے۔

ادھر تاریخی حوالوں کو دیکھا جائے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جناب حُجر بن عدی زاہد و عابد ہونے کے باوجود سبائی فتنہ پردازوں کے ساتھی بنے ہوئے تھے۔ جو ان کی بزرگی، سادگی اور جذباتی پن سے فائدہ اٹھا کر انہیں امت میں انتشار و افتراق برپا کرنے کیلئے استعمال کر رہے تھے۔ سچ فرمایا حضور مخبرِ صادق نبی اکرم ﷺ نے کہ:

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُہٗ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس ہر ایک کو دیکھنا چاہیے

کہ اس کا دوست کون ہے؟

جناب حُجر بن عدی اپنے سبائی ساتھیوں کے اکسانے اور اشتعال دلانے پر انہیں کے ساتھ مل کر امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ ﷛ کی حکومت' جو اس وقت واحد اور مضبوط اسلامی حکومت تھی، کے خلاف شورش برپا کر رہے تھے حتیٰ کہ ان پر لعن طعن کرتے رہتے تھے۔ ایسے طرزِ عمل کو حق گوئی نہیں بلکہ بغاوت اور فساد ہی قرار دیا جائے گا۔

پھر جناب حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ صرف یہ نہیں ہوا کہ انہیں پکڑ کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہو بلکہ انہیں تنبیہہ کیلئے طلب کیا گیا تو انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا' حتیٰ کہ لڑائی بھی کی یعنی کھلم کھلا بغاوت کا ثبوت دیا۔ اور ان کی اس بغاوت پر شرفائے کوفہ جن میں کئی بلند مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہا و محدثین بھی شامل تھے، نے ان کے خلاف گواہی دی۔ اور انہیں گواہیوں کی بنیاد پر امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ ﷛ کو حُجر بن عدی اور ان کے شر پسند ساتھیوں کے قتل کا فیصلہ کرنا پڑا اور باغی کی سزا موت ہی ہے اور حاکم کیلئے باغی کو موت کی سزا دینا جائز بھی ہے۔

سنئے فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

> "جو شخص باغیوں میں سے امیر (گرفتار) ہو گیا تو امام المسلمین کو یہ روا نہیں کہ اس کو قتل کر دے بشرطیکہ یہ معلوم ہو کہ اگر قتل نہ کیا جائے گا تو ایسے گروہ سے نہیں مل جائے گا جن کو قوت منعت حاصل ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اگر قتل نہ کیا گیا تو ایسے باغیوں کے گروہ سے مل جائے گا جن کو قوت منعت حاصل ہے تو امام اس کو قتل کر سکتا ہے۔" کذا فی المحیط"۔ (فتاویٰ عالمگیری اردو ج سوم ص ۴۸۲ کتاب السیر)

اب آیئے اس سانحۂ قتل کی ضروری تفصیلات ملاحظہ کرتے ہیں:

جناب حجر بن عدی جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں' حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ

وجہ کے شیعوں میں شامل تھے' اور سبائی شر پسندوں کی کئی جماعتیں انہیں گھیرے ہوئے تھیں۔ یہ لوگ امیر المؤمنین سیدنا امیر معاویہ ﷛ کو سب وشتم کرتے اور ان کی حکومت سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"وقد التفت علٰی حجر جماعات من شیعة علی یتولون امرہٖ ویشدون علٰی یدہ ویسبّون معاویة ویتبرؤن منه"۔

(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۵۰)

ترجمہ: اور حضرت علی ﷛ کے پیروکاروں میں سے کئی جماعتیں حجر پر جمع ہوگئیں جو ان کی امارت کی بات کرتیں اور ان کے ہاتھ مضبوط کرتیں اور حضرت معاویہ کو گالیاں دیتیں اور آپ سے بیزاری کا اظہار کرتیں"۔

(تاریخ ابن کثیر اردو ج ہشتم ص ۸۱۳)

بہر حال کوفہ میں ۴۱ھ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ ﷛ کی طرف سے گورنر مقرر ہوئے۔ وہ اپنے خطبہ میں حضرت عثمان ذوالنورین ﷛ جو نہایت مظلومی کی حالت میں شہید کیے گئے تھے' کیلئے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے اور قاتلین عثمان پر لعنت بھیجتے۔ تو حجر بن عدی جواب میں مغیرہ بن شعبہ ہی کی نہیں بلکہ حضرت عثمان غنی ﷛ کی بھی مذمت کرتے اور یہ گویا ان کا اور ان کے سبائی ساتھیوں کا ایک طرح کا معمول بن چکا تھا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"انھم کانوا ینالون من عثمان ویطلقون فیه مقالة الجور وینتقدون علی الامراء یسارعون فی الانکار علیھم ویبالغون فی ذالك ویتولون شیعة علی ویتشدّدون فی الدین۔

(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۵۲)

ترجمہ: وہ لوگ حضرت عثمان ﷛ کو گالیاں دیتے تھے اور آپ کے بارے میں ظالمانہ باتیں کرتے تھے اور امراً (حکام) پر تنقید کرتے تھے اور ان پر

عیب لگانے میں جلدی کرتے تھے اور اس بارے میں بہت مبالغہ کرتے تھے اور حضرت علی ﷛ کے پیروکاروں (شیعان علی سے) دوستی کرتے تھے اور دین میں تشدد کرتے تھے"۔

(تاریخ ابن کثیر اردو ج ہشتم ص ۸۱۹)

اور تاریخ طبری کے مطابق حجر بن عدی جناب مغیرہ بن شعبہ کا جب وہ قاتلین عثمان پر لعنت بھیجتے، یوں جواب دیتے کہ:

"بلکہ تم لوگوں کا خدا برا کرے اور لعنت کرے...... لیکن مغیرہ درگزر اور چشم پوشی کرتے"۔ (تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۹۵)

جناب مغیرہ بن شعبہ کے اس رویہ کو اظہار رائے کی آزادی قرار دیا جانا چاہیے۔ پھر دیکھئے ۵۱ھ میں جناب مغیرہ بن شعبہ کا انتقال ہو گیا اور ان کے بعد زیاد کوفہ کا بھی گورنر ہو گیا تو زیاد نے جب حضرت عثمان ذوالنورین ﷛ کی تعریف کی اور ان کے قاتلوں پر لعنت بھیجی تو حجر بن عدی ان کی تردید کیلئے بھی کھڑے ہو گئے۔ علامہ طبری کہتے ہیں:

"زیاد نے عثمان ﷛ اور ان کے اصحاب کی ستائش اور ان کے قاتلوں پر نفرین کی تو حجر یہ سن کر اٹھ کھڑے ہو گئے"۔

(تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۹۶)

اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"وذكر في اخرها فضل عثمان وذم قتله او اعان على قتله فقام حجر"۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۰)

ترجمہ: اور (خطبے کے) آخر میں اس نے حضرت عثمان کے فضائل بیان کئے اور انہیں قتل کرنے والوں اور قتل میں اعانت کرنے والوں کی مذمت کی تو حجر کھڑے ہو گئے"۔

اور حجر بن عدی نے کھڑے ہو کر وہی باتیں جو حضرت مغیرہ سے کرتے تھے' حضرت زیاد سے بھی کہہ دیں۔ اب زیاد نے انہیں علیحدگی میں بلا کر یوں سمجھایا۔

علامہ ابن کثیر طبقات ابن سعد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں:

''اپنی زبان پر کنٹرول کر' تیرا گھر تیرے لئے کافی ہے اور یہ میرا تخت ہے جو تیری نشست گاہ ہے تیری ضروریات میرے نزدیک پوری ہو چکی ہیں۔ اپنے نفس کے بارے میں مجھے بے نیاز (مطمئن) کر دے۔ میں تیری عجلت کو جانتا ہوں اور میں تجھے تیرے نفس کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ ان کمینوں اور احمقوں سے اجتناب کر کہ یہ تجھے تیری رائے چھوڑنے کو کہیں گے۔ حجر نے کہا میں سمجھ چکا ہوں''۔

(تاریخ ابن کثیر اردو ج ہشتم ص ۸۱۷)

بعد ازاں جب زیاد عمرو بن حریث کو کوفہ میں اپنا خلیفہ بنا کر بصرہ واپس گیا تو اس دوران حجر بن عدی جب بھی مسجد میں جاتے تو ان کے یہ شیعہ ساتھی بھی ان کے ہمراہ ہوتے۔ عمرو بن حریث جو ایک جلیل القدر صحابی اور قائم مقام گورنر تھے' نے ان سے پوچھا کہ (سبائی شیعوں کی) یہ جماعت آپ کے ساتھ کیوں لگی ہوئی ہے۔ تو وہ کوئی اطمینان بخش جواب نہ دے سکے اور ان کا رویہ دن بدن بگڑتا رہا۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ جب زیاد کے جانشین عمرو بن حریث نے جمعہ کا خطبہ دیا تو حُجر بن عدی نے اپنے ساتھیوں کی شہ پر دوران خطبہ ہی ان پر کنکر پھینک کر ان کی توہین و تضحیک کر ڈالی۔ عمرو بن حریث نے اس صورت حال سے زیاد کو مطلع کر دیا اور کہا:

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

''زیاد گورنر کوفہ ایک مرتبہ اپنے بجائے عمرو بن حریث کو مقرر کر کے بصرہ آیا تو کچھ عرصہ بعد اسے یہ خبر پہنچی کہ ''حجر کے پاس شیعان علی کا مجمع ہوتا ہے' اور وہ علانیہ امیر معاویہ ؓ پر لعن طعن کرتے ہیں نیز

ان لوگوں نے عمرو بن حریث کو کنکریاں ماری ہیں۔ زیاد یہ سنتے ہی کوفہ کو روانہ ہو گیا"۔ (تاریخ ابن خلدون اردو حصہ دوم ص ۳۹)

حضرت علامہ طبری کہتے ہیں:

"وہاں جا کر اس (زیاد) نے یہ خبر سنی کہ حجر کے پاس شیعان علی کا مجمع رہتا ہے یہ لوگ علانیہ معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور ان لوگوں نے عمرو بن حریث کو سنگریزے بھی مارے ہیں"۔

(تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۹۶)

یہی علامہ ابن جریر طبری مزید لکھتے ہیں کہ زیاد جب واپس آ کر جمعہ کے روز منبر پر آیا۔ اس وقت حجر بن عدی اپنے شیعہ ساتھیوں کے ہمراہ ایک حلقہ میں بیٹھے تھے تو:

"زیاد نے حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا تعدی و گمراہی کا انعام برا ہے۔ ان لوگوں کی حمایت کی گئی تو اترا گئے اور میری طرف سے مطمئن جو ہوئے تو گستاخ ہو گئے۔ قسم خدا کی اگر تم لوگ سیدھے نہ ہوئے تو جو تمہاری دوا ہے اسی سے تمہارا علاج کروں گا۔ اگر حجر کو سرزمین کوفہ سے ناپید نہ کردوں اور اسے میں دوسروں کیلئے عبرت (کا نشان) نہ بنادوں تو مجھے ہیچ سمجھنا"۔ (تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۹۶۔۹۷)

اور علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"زیاد نے خطبہ دیا اور حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا: بلاشبہ بغاوت کا انجام ناخوشگوار ہوتا ہے۔ ان لوگوں نے مجھے امین بنایا ہے اور پھر مجھ پر جرأت کی ہے۔ قسم بخدا اگر تم سیدھے نہ ہوئے تو میں تمہارا علاج کروں گا۔ پھر کہا اگر میں کوفہ کے چوک کو حجر اور اس کے اصحاب سے محفوظ نہ کردوں تو میں کچھ چیز نہیں اور میں اسے اس کے بعد آنے والوں کیلئے عبرت بنادوں گا"۔ (تاریخ ابن کثیر اردو ج ہشتم ص ۸۱۲)

بس یہ خطاب سنناتھا کہ حجر بن عدی سخت غصے میں آ گئے سنگریزوں کی مٹھی لے کر زیاد کو بھی دے ماری اور کہا:

كذبت عليك لعنة الله۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۱)

ترجمہ: تو نے جھوٹ بولا ہے تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔

(تاریخ ابن کثیر اردو ج ہشتم ص ۸۱۴)

اس واقعہ کے بعد گورنر کوفہ زیاد نے حضرت امیر معاویہ ﷛ کو حُجر بن عدی کے تمام حالات تفصیل کے ساتھ لکھ کر بھیج دیئے۔ جب امیر معاویہ ﷛ کو حالات سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے حکم دیا کہ: ''اسے بیڑیوں میں جکڑ کر میرے پاس لے آؤ''۔ (تاریخ ابن کثیر ج ہشتم ص ۸۱۴) گورنر کوفہ زیاد نے اپنے امیر شرطہ (پولیس سپرنٹنڈنٹ) شداد ابن الہیثم کو مامور کیا کہ حجر کو بلا لاؤ۔ علامہ طبری کہتے ہیں:

''غرض صاحب شرطہ حجر کے پاس آیا اور کہا امیر کے پاس چلو تو ان کے اصحاب نے کہا ایسا نہ ہوگا۔ ہم اس کا لحاظ نہیں کرتے ہم اس کے پاس نہیں آتے''۔

(تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۹۸ تاریخ ابن کثیر اردو ج ہشتم ص ۸۱۴)

پھر سرکاری اہلکاروں اور حجر کے ساتھیوں میں لڑائی بھی ہوئی حتیٰ کہ حجر بن عدی فرار ہو کر قبیلہ نخع میں روپوش ہو گئے اور اہل شرطہ ان پر قابو پانے سے عاجز آ گئے اگرچہ تلاش کی کوششیں جاری رہیں۔ آخرکار حجر خود ہی مشروط طور پر زیاد کے سامنے پیش ہو گئے اور اس قدر امان کے طالب ہوئے کہ انہیں حضرت معاویہ ﷛ کے پاس بھیج دیا جائے جیسی ان کی رائے ہو اسی طرح وہ مجھ سے پیش آئیں اور زیاد نے یہ منظور کر لیا اور انہیں قید کر دیا جہاں وہ دس روز تک رہے'' مختصراً

(تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۱۰۰ تا ۱۰۴ تاریخ ابن کثیر اردو جلد ہشتم ص ۸۱۴)

"علاوہ ازیں زیاد نے بارہ آدمی اصحاب حجر میں سے (اور بھی) زندان میں جمع کر دیئے"۔ (تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۱۰۷)

اب گورنر کوفہ زیاد نے حجر بن عدی پر فرد جرم خود ہی عائد نہیں کی بلکہ ان کے کردار پر عدول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مقتدر فقہا و محدثین کی گواہیاں جمع کرنے کا اہتمام کیا' علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

"زیاد نے روٴسائے ارباع کو بلایا۔ ان سے کہا کہ حجر کے جو افعال تم نے دیکھے ہیں اس کے گواہ ہو جاؤ (یعنی اس کی گواہی دو) اس زمانہ میں یہ لوگ روٴسائے ارباع (امیرانِ محلّہ) تھے۔ عمرو بن حریث ربع اہل مدینہ پر' خالد بن عرفطہ ربع تمیم و ہمدان پر' قیس بن ولید ربیعہ و کندہ پر اور ابو بردہ ابن موسیٰ قبیلہ مذحج و اسد پر مقرر تھے۔ ان چاروں رئیسوں نے اس امر کی گواہی دی کہ:

"حجر نے اپنے پاس لوگوں کو جمع کیا۔ خلیفہ کو علانیہ برا کہا۔ امیر المؤمنین سے جنگ کرنے پر لوگوں کو آمادہ کیا اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آلِ ابی طالب کے سوا امرِ خلافت کسی کے شایان نہیں ہے اور انہوں نے شہر میں خروج کر کے امیر المؤمنین کے عامل کو نکال دیا۔ اور ابو تراب کی طرف سے عذر اور ان پر ترحم کیا۔ ان کے دشمن اور اہلِ حرب سے برأت کی اور یہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں ان کے اصحاب کے سرگروہ ہیں۔ انہیں کا سا عقیدہ انہیں کی سی حالت ان کی بھی ہے"۔[1]

(تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۱۰۷)

دوسری روایات میں شہادت (گواہی) کا حال اس طرح لکھا ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ابو بردہ بن ابو موسیٰ رضائے الٰہی کیلئے

---

[1] علامہ ابن خلدون نے بھی ایسا ہی مضمون نقل کیا ہے دیکھئے تاریخ ابن خلدون اردو حصہ دوم ص ۱۴

شہادت دیتا ہے کہ حجر بن عدی نے طاقت و جماعت کو ترک کیا اور خلیفہ پر لعن کی اور جنگ و فتنہ پر لوگوں کو آمادہ کیا اور اپنے پاس لوگوں کو جمع کیا کہ وہ بیعت کو توڑیں اور امیر المؤمنین معاویہ ﷺ کو خلافت سے معزول کردیں...... باقی رؤسائے ارباع نے بھی ابو بردہ کی شہادت کی مثل گواہی دی"۔ (تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۱۰۸)

اس کے بعد زیاد نے گواہیوں کو مزید پختہ اور مقبول عام بنانے کیلئے دوسرے لوگوں کو بھی گواہی میں شامل کرنا چاہا۔ علامہ طبری کہتے ہیں:

"زیاد نے سب لوگوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ رؤسائے ارباع کے مثل تم بھی شہادت دو اور ساری تحریر ان کو پڑھ کر سنادی۔ (اور لوگوں نے باری باری گواہی دی)...........اس طرح ستر گواہ سب تھے۔ اس پر زیاد نے کہا کہ ان لوگوں کے سوا جو صاحب حسب و دیندار ہیں اور سب کے نام نکال ڈالو اور ایسا ہی ہوا"۔

(تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۱۰۸۔۱۰۹)

حضرت وائل بن حجر، کثیر بن شہاب، عامر بن مسعود، محرز بن حارثہ اور عبید اللہ بن مسلم الحضرمی وغیرہ عدول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ جلیل القدر تابعین بھی گواہوں میں شامل تھے۔

غرض بتقاضائے شریعت' نجابت و شرافت کے لحاظ سے معروف اور بزرگ ہستیوں کی گواہیوں کو قلمبند کیا گیا اور پھر گواہیوں پر مشتمل صحیفہ شرعی اصول کے مطابق وائل بن حجر اور کثیر بن شہاب رضی اللہ عنہما کے سپرد کیا گیا تا کہ وہ بنفس نفیس جا کر امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ ﷺ کو پہنچا دیں اور حُجر بن عدی اور ان کے بارہ ساتھی بھی ان کی تحویل میں دے کر ساتھ بھیج دیئے گئے۔ علاوہ ازیں گورنر کوفہ جناب زیاد نے امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ ﷺ کے نام ایک خط بھی لکھا جس کا مضمون یہ تھا (ترجمہ)

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بندۂ خدا امیر المؤمنین معاویہ کو زیاد بن ابوسفیان کی طرف سے۔ خدا نے اس بلا کو امیر المؤمنین سے خوبی کے ساتھ دفع کر دیا ہے اور باغیوں کے دفع کرنے کی زحمت سے انہیں بچالیا ہے۔ اس فرقہ ترابیہ سبایہ کے شیاطین نے جن کا سرگروہ حجر بن عدی ہے۔ امیر المؤمنین سے مخالفت (بغاوت) اور جماعت مسلمین سے مفارقت کی اور ہم لوگوں سے جنگ کی۔ خدا نے ہمیں ان پر غلبہ دیا اور ہم نے انہیں گرفتار کر لیا۔ شہر کے اشراف و اخیار و معمر و دیندار لوگوں کو میں نے بلایا۔ انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا اس کی گواہی انہوں نے دی میں نے ان کو امیر المؤمنین کے پاس بھیج دیا ہے اور میرے اسی خط کے تحت میں صلحا و اخیار شہر کی گواہیاں مندرج ہیں"۔

(تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۱۱۰-۱۱۱)

اس طرح حضرت وائل بن حجر اور حضرت کثیر بن شہاب رضی اللہ عنہما نے حُجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کا یہ مقدمہ امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا اور یہ دونوں صحابی بھی گویا بذات خود بطور گواہ پیش ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہ ﷺ کو حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کی شورش اور بغاوت کی اطلاعات تو پہلے ہی پہنچ چکی تھیں۔ اب ان کے پاس چوالیس قابلِ اعتماد گواہیاں ان کی باغیانہ سرگرمیوں کے ثبوت کے طور پر پہنچ گئیں۔ گواہوں میں جیسا کہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے متعدد جلیل القدر صحابہ کرام اور مُقتدر فقہا و محدثین ایسے صلحائے امت کے نام حُجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے جُرم بغاوت کو ثابت کرنے کیلئے کافی تھے۔ ہر کسی کی گواہی سند کا درجہ رکھتی تھی۔ لہٰذا ان کا جرم بغاوت ثابت ہو گیا۔

لیکن حضرت امیر معاویہ ﷺ جو طبعی طور پر بڑے حلیم اور بردبار واقع ہوئے ہیں اور جنہیں اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اَحْلَمُ اُمَّتِیْ یعنی امت میں سب سے زیادہ

حلیم (تطہیر الجنان ص ۱۲)'' فرمایا ہے اور جو بہت بڑے فقیہہ اور مجتہد بھی تھے نے اپنے طبعی حلم اور شان فقاہت واجتہاد کی بنا پر قتل کے فیصلے میں چنداں جلدی نہیں کی بلکہ خوب غور وخوض کیا حتیٰ کہ اپنے گورنر زیاد کے نام اپنے خط میں لکھا۔ (ترجمہ)

''حجر بن عدی اور ان کے اصحاب اور ان کیخلاف جو شہادت تمہاری جانب سے موصول ہوئی ہے۔ اس باب میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے' میں نے غور کیا تو کبھی یہ رائے ہوئی کہ ان کو چھوڑ دینے سے قتل کرنا افضل ہے اور کبھی یہ رائے ہوئی کہ ان کے قتل کرنے سے معاف کر دینا افضل ہے''۔ (تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۱۱۱)

زیاد نے حضرت امیر معاویہ ﷛ کا خط دیکھا تو ان کے حلیمانہ جواب پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں دوبارہ خط لکھا کہ:

''میں نے آپ کے خط کو پڑھا اور آپ کی رائے کو سمجھا۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ حجر اور اس کے اصحاب کے بارہ میں آپ کو کیسا اشتباہ ہوا جو لوگ ان کے احوال سے زیادہ تر واقف ہیں انہوں نے تو ان کے خلاف میں گواہیاں دیں اور آپ سن چکے۔ اب اگر آپ اس شہر پر قبضہ رکھنا چاہتے ہیں تو حجر اور اس کے اصحاب کو ہرگز میرے پاس واپس نہ کیجئے گا''۔ (تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۱۱۱)

''اس کے باوجود امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ ﷛ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ پر چھ افراد کو چھوڑ دیا اور باقی افراد کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ حجر بن عدی کے بارے میں ایک صاحب نے سفارش کی تو'' امیر معاویہ ﷛ نے کہا یہ تو رئیس قوم ہے اگر اسے چھوڑ دوں تو مجھے ڈر ہے کہ سارے شہر کو مجھ سے بدعقیدہ کر دے گا اور کل کو مجبور ہو کر مجھے اس کے مقابلے کیلئے پھر تجھی کو تمام اصحاب سمیت عراق میں

بھیجنا پڑے گا"۔ (تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۱۱۳)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ ؓ نے حجر بن عدی جن کے زہد و عبادت کی بڑی شہرت تھی، کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے تو انہوں نے ان کو پیغام بھیجا کہ حجر بن عدی کو رہا کر دیں۔ لیکن یہ پیغام حضرت امیر معاویہ ؓ کو اس وقت ملا جب وہ قتل کا حکم دے چکے تھے اور علامہ جریر طبری کہتے ہیں:

> حضرت عائشہ ؓ کے قاصد عبدالرحمٰن بن حارث جب معاویہ ؓ کے پاس پہنچے تو وہ لوگ قتل ہو چکے تھے"۔

(تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۱۱۷)

یہ ہے حُجر بن عدی کے قتل کا واقعہ اور جب اسے بے لاگ نظروں سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مودودی کا یہ کہنا کہ حجر بن عدی کو حضرت معاویہ ؓ نے بے گناہ اور بغیر سوچے سمجھے غصہ میں قتل کیا تو یہ حضرت امیر معاویہ پر بے جا الزام کے ساتھ ساتھ عادل و ثقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہی کو رد کرنے اور حقائق کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ جبکہ حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں نے علانیہ طور پر حضرت امیر معاویہ ؓ کی اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی اور حضرت امیر معاویہ ؓ حقائق و واقعات اور گواہیوں کی روشنی میں یہ سمجھتے تھے کہ اگر اس وقت ان کو قتل نہ کیا گیا تو نہ جانے یہ کتنا فتنہ و فساد برپا کر دیں اور نہ جانے کتنے لوگوں کا خون بہہ جائے۔ جیسا کہ ابھی ہم تاریخ طبری اردو حصہ چہارم ص ۱۱۳ کے حوالہ سے روشنی ڈال چکے ہیں۔

رہی بات گورنر خراسان ربیع بن زیاد حارثی کی تو جب انہیں حجر بن عدی کے قتل کی اطلاع ملی تو وہ اس وقت خراسان میں تھے۔ انہوں نے اطلاع ملنے پر کہا کہ "خدایا! اگر تیرے علم میں میرے اندر کوئی خیر باقی ہے تو مجھے دنیا سے اٹھا لے"۔ اور ایسا شاید انہوں نے حجر بن عدی کی زہد و عبادت کی شہرت کی بنا پر کہا تھا اور شاید اس

لئے بھی کہا ہو کہ انہیں ''حجر'' کے مذکورہ کردار اور اس پر لوگوں کی گواہیوں کے بارے اس وقت تک صحیح علم نہ ہوا ہو۔

دیگر جب حج کے موقع پر ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے امیر معاویہ ﷛ کی ملاقات ہوئی تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے انہیں فرمایا: معاویہ!

''حجر و اصحاب حجر کے قتل کرنے میں خوف خدا تم کو نہ آیا''۔

حضرتِ امیر معاویہ ﷛ نے جواب میں عرض کیا:

''میں نے انہیں قتل نہیں کیا جنہوں نے ان کے خلاف گواہیاں دیں۔ انہیں نے ان کو قتل بھی کیا''۔

(تاریخِ طبری اردو حصہ چہارم ص ۱۷۰' نہج البلاغہ مع ترجمہ وتشریح حصہ اول ص ۲۵۲)

حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر معاویہ سے یہ بھی فرمایا:

''جب تو نے حجر کو قتل کیا تو تیرا حلم کہاں غائب ہو گیا تھا آپ نے کہا: جب میری قوم میں سے آپ جیسی ہستی مجھ سے غائب ہو گئی تو اس وقت میرا حلم بھی غائب ہو گیا''۔ (تاریخ ابن کثیر اردو جلد ہشتم ص ۸۱۸)

یہاں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس استفسار سے کہ تمہارا حلم کہاں چلا گیا تھا' معلوم ہوتا ہے کہ ام المؤمنین کے نزدیک حجر بن عدی کا قتل شرعی تقاضوں کے خلاف نہیں تھا بلکہ صرف حلم کے تقاضوں کے خلاف تھا۔ سبحان اللہ۔

حافظ ابن کثیر مزید نقل کرتے ہیں:

''عبدالرحمٰن بن حارث نے حضرت معاویہ سے کہا کیا آپ نے حجر (ایسے شخص) کو قتل کر دیا ہے؟

حضرت معاویہ ﷛ نے کہا اس کا قتل مجھے ایک لاکھ آدمی کے قتل کرنے سے زیادہ محبوب ہے''۔ (یعنی اگر فتنہ پھیل جاتا اور لڑائی ہو جاتی تو بہت جانیں تلف ہو جاتیں)۔ (تاریخ ابنِ کثیر اردو ج ہشتم ص ۸۱۸۔۸۱۹)

اور ایک روایت کے مطابق حضرت ام المؤمنین نے حضرت معاویہ ﷺ سے یہ بھی فرمایا:

"اے معاویہ! تجھے حجر اور ان کے اصحاب کے قتل پر کس بات نے آمادہ کیا؟

حضرت معاویہ نے کہا: یا ام المؤمنین! میں نے ان کے قتل میں امت کی بہتری اور ان کے ٹھہراؤ میں امت کا فساد دیکھا ہے"۔

(تاریخ ابن کثیر ج ہشتم ص ۸۲)

لہٰذا اگر حُجر بن عدی کے قتل کا کوئی الزام آتا بھی ہو تو گورنر کوفہ زیاد اور ان صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم پر آئے گا جنہیں حجر بن عدی سے معاملہ پیش آیا اور جنہوں نے گواہی دی کہ حجر اور اس کے ساتھی باغی ہو گئے ہیں۔ کیونکہ کسی مقدمہ میں غلط گواہیوں کا بار گناہ گواہوں پر ہوتا ہے۔ ان کے مطابق فیصلہ کرنے والے قاضی یا حاکم پر نہیں۔ پس یہاں بھی حضرت امیر معاویہ ﷺ پر کوئی گناہ لازم نہیں آئے گا۔

اور یہ جو مودودی صاحب نے قاضی شریح کا گواہی واپس لینے والا شوشہ چھوڑا ہے تو اس میں کوئی حقیقت نہیں اور کتب تواریخ کے مطابق ان کا نام گواہوں میں شامل ہی نہیں اس صورت میں تو الزام خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔ ہمیں تردید کی ضرورت ہی نہیں اور اگر بفرض محال انہوں نے گواہی واپس لے ہی لی تو کیا دیگر جلیل القدر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کی گواہیاں کافی نہیں؟ دیگر حضرات نے تو اپنی گواہیوں کو برقرار رکھا صرف ایک گواہی کم ہونے سے باقی گواہیوں اور فیصلہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

جناب حجر بن عدی کی سرگرمیاں دیگر صلحائے امت کی طرح حضرت امیر معاویہ ﷺ کے نزدیک بھی بغاوت کے زمرے میں آتی تھیں جیسا کہ انہوں نے فرمایا:

"اے ام المؤمنین! میں نے ان کے قتل میں امت کی بہتری اور ان کے چھوڑنے میں امت کی خرابی دیکھی"۔

اس سے بھی اور زیاد کو اپنی طرف سے خط لکھنے اور اس میں اپنی سوچ بچار کا ذکر کرنے سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ قتل کا حکم دینے سے پہلے حضرت امیر معاویہ ﷛ نے مقدمے کے مختلف پہلوؤں پر خوب غور و خوض کیا۔ اور حدیث پاک میں حاکم کو ایسا ہی کرنے کا حکم موجود ہے۔ فرمایا:

"اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَهُ اَجْرَانِ وَاِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَخْطَاءَ فَلَهُ اَجْرٌ"

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲ کتاب الاعتصام باب اجر الحاکم، مسلم ج ۲ ص ۷۶ باب بیان اجر الحاکم)

ترجمہ: جب حاکم فیصلہ کرے تو اجتہاد کرے پھر صحیح کرے تو اس کو دو ثواب ہیں اور جب فیصلہ کرے تو اجتہاد کرے اور خطا کرے تو اس کیلئے ایک ثواب ہے"۔

حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"خلیفہ کو چاہیے کہ مسلمانوں کی اصلاح اور اسلام کی نصرت کی فکر کرے اور اس غور و خوض سے جو رائے پیدا ہو اس پر عمل کرے اگر اس کی رائے درست ہوئی تو اس کو دوگنا ثواب ہوگا اور اگر اس کی رائے نے خطا کی تو اس کو ایک ثواب ہوگا"۔ (ازالۃ الخفاء اردو دوم ص ۴۷۹)

لہٰذا حضرت امیر معاویہ ﷛ جو حاکم وقت بھی تھے اور مجتہد و فقیہہ بھی' ان پر مقدمے کی نوعیت اور گواہیوں کی حیثیت پر غور ضروری تھا۔ اور درست فیصلہ تک پہنچنے کیلئے اجتہاد لازم تھا اور وہ وہی بروئے کار لائے اور جس بات میں بہتری دیکھی' اسی کے مطابق فیصلہ دے دیا۔ چونکہ انہوں نے حجر بن عدی کو باغی یقین کر لیا اور ان کے چھوڑنے میں فساد امت کا خوف محسوس کیا' لہٰذا قتل کا حکم دے دیا۔ اور جب حُجر بن عدی باغی ثابت ہو گئے تو وہ قانونِ شریعت کے مطابق ان کے قتل کا فیصلہ کرنے میں معذور تھے۔ اور حدیث پاک کے مطابق اس میں کسی خطا کی صورت میں بھی ان پر

کوئی مواخذہ اور کوئی گناہ نہیں جیسا کہ ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

اور ہوسکتا ہے کہ جناب حجر بن عدی نے بھی نیک نیتی کا دامن نہ چھوڑا ہو لیکن وہ اصلاح احوال کیلئے مقبول عام اور مناسب طریقہ اختیار کرنے سے چوک گئے ہوں اور انہوں نے جو کچھ کیا' کسی نہ کسی تاویل کی بناپر کیا ہو۔لہٰذا انہیں بھی معذور سمجھ کر ان کا بھی احترام کیا جائے گا۔اور ان کی مختلف فیہ صحابیت کا بھی احترام کیا جائے گا۔

بہرحال یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ مودودی صاحب نے تاریخی حقائق کو اپنے الفاظ کے قالب میں ڈھال کر امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ ﷛ پر جو طعن کیا اور جو الزام لگایا' وہ ان کے قابل اعتماد ذرائع یعنی مذکورہ کتب تواریخ سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔لہٰذا ان کا بلاثبوت طعن دیکھ کر ہمیں ان کے اس دعویٰ پر حیرت ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی مطاعن بھری رسوائے زمانہ کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں کیا ہے۔ان کا دعویٰ ہے کہ:

''میں کسی بزرگ کے کسی کام کو غلط صرف اسی وقت کہتا ہوں جب وہ قابل اعتماد ذرائع سے ثابت ہو اور کسی معقول دلیل سے اس کی تاویل نہ کی جاسکتی ہو''۔(خلافت وملوکیت ص ۳۰۷)

اب ان کا طرز عمل دیکھئے اور پھر ان کا دعویٰ۔کیا ان کا دعویٰ ان کے طرز عمل کے بالکل خلاف نہیں؟ اور جب ان کا دعویٰ ان کے طرز عمل کے خلاف ہے تو کیا یہ جھوٹ اور فریب نہیں؟

اور جب ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ کسی بزرگ کے کسی کام کو بغیر ثبوت کے غلط نہیں کہتے تو پھر ان کو اپنے اس طعن کے ثبوت کے طور پر اصل واقعات وحالات کو من وعن نقل کرنا چاہیے تھا۔بغیر ثبوت کے نقل کر کے گویا انہوں نے اپنے دعویٰ کی خود ہی تکذیب وتردید کر دی اور یہ جو آنکھوں میں دھول جھونکنے کیلئے انہوں نے تاویل کئے جانے کا عندیہ دیا ہے۔تو ہم نے ایسی کوئی تاویل نہیں دیکھی جو انہوں نے کی ہو یا

تاویل کی کوشش بھی کی ہو۔ انہیں تو ہر مقام پر صرف الزام دینے کی جلدی تھی لہٰذا انہوں نے الزام دے دیا۔ یہ نہ دیکھا کہ اس سے ان کا اپنا منہ ہی کالا ہوگا کہ "آسمان کا تھوکا منہ پر ہی آتا ہے"۔ اور یہی کچھ ان کے ساتھ ہوا۔ (استغفراللہ)

کتابیات

کتابیات

(۶۰ سے زائد آیات قرآنیہ اور ۱۲۰ سے زائد احادیث مقدسہ)

قرآن کریم	اللہ تعالیٰ کی آخری مقدس کتاب	
کنزالایمان	ترجمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں	پیر بھائی کمپنی لاہور
نورالعرفان	حاشیہ مفتی احمد یار خان نعیمی	پیر بھائی کمپنی لاہور
ضیاء القرآن	ترجمہ وتفسیر پیر محمد کرم شاہ الازہری	ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور
تفسیر نعیمی	مفتی احمد یار خان نعیمی	مکتبہ اسلامیہ گجرات / اُردو بازار لاہور
تفسیر مظہری	علامہ قاضی ثناء اللہ مظہری مجددی ترجمہ عبدالدائم جلالی	ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی
تفسیر عثمانی	شبیر احمد عثمانی	دارالتصنیف لمیٹڈ شاہراہ لیاقت صدر کراچی
تفسیر مودودی (تفہیم القرآن)	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	فیروز سنز لمیٹڈ لاہور
صحیح بخاری	امیر المؤمنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری	قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی
صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری	مکتبہ دارالفرقان والحدیث ملتان
سنن ابوداؤد	امام ابوداؤد	مکتبہ حقانیہ ملتان
جامع ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ترجمہ محمد صدیق ہزاروی	فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد یزید ابن ماجہ	مکتبہ دارالفرقان والحدیث ملتان
مؤطا امام مالک	امام مالک بن انس ترجمہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری	فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
مسند احمد	امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ	ادارہ احیاء السنۃ گرجاکھ گوجرانوالہ
کنز العمال	علامہ علی المتقی بن حسام الدین ہندی	بیروت لبنان
مشکوٰۃ المصابیح	الشیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ	المصباح اُردو بازار لاہور کالج روڈ راولپنڈی
ریاض الصالحین	شیخ الاسلام امام یحییٰ بن شرف نووی	فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور

فیوض الباری	علامہ سید محمود احمد رضوی	مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ لاہور
نزہۃ القاری	مفتی شریف الحق امجدی	فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
تفہیم البخاری	علامہ غلام رسول رضوی	تفہیم البخاری پبلی کیشنز فیصل آباد
شرح مسلم نووی	شیخ الاسلام امام یحیٰی بن شرف نووی	مکتبہ دارالقرقان والحدیث ملتان
شرح مسلم سعیدی	علامہ غلام رسول سعیدی	فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی	فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
مراۃ شرح مشکوٰۃ	مفتی احمد یار خان نعیمی	نعیمی کتب خانہ گجرات
شرح نخبۃ الفکر	حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی ترجمہ محمد منظور الوجیدی	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، حیدر آباد، کراچی
کتاب الشفاء	قاضی عیاض اندلسی ترجمہ محمد اطہر نعیمی	مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
مدارج النبوت	شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ غلام معین الدین نعیمی	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
ازالۃ الخفاء	حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ترجمہ مولانا عبدالشکور انشاء اللہ	محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی
کشف المحجوب	داتا گنج بخش سید علی ہجویری ترجمہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
غنیۃ الطالبین	سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی ترجمہ مولانا محمد صدیق ہزاروی	فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
مکاشفۃ القلوب	حجۃ الاسلام امام غزالی ترجمہ قاری محمد عطاء اللہ	مکتبہ اسلامیات اندرون دہلی دروازہ لاہور
مکتوبات امام ربانی	حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ترجمہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
شواہد الحق	امام یوسف بن اسماعیل نبہانی ترجمہ علامہ محمد اشرف سیالوی	حامد اینڈ کمپنی اُردو بازار لاہور
برکات آل رسول ﷺ	امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی ترجمہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری	مکتبہ قادریہ لاہور

کمالات اصحاب رسول ﷺ	امام یوسف بن اسماعیل نبہانی ترجمہ: پروفیسر محمد اعجاز جنجوعہ	نوریہ رضویہ پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور
تاریخ طبری	علامہ محمد جریر طبری ترجمہ سید حیدر علی طباطبائی	نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی
تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی ترجمہ اقبال الدین احمد	نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی
تاریخ ابن خلدون	علامہ ابن خلدون ترجمہ حکیم احمد حسین الہ آبادی	نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی
السنن الکبریٰ	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی	نشر السنۃ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
ابن عساکر (تہذیب تاریخ دمشق ملیر)	ابوالقاسم علی بن حسن شافعی	بیروت لبنان
البدایہ والنہایہ	عماد الدین ابن کثیر دمشقی	بیروت
تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ اُردو)	عماد الدین ابن کثیر دمشقی ترجمہ مولانا اختر فتح پوری	نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی
اُسد الغابہ	امام ابوالحسن علی الجزری ابن اثیر ترجمہ محمد عبدالشکور فاروقی	مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
نہج البلاغہ (اشاعت ہشتم)	سید شریف الدین	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، حیدرآباد، کراچی
الصواعق المحرقہ	علامہ ابن حجر مکی ہیتمی ترجمہ اختر فتح پوری	شبیر برادرز اُردو بازار لاہور
تطہیر الجنان (سیدنا امیر معاویہ ؓ)	علامہ ابن حجر مکی ترجمہ عبدالشکور لکھنوی	مکہ کتاب گھر اُردو بازار لاہور
تکمیل الایمان	شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی	مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
تحفہ اثنا عشریہ	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ترجمہ مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی	دارالاشاعت اُردو بازار کراچی
العقیدۃ الحسنہ	حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
اوراقِ غم	ابوالحسنات سید محمد احمد قادری	ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور
شانِ صحابہ	علامہ سید محمود احمد رضوی	مکتبہ رضوان دربار روڈ لاہور

القول الجلی	مولانا محمد عاشق پھلتی	مسلم کتابوی لاہور
سیرت شاہ ولی اللہ	ترجمہ محمد تقی انور علوی	
تہذیب العقائد اردو	مولانا محمد نجم الغنی خان	قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی
ترجمہ شرح عقائد نسفی		
فتاویٰ عالمگیری اُردو	ترجمہ مولانا سید امیر علی	فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
بہار شریعت	مولانا امجد علی قادری	مکتبہ اسلامیہ اُردو بازار لاہور
احکام شریعت	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ترجمہ خرم علی	سعید ایچ ایم کمپنی پاکستان چوک کراچی
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک نظر	مفتی احمد یار خان نعیمی بدایونی	نعیمی کتب خانہ گجرات
سیدنا امیر معاویہ اہل حق کی نظر میں	علامہ سید محمد عرفان مشہدی	سنی جمعیت عوام برطانیہ / پاکستان
معترضین پر حضرت امیر معاویہ	شیخ عبد العزیز پرہاروی	مدرسہ دعوۃ القرآن حشمت منزل موسیٰ لین کراچی
ترجمہ الناہیہ عن طعن امیر معاویہ	ترجمہ علامہ محمد اعظم سعیدی	
النار الحامیہ لمن ذم المعاویہ	مفسر قرآن مولانا محمد نبی بخش حلوائی	مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ	مولانا محمد علی	مکتبہ نوریہ حسینیہ بلال گنج لاہور
توحید اور محبوبان خدا کے کمالات	پروفیسر محمد حسین آسی	الاثانی بک سنٹر ریلوے روڈ شکر گڑھ نارووال
مقالات سعیدی	علامہ غلام رسول سعیدی	فرید بک سٹال اُردو بازار لاہور
خلافت و ملوکیت	مولانا ابو الاعلیٰ مودودی	ادارہ ترجمان القرآن اُردو بازار لاہور
رسائل و مسائل	مولانا ابو الاعلیٰ مودودی	اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور
مفاسد گناہ (مواعظ اشرفیہ)	ترتیب عبد الرحمٰن خان	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
سوانح کربلا	صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی	مدینہ پبلشنگ کمپنی مشہور محل میکلوڈ روڈ کراچی
عین الہدایہ (اُردو)	سید امیر علی	قانونی کتب خانہ کچہری روڈ لاہور
مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	علامہ حافظ شفقات احمد نقشبندی	دار التبلیغ حضرت کیلیانوالہ شریف گوجرانوالہ
البنیان المشید ترجمہ البرہان المؤید	شیخ احمد کبیر رفاعی ترجمہ ظفر احمد عثمانی	مکتبہ تھانوی بندر روڈ کراچی


حدائق بخشش
فیوض غوث یزدانی
تذکار میلاد
سیرت مصطفی
قادری رضوی کتب خانہ
042-7213575
فتوح الغیب